دسویں صدی ہجری کے ممتاز صوفی مذہبی رہنما

حیات و آثار حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ

اور

ان کا فلسفہ تصوف

زیر نگرانی
ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک
پرنسپل و ڈین اورینٹل کالج جامعہ پنجاب
و چیئرمین شعبہ عربی جامعہ پنجاب

مقالہ نگار
حافظ عبدالغفور

۱۹۸۴ء

فہرست

صفحہ

باب اول

مقدمہ

سیاسی حالت ۱ ـ ۱۰

مذہبی حالت ۱۰ ـ ۱۴

باب دوم

حالات زندگی

حسب و نسب ۱۸ ـ ۲۵

مقام و جائے پیدائش و سن ولادت ۲۶ ـ [illegible] ۲۴

آباء و اجداد ۲۴ ـ ۳۲

تعلیم و تربیت ۳۲ ـ ۳۶

بیعت و خلافت ۳۴ ـ ۵۴

وفات ۵۴ ـ ۵۹

مزار ۵۹ - ۶۰

القابات ۶۱

سالانہ عرس ۶۱ - ۶۳

باب سوم

پیر طریقت حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر باباؒ

ابتدائی حالات ۶۴ - ۹۶

شادی ۹۶ - ۱۰۴

اولاد و خلفاء ۱۰۴ - ۱۱۱

پیر بابا کا سلاطین مغلیہ سے تعلق ۱۱۱ - ۱۱۸

روشنائی تحریک کی مخالفت ۱۱۸ - ۱۱۹

اخلاق و عادات ۱۲۰

باب چہارم

علمی مقام ۱۲۱ - ۱۲۱

تبلیغی مقام ۱۲۱ - ۱۳۳

تصوف کا مفہوم	۱۴۳	–	۱۴۸
تصوف کی ضرورت و اہمیت	۱۴۸	–	۱۴۹
تصوف عین دین ہے	۱۴۹	–	۱۵۳
تصوف کی عرفی و باطنی حیثیت	۱۵۳	–	۱۶۴
قرآن مجید میں تصوف کے اشارے	۱۶۴	–	۱۶۶
احادیث نبویہ میں تصوف کے اشارے	۱۶۶	–	۱۶۸
وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں فرق	۱۶۸	–	۱۶۹
وحدت الوجود کا مفہوم	۱۷۰	–	۱۷۷
وحدت الشہود کی تعریف اور اس کا مفہوم	۱۷۷	–	۱۷۹
نظریہ وحدت الشہود	۱۷۹	–	۱۹۵
سلوک و تصوف میں آپ کا مسلک	۱۹۵	–	۲۰۵
رقص و سماع کے بارے میں حضرت اخوند درویزہ کی رائے	۲۰۵	صفحہ	۲۱۸

باب پنجم

مستبناٹ و مالبناٹ	۲۱۹		

۱۔ مخزن اسلام	۲۱۹	۔ ۲۲۲
۲۔ خلاصہ کیدانی	۲۲۲	۔ ۲۲۴
۳۔ رسالہ قرأت	۲۲۴	
۴۔ کتاب العقائد	۲۲۴	۔ ۲۲۶
۵۔ قصیدہ بردہ	۲۲۶	۔ ۲۲۸
۶۔ ارشاد الطالبین	۲۲۸	۔ ۲۳۰
۷۔ ارشاد المریدین	۲۳۰	۔ ۲۳۲
۸۔ تذکرۃ الابرار والاشرار	۲۳۳	۔ ۲۳۴
۹۔ تذکرۃ الانساب	۲۳۴	۔ ۲۳۵
۱۰۔ شرح اسماء الحسنی	۲۳۶	
۱۱۔ شرح قصیدہ امالی	۲۳۷	۔ ۲۴۲
۱۲۔ آپ کی تصنیفات کے مراجع و مصادر اور بعض اختلافی روایات	۲۴۳	۔ ۲۴۷

باب ششم ۔

حضرت اخوند درویزہ کی اولاد

۱- اخوند عبدالکریم المعروف کریمداد شہید	۲۴۸ -	۲۵۹
۲- میاں عبداللہ	۲۵۹ -	۲۶۰
۳- میاں خالقداد	۲۶۰	
۴- میاں پائندہ خان	۲۶۱	
۵- شجرہ نسب اولاد	۲۶۱ -	۲۶۲

باب ہفتم

خلفاء

حضرت اخوند پنجو - نام و نسب	۲۶۲ -	۲۶۸
تعلیم و تربیت	۲۶۸ -	۲۷۰
بیعت	۲۷۰ -	۲۷۳
حاکم وقت کی عقیدت	۲۷۳ -	۲۷۶
وفات	۲۷۶ -	۲۸۰
خلفاء (۱) بوڈا بابا	۲۸۰ -	۲۸۲
۲- اخوند سالاک	۲۸۲ -	۲۸۳

۳۔ اخوند صباک ۲۸۳ - ۲۸۴

۴۔ ایک بابا ۲۸۴

۵۔ طی خان ۲۸۴ - ۲۸۵

حضرت اخوند درویزہ کی آپ کے بارے میں رائے ۲۸۵ - ۲۸۶

باب ہشتم ۔

معاصرین ابرار علماء اور آپ کی رائے میاں ابوبکر پشاوری ۲۸۷ - ۲۹۰

ملا جمال الدین ملتانی ۲۹۰

ملا عبدالرحیم مانگراوی ۲۹۰ - ۲۹۲

باب نہم

معاصرین اشرار علماء اور آپ کی رائے

بایزید انصاری ۔ حسب و نسب ۲۹۳ - ۲۹۵

تعلیم و تربیہ ۲۹۵ - ۲۹۷

شادی ۲۹۷ - ۲۹۸

اولاد ۲۹۹

عنوان	صفحہ
وفات	۳۰۰ - ۳۰۲
روشنائی تحریک	۳۰۲ - ۳۰۷
حضرت اخوند درویزہ کی مخالفت کی وجہ	۳۰۸ - ۳۱۲
بایزید انصاری کی تالیفات	۳۱۲ - ۳۱۵
۱- خیر البیان	۳۱۵ - ۳۱۷
۲- مقصود المومنین	۳۱۷ - ۳۱۹
۳- صراط التوحید	۳۱۹ - ۳۲۲
۴- فخر الطالبین	۳۲۲ - ۳۲۳
۵- حالنامہ	۳۲۳ - ۳۲۴
بایزید کے دعوے اور نظریات	۳۲۴ - ۳۲۷
دیگر اکابر معاصرین علماء اور آپ کی رائے	۳۳۸ - ۳۴۲
باب دہم -	
معاصرین علماء جن کا آپ نے ذکر نہیں کیا	
۱- سید آدم بنوری	۳۴۳ - ۳۸۹
۲- شیخ رحمکار	۳۹۰ - ۳۹۹
۳- حاجی بہادر کوہاٹی	۴۰۰ - ۴۱۲

۶- مشبہ ۴۹۸

۷- جبریہ ۴۹۸

۸- جہمیہ ۴۹۸ - ۴۹۹

۹- معتزلہ ۴۹۹ - ۵۰۰

۱۰- معطلہ ۵۰۰ - ۵۰۱

باب دوازدہم -

اصطلاحات صوفی ۵۰۲ - ۵۲۴

کتابیات ۵۲۵ - ۵۵۵

****

سیاہ کاریوں کو ناکام بنا دیا ۔ جہاں جہاں یہ مجاہدین پہنچے وہاں پر توحید اور قرآن و سنت کے چشمے پھوٹ پڑتے ۔ (١)

اس کے بعد ٩٠٧ھ / ١٥٠١ء میں جبکہ یوسفزئی قبیلہ نہایت خوش و خرم کابل میں آباد تھا تو بابر بادشاہ (٢) کے ------- بھتیجے ----------------

---

— کلیاڑی کے کنارے موضع کنڈا میں مقیم ہوئے اور وہیں آپ کی آرام گاہ ہے ۔ چوتھے حضرت خواجہ سید محمود غلام مردان کے موضع لنگر میں رہائش پذیر تھے وہیں ان کی زیارت گاہ ہے ۔ پانچویں حضرت خواجہ سید حسن ابدال جو ضلع اٹک میں تشریف لے گئے تھے ۔ وہیں ان کے نام سے منسوب شہر حسن ابدال ہوا ۔

(روحانی رابطہ ص ٥٢٧)

****

(١) ماہنامہ الحق ص ١٨ ماہ اکتوبر ١٩٨٢ء از قاضی ثناء اللہ کاکاخیل و روحانی رابطہ ص ٥٢٦ ۔

(٢) بابر کا اصل نام ظہیرالدین محمد تھا ۔ اس کے والد کا نام میرزا عمر شیخ اور والدہ کا نام قتلوق نگار خانم بنت یونس خان تھا ۔ بابر ٦ محرم الحرام ٨٨٨ھ / ١٣٨١ء کو پیدا ہوا ۔ خواجہ عبداللہ احرار نے اس کا نام ظہیرالدین محمد رکھا ۔ لیکن یہ نام چونکہ ترکوں کی زبان پر چڑھتا نہ تھا اس لئے بابر کے نام سے مشہور ہوا ۔

٨٨٩ھ / ١٣٨٢ء میں بابر بارہ سال کی عمر میں اندجان میں موروثی تخت سلطنت پر بیٹھا ۔ اور پانچ دفعہ اس نے ہندوستان پر حملے کئے ۔ پہلی مرتبہ —

حاشیہ مذکور

— ۹۱۰ھ ۱۵۰۳ء میں وہ بادام چشمے کی راہ سے درۂ خیبر سے گزرتا ہوا دریائے سندھ کو عبور کرکے قصبہ تربیلا جو دریائے سندھ کے کنارے علاقہ ملتان میں ہے آیا۔

دوسری دفعہ ماہ جمادی الاول ۹۱۳ھ / ۱۵۰۷ء میں براہ کابل ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا۔ اسی سال ۴ ذیقعد کو ہمایوں پیدا ہوا۔ تیسری دفعہ یکم محرم الحرام ۹۲۵ھ / ۱۵۱۸ء میں باجوڑ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور قلعہ باجوڑ کو جو اب پشاور کے شمال میں ہے فتح کرکے یکم ربیع الاول کو کابل لوٹ آیا۔ چوتھی مرتبہ ۹۳۰ھ / ۱۵۲۳ء میں اس نے پھر ہندوستان پر حملہ کیا اور دیپال پور اور لاہور کو فتح کرلیا۔

پانچویں مرتبہ ۹۳۲ھ / ۱۵۲۵ء میں وہ پھر ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا اور یکم ربیع الاول کو کچھ کوٹ کے قریب سے دریائے سندھ کو عبور کرکے بہلول پور آیا۔ اور ۲۲ ربیع الاول کو اس نے قلعہ ملوٹ فتح کیا۔ ۱۳ جمادی الاول کو اس نے انبالے سے کوچ کیا اور جمعرات کے روز ۲۵ جمادی الآخر کو پانی پت پہنچا۔ ۸ رجب ۹۳۲ھ / ۱۵۲۵ء کو جمعہ کے دن سلطان ابراہیم لودھی سے اس کی جنگ ہوئی جس میں سلطان ابراہیم مارا گیا۔ بابر نے ۶ جمادی الاول ۹۳۷ھ / ۱۵۳۰ء میں ازتیس سال کی حکومت کے بعد پچاس سال کی عمر میں آگرے میں وفات پائی۔ اور اپنی وصیت کے مطابق کابل میں دفن ہوا۔ جو اب "باغ بابر" کے نام سے مشہور ہے۔

(ماخوذ تاریخ پاک و ہند ص ۲۸۲-۲۲۵ بحوالہ مقالات الشعراء

مرزا الغ بیگ[۱] (المتوفی ۹۰۷ھ / ۱۵۰۱ء) نے قبیلہ مصطرفی سے درخواست کی ۔

حاشیہ مذکور

— ص ۸۲-۸۹ ۔

بابر نے وصیت کی تھی کہ اس کی لاش کابل میں دفن کی جائے ۔ اس لئے چند دن تک "نور افشاں باغ" جسے اب آگرہ میں آرام باغ کہتے ہیں میں امانت رہی ۔ پھر کابل لے جاکر دفن کیا گیا ۔ شاہ جہاں نے قبر پر سنگ مرمر کا حجرہ تیار کرایا ۔ (منتخب التواریخ ص ۳۳۱)

(۱) مرزا الغ بیگ ابن ابو سعید بابر کا دادا تھا ۔ ابو سعید پندرھویں صدی کے وسط میں تیموری شہزادوں میں سب سے زیادہ طاقتور تھا ۔ دہلی کے حکمران مغلیہ خاندان کا جد اعلیٰ تھا ۔ ۱۴۶۹ء میں اس نے دریائے سیحون کے پار کے وہ تمام علاقے جو تیمور لنگ نے فتح کئے تھے ۔ یعنی کابل، غزنی اور ان کے پاس کے ارغنون علاقے اپنے بیٹے الغ بیگ کو بخش دئیے ۔ الغ بیگ مرزا نے کابل کو اپنا دارالحکومت بنایا ان علاقوں پر قابض رہا ۔ یہاں تک کہ وہ ۹۰۷ھ / ۱۵۰۱ء میں فوت ہوا اور پھر وراثت پر اس کا بھتیجا بابر قابض ہوگیا ۔

بہت سے محققوں کو اس الغ بیگ پر مشہور و معروف الغ بیگ کا دھوکہ ہوا ہے جو ماہر تعمیرات سائنسدان اور ماہر فلکیات تھا ۔ وہ شاہ رخ کا بیٹا اور تیمور کا پوتا تھا ۔ اس نے سمرقند پر دو سال کے مختصر عرصہ تک حکومت کی ۔ پھر اسے ۸۵۳ھ / ۱۴۴۹ء میں قتل کردیا گیا تھا ۔ وہ اور بابر کا چچا دونوں تیموری خاندان سے ہیں ۔ لیکن وہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور دونوں

کہ وہ کابل کی بادشاہت حاصل کرنے میں ان کی مدد کریں ۔یہ لوگ مان گئے اور ان کی مدد سے وہ بادشاہ بنا ۔یوسفزئی لوگوں کے تعلقات مرزا الغ بیگ سے خوب بڑھے ۔(۱)

تخت پر بیٹھنے کے بعد الغ بیگ نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ۔کیونکہ وہ تخت پر قابض رہنے کے لئے ان کی مدد کا محتاج تھا ۔لیکن یوسفزئیوں کی آزاد روی حاکم اعلیٰ کے ساتھ بے تکلفی کے لئے موزوں نہیں تھی ۔پھر جوں جوں یہ قبائل خوشحال ہوتے گئے ان کی سرکشی میں بھی اضافہ ہوتا گیا ۔انہوں نے الغ بیگ کے اقتدار کو پس پشت ڈال دیا ۔اس کے دیہات لوٹ لئے اور اس کے دارالحکومت میں افراتفری پھیلا دی ۔(۲)

مگر بہت جلد ہی بعض حاسدوں نے مرزا الغ بیگ کو بھڑکایا اور اس نے یوسفزئی پر حملہ کردیا ۔مگر ناکامی ہوئی اور صلح کی درخواست پیش کی ۔اور انہیں اعتماد میں لینے کے لئے ایک بڑی دعوت کا اہتمام کیا ۔اوراپنے سپاہیوں کو ان کے قتل کا حکم دیا ۔خوش قسمتی سے یوسفزئی قبیلے کے سردار بال بال بچ گئے ۔انہوں نے ہمت کرتے ہوئے باقیماندہ قبیلے کو اکٹھا کیا ۔اور کابل سے

نوٹ حاشیہ مذکورہ ۔

= زمانوں میں دو پشتوں کا قول ہے ۔ماہر فلکیات الغ بیگ اپنے ہمنام کے دادا کا گہرا دوست اور رشتہ کا بھائی تھا ۔اور اپنے دوست کے بیٹے ابو سعید کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتا تھا ۔قصہ مشہور ہے کہ ابوسعید نے ماہر فلکیات الغ بیگ کی یاد میں اپنے بیٹے کا نام بھی الغ بیگ رکھا ۔ (دی پٹھان ص ۲۲۲ ـ ۲۲۳ از سراولف کیرو مترجم سید محبوب علی)

....

(۱) تاریخ ریاست سوات ص ۴۸ از محمد آصف خان ۔ فیروزسنز لاہور ۱۹۶۲ء
(۲) پٹھان ص ۲۲۴ از سر اولف کیرو مترجم محبوب علی خان

حرب کرتے ہوئے پشاور پہنچے ۔ راستے میں کچھ پٹھان قبائل بھی یوسفزئی قبیلے سے مل گئے ۔ اور پشاور ہشتنغر [1] اور مردان کے علاقوں میں رہنے لگے [2] ۔

مرزا الغ بیگ کی وفات کے بعد بابر بادشاہ ہوا ۔ بابر کچھ مدت بعد ہندوستان کو فتح کرنے کی غرض سے کابل سے روانہ ہوا ۔ اور پشاور سے ہوتا ہوا مردان پہنچا ۔ وہاں یوسفزئی لوگوں پر حملہ کیا ۔ بے گناہ لوگوں کو قتل کیا اور ان کی جائیداد کو نقصان پہنچایا ۔ بابر نے مردان کے قریب ایک گاؤں میں مقیم ہوا ۔ تو سرداران یوسفزئی صلح کی غرض سے گئے ۔ بابر نے ان سے صلح کرکے انہیں بہت انعامات و اکرامات سے نوازا اور ان سے تعلق مزید مضبوط کرنے کی خاطر بابر نے یوسفزئی کے ایک سردار شاہ منصور کی بیٹی سے نکاح کیا ۔ [3]

---

(۱) یہ دراصل ہشت نغر سے ہے ۔ ہشت کے معنی ہیں آٹھ ۔ اور نغر گاؤں کو کہتے ہیں ۔ اس میں آٹھ بڑے مشہور گاؤں ہیں ۔ (۱) چارسدہ (۲) پڑانگ (۳) رجڑ (۴) عمرزئی (۵) ترنگزئی (۶) اتمانزئی (۷) شیرپاؤ (۸) تنگی ۔ اس تمام علاقہ کو ہشتنغر کہا جاتا ہے ۔

(۲) تاریخ ریاست سوات ص ۳۰

(۳) ہندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر ص ۱۹۵ از سید صباح الدین عبدالرحمن مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۶۴ء
و تزک بابری ص ۱۲۹ ۔

بابر کی وفات کے بعد ہمایوں(۱) سے لے کر اکبر(۲) کے زمانے تک ہندوستان نہایت آرام و سکون سے

---

(۱) بابر کی وفات کے بعد (۹۳۷ھ / ۱۵۳۰ء) میں اس کا بیٹا ہمایوں تخت نشین ہوا لیکن محرم ۹۴۷ھ / ۱۵۴۰ء میں شیرشاہ سوری کے مقابلے میں اس کے پاؤں ایسے اکھڑے کہ اس نے لاہور آکر دم لیا ۔ لیکن یہاں بھی باہمی نفاق کی بدولت شیرشاہ سے مقابلے کی تیاری نہ کرسکا ۔ مرزا حیدر نے ہمایوں کو کشمیر جانے کی رائے دی ۔ مگر وہ جنوبی سندھ روانہ ہوگیا ۔ تاکہ مرزا شاہ حسن ارغون حاکم سندھ سے مدد حاصل کرے لیکن وہ اپنے شہر میں ہمایوں کے داخلے تک کا روادار نہ ہوا ۔ مارواڑ کے راجہ نے جان نثاری کے وعدے اور مدد کے بلاوے بھیجے تھے ۔ لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے طوطے کی طرح آنکھیں بدل لیں ۔ پھر وہ دوبارہ سندھ آیا اور ملک کو چھوڑ کر سیستان کے راستے شاہ ایران کی پناہ لی ۔ وہاں صفویوں کی شاہانہ مہمانی اور مذہبی بدگمانی کے تماشے دیکھے ۔ آخر دو سال کی کوشش سے دس ہزار ایرانی قزلباش ساتھ لے کر کئی مہینے کے محاصرے کے بعد پہلے قندھار اور پھر کابل و بدخشاں کو فتح کیا ۔ جب سوری خاندان کا شیرازہ بکھرا تو چودہ برس بعد پھر وہ ۹۶۲ھ / ۱۵۵۵ء میں ہندوستان آیا ۔ (ماخوذ از تاریخ مسلمانان پاک و ہند ص ۴۱۹ - ۳۹۸)

ہمایوں چونکہ علم دوست بادشاہ تھا لہذا آپ کی وفات ۷/ ربیع الاول ۹۶۳ھ / ۱۵۵۵ء کو جب آپ کتب خانے کی چھت پر گئے جو کہ دہلی کے قلعہ دین پناہ میں بنایا گیا تھا ۔ جب وقت آپ وہاں سے اتر رہے تھے تو اذان کی آواز آئی ۔ اذان کے احترام میں آپ اسی جگہ بیٹھ گئے ۔ جب اٹھنے لگے تو عصا پھسل گئی اور پیر پھسل گیا اور پھسلتے ہوئے سیڑھیوں سے نیچے زمین پر گرے ۔ اس صدمے سے آپ جانبر نہ ہوسکے ۔

... ...

حاشیہ مذکور -

ـــ آخر کار اسی ماہ کے پندرھویں دن آپ کا انتقال ہوا -

(منتخب التواریخ ص ۳۰۸)

(۲) جلال الدین اکبر اپنے والد ہمایوں کی جلاوطنی کے زمانے میں ۹۴۹ھ / ۱۸۴۲ء میں جبکہ ہمایوں شیرشاہ کے ہاتھوں شکست کھا کر سندھ میں مقیم تھا - حمیدہ بانو کے بطن سے عمرکوٹ علاقہ تھرپار (سندھ) میں پیدا ہوا - تردی بیگ نے اسی منزل میں ہمایوں کو فرزند کی ولادت کی خوشخبری سنائی - ہمایوں نے بچہ کا نام اکبر رکھا - اور جب وہ مقام جول میں پہنچا تو بیٹے کو بلوا کر اس کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں اگرچہ اس سفر میں ہمایوں کے لشکر میں بڑا انتشار پیدا ہوگیا تھا - مگر بیٹے کی پیدائش نے اس کی خوشی کو دوبالا بنا دیا تھا -

حدود ۹۶۳ھ / ۱۸۵۶ء میں جب ہمایوں نے وفات پائی تو اکبر کی تاج پوشی کلانور ضلع گورداسپور میں ہوئی - اس وقت اکبر کی عمر تیرہ سال کی تھی - کم عمری کی وجہ سے بیرم خان اس کا اتالیق تھا اور وکیل سلطنت مقرر ہوا - جب اکبر سن شعور کو پہنچا تو اس نے زمام سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا - اکاون سال کی حکومت کے بعد اکبر نے جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۵ء کو وفات پائی - اور آگرے کے قریب سکندرآباد میں مدفون ہوئے -

(ماخوذ از منتخب التواریخ ص ۲۹۵ از ملا عبدالقادر بدایونی)

و تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۲۰۷ - ۲۰۶ بحوالہ نزہۃ الخواطر -

....

رہے ۔ اور اس کے بعد پھر جنگوں میں مصروف ہو گئے ۔ اکبر کے زمانے میں دو مرتبہ مغل
فوجوں نے سوات پر حملہ کیا ۔ اور شور و غوغا مچایا ۔ اور اس سے قبل بھی سلطان بہرام
اور سلطان لکھن ؒ ایک دوسرے پر حملے کئے تھے ۔ اور یہاں کے باشندوں کو بہت تکلیفیں
پہنچائیں ۔ یہی وجہ ہے کہ سوات کے ایک معنی " غوغا اور شور مچانے " کے بھی ہیں ۔(۱)
اور عام لوگوں میں بھی یہ ضرب المثل مشہور ہے " سوات ڈک د فساد " (سوات
فساد سے بھرپور) ۔

اس ایسی حالات کے پیش نظر اکبر نہیں چاہتا تھا کہ یہ لوگ خودمختاری
کی زندگی گزاریں ۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہاں پر انصاری کی تحریک زور
و طاقت پکڑ رہی تھی ۔ جس کی کامیابی کی صورت میں ہندوستان میں مغل بادشاہوں
کو خطرات لاحق ہو جانے کا ڈر تھا ۔(۲)

مذہبی حالت :-

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ صوبہ سرحد کو ایک اہم گزرگاہ کی
حیثیت حاصل ہے ۔ لہذا برصغیر پاک و ہند میں مغربی جانب سے اسلام کے اکثر داعی و
مبلغ اس راستے سے ہوکر آئے ہیں ۔ بعد میں سلطانوں میں جو دوسرے باہمی ترقی پیدا

---

(۱) تذکرہ الابرار والاشرار ص ۱۰۸ از اخوند درویزہ ۔ ادارہ اشاعت سرحد پشاور
۱۹۶۳ء

(۲) تاریخ ریاست سوات ص ۲۲-۲۵

ہوئے ۔ تو ان عقائد کے علمبردار بھی اسی علاقے سے ہو کر سرزمین ہند میں وارد ہوئے
تھے ۔ (۱)

چونکہ افغان لوگ ابتداء میں سے اہل السنت و الجماعت کے پیروکار تھے ۔ (۲)

---

(۱) پٹھان رابطہ ص ۵۲۰-۵۲۲

(۲) لفظ " افغان " کی تحقیق پر بھی ہر محقق اپنی قابلیت اور معلومات کی بناء پر اظہار خیال کرتا رہا ہے ۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ لفظ عبرانی زبان سے تعلق رکھتا ہے ۔ جبکہ دوسری جماعت اسے سریانی الاصل ظاہر کرتی ہے ۔ اور دونوں اس کے معنی ارادہ کرنے کے لیتی ہیں ۔ ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ افغان یا افغانا کی پیدائش کے وقت اس کی ماں نے " افغانا افغانا " کی درد بھری آواز نکالی ۔ جس کے معنی تھے " میں آزاد ہوئی " اور بعد میں بچہ اسی نام سے پکارا جانے لگا ۔ دوسری روایت میں اس لفظ کو فارسی الاصل بتا کر اس کو ماں کی زبان سے " فغان فغان " کے الفاظ بیان کرائے گئے ہیں جن کے معنی " ہائے " اور " صدائے درد " کے ہیں ۔ اور افغان کو اسی " فغان " کی بگڑی ہوئی صورت بیان کیا جاتا ہے ۔

بعض افغان مورخین کے خیال میں اس قوم نے اپنا نام " افغان " بن یرمیاہ بن طالوت کی نسبت سے اختیار کیا تھا ۔ اور بخت نصر نے اپنے عہد حکومت میں انہیں ہرات (افغانستان) کے شمال مشرق کی طرف غور اور فیروزہ کوہ پہاڑیوں میں آباد ہونے کو بھیجا ۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ خود حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہیں اس وقت تک " سلیمانی " کے نام سے پکارتے ہیں ۔

... ...

حاشیہ مذکور

* جدید ترین تحقیقات کی روشنی میں کہا جاتا ہے ۔ کہ لفظ افغان بنی اسرائیل کے
ایک قبیلہ یا گروہ کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ جس کے مورث اعلیٰ کا نام ابوہ یا
افغانا تھا ۔ جس سے لفظ افغان مشتق ہے ۔ افغانا کو اپنی طاقت اور جسامت کے
لحاظ سے شاہ فریدون کے مشہور پہلوان اوغان سے مناسبت دی جاتی تھی ۔ وہ
اوغان کے نام سے پکارا جانے لگا ۔ جو بعد میں بگڑ کر افغان بن گیا اور جب
بابل کے حکمران بخت نصر نے ۵۰۷ ق ۔ م میں ارمیا اور یرمیا کو مقرر کیا کہ وہ
اس یہودی گروہ کو آباد کریں تو وہ اپنے دارا کو نہایت ضعیف العمری کی
حالت میں ہرات اور غور کی طرف لے آئے ۔ اس جدید آبادی کو بخت نصر کی نسبت
سے بختو پکارا جانے لگا ۔ جو بعد میں بگڑ کر پشتو بن گیا ۔

بعض نے لفظ افغان کو سنسکرت کے کسی لفظ کی بگڑی ہوئی شکل مانی
ہے ۔ اور ممکن ہے کہ سنسکرت میں گندھارا کو اسواکا (ASUAKA)
ہی کہا جاتا ہو ۔ یہ لفظ اسوا سے مشتق ہے جس کے معنی شاہ سوار کے ہیں
اور یہ لفظ وادیٔ کابل کے باشندوں کے لئے ان کے بہترین قسم کے گھوڑوں کی نسبت
سے استعمال ہوا ۔ بعد میں چل کر سنسکرت میں یہ لفظ اسواکا یا اسادکا بولا
جانے لگا ۔ جسے یونانیوں نے معمولی سے رد و بدل کے بعد اساکانی یا اساکینی
بنا دیا ۔ جو مورخ مذکور کی رائے میں آگے چل کر اساکان سے افغان اور پھر افغان
بن گیا ۔

اس خیال کی تائید میں کہا گیا ہے کہ پختون قبائل چونکہ پہاڑوں
میں رہنے کے عادی تھے ۔ اس وجہ سے خود انہوں نے پختہ ہر سے پہاڑی ...

حاشیہ مذکور

میں آباد ہوجانے کی درخواست کی تھی ۔ چنانچہ چند قبائل غرجستان میں مدینہ شریف
کے قریب "خیبر" نامی مقام اور عدن کا رخ کیا ۔ جو کثرت جماعت نے آرمیا اور برخیا
کی قیادت میں ہرات اور غور کی راہ لی ۔ خیبر (غرجستان) میں بسنے والوں کو عرب آج
بھی افراد لہم اور غور میں بسنے والوں کو ابدالی اور افغانوں کو سلیمانی کے نام سے
پکارتے ہیں ۔ اور عربوں کی رائے میں بھی افغان بنی اسرائیل کے قبیلے منجاعین سے تعلق
رکھتے ہیں ۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق دار بیان کیے جاتے ہیں ۔

ایک انگریز مصنف ۱۸۵۷ء میں ایک برطانوی وفد کے ساتھ افغانستان جانے کا
موقعہ ملا تھا ۔ لکھتا ہے کہ اسے افغانستان کے شاہی کتب خانہ میں تاریخ افاغنہ پر
لکھی ہوئی سات کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا ۔ ان میں پانچ کی زبان فارسی اور دو کی
پشتو تھی ۔ امر نے ان کتابوں کے مصنفین کے نام نہیں لکھے ۔ البتہ وہ لکھتا ہے کہ تمام
افغان مورخین اپنے آپ کو طالوت کی اولاد اور حضرت طالوت کو قیس تیش یا قیس کا بیٹا
ظاہر کرتے ہیں ۔ اور یہ کہ جس طریقے پر انہوں نے افغانوں کی تاریخ بیان کی ہے وہ
بڑی حد تک انجیل مقدس میں درج شدہ تفصیلات سے مشابہت رکھتی ہے ۔ وہ لکھتے
ہیں کہ حضرت طالوت کے دو بیٹے تھے ۔ ایک کا نام برخیا اور دوسرے کا نام ارمیا تھا ۔
دونوں بیک وقت پیدا ہوئے ۔ اگرچہ دونوں کی مائیں جدا اور قبیلہ لیوی کی چشم و چراغ
تھیں ۔ ان بیٹوں کی پیدائش سے قبل ہی ان کا والد اپنے دو بیٹوں کو ساتھ لئے جنگ
فلسطین میں کام آچکا تھا ۔ بیٹے حضرت داؤد کی نگرانی میں رہے ۔ جو حضرت طالوت کے
بعد تخت نشین ہوئے تھے ۔ برخیا کو بعد میں چل کر وزارت عظمیٰ ملی ۔ جو ارمیا

... ...

حاشیہ مذکور

= افواج کے سالار اعلیٰ مقرر ہوئے۔ ان کے بیٹوں کے نام آصف اور افغانا تھے۔ یہ دونوں بچے اپنے والدین کی وفات کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں انہی عہدوں پر متمکن نظر آتے ہیں۔ کہ جن پر ان کے والدین مقرر تھے۔ آصف کے اشارہ اور افغانا کے جانشین بیان کئے جاتے ہیں۔ مسجد بیت المقدس (فلسطین) جس کی تعمیر حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت میں شروع ہوئی تھی۔ اسی افغانا کی سرکردگی میں بہ عہد حضرت سلیمان (علیہ السلام) اختتام پذیر ہوئی۔

کہتے ہیں کہ جب ملوک بخت نصر نے بیت المقدس پر قبضہ کیا۔ اس وقت بھی یہ لوگ اپنے اسلاف کے پیروکار تھے۔ جو اپنے عزم و ارادہ اور استقلال کے لئے ہزاروں مصائب کا شکار ہوئے اور بالآخر بخت نصر کے حکم سے انہیں فلسطین کا علاقہ چھوڑ دینا پڑا۔ تو وہ غور اور فیروزہ کی پہاڑیوں کی طرف چلے گئے۔ اس جدید علاقے کے گرد و نواح میں بسنے والے انہیں افغان، اوغان اور بنی اسرائیل کے نام سے پکارتے رہے۔ حضرت نبوی کے بعد انہیں پہلی بار حضرت خالد بن ولید کے ذریعے ظہور اسلام کی اطلاع ملی تو افغانوں نے قیس عبدالرشید کی قیادت میں تحقیق حال کے لئے ایک وفد روانہ کیا۔ جس نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر صداقت اسلام کو قبول کیا۔

مذکورہ مؤرخین حضرت خالد بن ولید کو بھی اپنا ہم قوم اور متعلقہ بیان کرتے ہیں۔ جبکہ عربوں کا دعویٰ ہے کہ وہ قریش تھے۔ اس سلسلے میں ایک فریق کا بیان ہے کہ وہ والد کی طرف سے ضرور قریش تھے۔ لیکن ان کی والدہ کا سلسلہ نسب قیس کے خاندان سے جاملتا ہے۔ دوسرا فریق حضرت خالد کو بنی اسرائیل ظاہر کرتے ہوئے

یہی وجہ ہے کہ دیگر علاقہ کے مبلغین نے پہلے پہل ان علاقوں کو تبلیغ و تلقین کا مرکز بنایا ۔ جہاں افغان آباد تھے ۔ چنانچہ ان علاقہ کے داعی پیر و مرید کا لبادہ اوڑھ کر یہاں کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے اور اپنے عقائد کی اشاعت و پرچار کا آغاز کیا ۔ چونکہ اس دور کے افغان اسلام پسند تو تھے مگر ان کے ہاں اصحاب علم و قلم کا فقدان تھا ۔ اس لئے دین کے شوق میں ہر کس و ناکس کا اتباع کرکے گمراہی کی راہ پر گامزن ہوجاتے ۔ اور اس طرح لوگوں کے عقائد و اعمال میں عظیم فساد پیدا ہو کر الحاد و بے دینی کا ایک سیلاب امڈ آتا تھا ۔ (۱)

یوسفزئی جو بہت اچھا اور نیک قبیلہ سمجھا جاتا تھا ۔ دسویں صدی ہجری میں گمراہی الحاد اور بدعات و رسومات کی زد میں آکر اس میں کافی تبدیلی پیدا ہونے لگی تھی ۔ حضرت اخوند درویزہ فرماتے ہیں ۔

" در زمان اول یوسفزئی اکثر مردم اهل صلاح بودند حالا دریں ایام اکثر اهل هوا گشته اند ۔ " (۲)

ترجمہ ۔ (پہلے زمانے میں اکثر یوسفزئی افغان اچھے اور نیک لوگ تھے ۔ اور اس وقت اکثر بے راہ ہوگئے تھے)۔

حاشیہ مذکورہ ـــــ ان کے اور قیس کے سلسلہ نسب میں کسی فرق یا اختلاف کو تسلیم نہیں کرتے ۔ حقیقت کچھ بھی ہو اس پر سب متفق ہیں ۔ کہ افغانوں کو دعوت اسلام حضرت خالد بن ولید کے توسط سے ہی ملی تھی ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت خالد نے اپنی لڑکی کا عقد قیس سے کردیا تھا ۔ اسی وجہ سے افغان اپنے آپ کو خالد کی اولاد ظاہر کرتے ہیں ۔

(تواریخ پٹھان ص ۵۵-۶۹ از اللہ بخش یوسفی)

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۰۷ و ۱۹۰ و ۸۵

مختصر یہ کہ اس دور میں حدود قندھار سے لے کر برصغیر تک بحیثیت مجموعی تمام افغان قوم کی مذہبی حالت بے حد خراب تھی۔ انتہائی جہل کی وجہ سے حق و باطل میں تمیز مشکل ہو گئی تھی۔ اور مسلمانوں کی مذہبی حالت ابتر ہو گئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان حالات کو سدھارنے کی خاطر حضرت پیر بابا (المتوفی ۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء) حضرت اخوند پنجو بابا (المتوفی ۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۰ء) اور حضرت اخوند درویزہ جیسی نامور شخصیات مذاہب باطلہ کی تردید اور عقائد صحیحہ کے پرچار کے لئے دن رات کام کرتی رہیں۔ اور جہاں کہیں بھی کسی باطل پرست کی اطلاع ملتی دشت و بیابان اور کوہ و صحرا میں جا جا کر اس کے خلاف آواز بلند کرتے۔ اور ان عقائد بد کے اثرات سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کی سعی فرماتے۔ (۱)

چونکہ اس زمانے میں افغانوں میں مسلمان بادشاہ موجود نہ تھا۔ اور نہ ہی سلطنت ہند نے ان کو پوری طرح ماتحت بنایا تھا۔ یہ قانون کی بندشوں سے بالکل آزاد تھے۔ اور کوئی بھی انصاف سے کام نہیں لیتا تھا۔ قلت ابرار اور کثرت اشرار کی بناء پر ان حضرات کو خاطر خواہ کامیابی بھی حاصل نہ ہو سکی۔ (۲)

اس دور کے حالات کا مطالعہ کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان علماء حق کی مخلصانہ مساعی سے کچھ حد تک حالات سنبھل گئے تھے۔ مگر مکمل اصلاح کے لئے اب بھی بہت کوشش

---

(۲) ارشاد المریدین ص ۲۔۲ از اخوند درویزہ طبع پشاور۔

....

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۵۱۔
(۲) ایضاً ص ۱۷۴۔

اور اشد کی محنت درکار تھی - کیونکہ لوگوں کے عقائد و اعمال میں کافی فساد و فتور موجود تھا - (١)
اور یہ ڈر تھا کہ کہیں نہ کسی شکل میں فساد و انقلاب کا ظہور ہوتا رہے - چنانچہ
دسویں صدی کے وسط میں ان فسادات کی حالت میں حضرت اخوند درویزہ پیدا ہوئے -
اور اپنے بزرگ اور پیشوا کے ہمراہ اہل السنۃ والجماعۃ کی اشاعت اور اہل باطل کے عقائد کے
اثرات مٹانے کی غرض سے اصلاح احوال کا بیڑا اٹھایا - اور اصلاح معاشرہ کی تحریک چلائی - جس
سے بہت سے افغانوں کے عقائد سنورنے میں مدد ملی - اور اس کا سہرا حضرت اخوند درویزہ کے
سر ہے -

....

---

(١) نورالبیان (قلمی) ٢٠ - ١٩ از نور محمد قریشی -

باب دوم

حضرت اخوند درویزہ کے حالات زندگی

حسب و نسب :

آپ کا اصلی نام اخوند (۱) درویزہ (۲) ہے ۔

---

(۱) یہ ایک لقب ہے ۔ جو وسطی ایشیا اور ایران میں خواجہ آفندی کی جگہ علماء کے لئے استعمال ہوا ہے ۔ جو بعض اوقات ایک خاص دینی منصب کے لئے بھی مستعمل ہوتا تھا ۔ یہ لفظ افندی (   ) کی بجائے بھی استعمال ہوتا ہے ۔ اور اخنم کی شکل میں بھی بولا جاتا ہے ۔ مشرقی ترکستان میں یہ دینی پیشوا اور بلند مرتبہ علماء کے علاوہ محلے کے اماموں کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا ۔ اور اماموں اور مفتی کے درمیان واسطے کا کام بھی دیتا تھا ۔ بدھو کے اطراف اور خصوصاً دریائے جو کے جوشے میں مغلوں کے زمانے میں بھی جو عیسائی ترک آباد تھے ان کے پادریوں کو ارکون یا ارخون کہا جاتا تھا ۔ اور بالکل ممکن ہے کہ اس لفظ نے آگے چل کر اخون کی شکل اختیار کرلی ہو ۔ (ماخوذ از دائرہ معارف علوم اسلامیہ ص ۲۰۹ جلد دوم طبع ۱۹۶۶ء پنجاب یونیورسٹی لاہور) ۔

اخوند اس زمانے میں پی ایچ ڈی (۱) کو کہتے تھے ۔ اور عربی میں علامہ کو بھی کہا جاتا تھا ۔ (ماخوذ از تاریخ ریاست سوات ص ۸۲ محمد آصف)

" اخون " اخوند کا مرخم ہے ۔ یہ ایرانی لفظ ہے جس کے معنی متبحر عالم کے ہیں ۔ ہم اپنی اصطلاح میں اس کے معنی علامہ کر سکتے ہیں ۔ مرخم اسم ہوتی

حاشیہ مذکور

ـــ ہے جبکہ آخری حرف زبان پر ثقیل ہو ۔ چونکہ یہاں بھی دال جوکہ آخری حرف ہے ۔ زبان پر ثقیل تھا ۔ لہذا گرا دیا گیا ہے ۔ اور " اخوند " سے " اخون " رہ گیا ۔ (ماخوذ از تذکرہ مشائخ سرحد ص ۲۵ از سید امیر شاہ قادری)

(۲) مصنف تاریخ ریاست سوات نے آپ کا اصلی نام عبدالرشید بتایا ہے ۔

(تاریخ ریاست سوات ص ۵۸-۵۷ از محمد آصف خان)

روحانی رابطہ میں آپ کا نام عبداللہ المعروف الحداد ذکر ہوا ہے ۔

(روحانی رابطہ ص ۵۱۱ از عبدالحلیم اثر)

(ص) یہی رائے نصراللہ خان نصر کی بھی ہے ۔ (اخوند درویزہ ص ۲-۱۱ از نصراللہ

اللہ بخش یوسفی کا خیال ہے ۔ کہ یہ دونوں القاب ہیں ۔ اول الذکر طالمہ کے مترادف ہے ۔ اور موخر الذکر اس وجہ سے مشہور ہوا کہ طلباء کو محلے یا گاؤں کے گھروں سے آواز دے کر وظیفہ (سامان خوراک) دینے کی رسم انہوں نے ہم جاری کی تھی ۔ اور اس وقت تک پشاور مردان اور سوات کے بعض علاقوں میں مساجد کے طلباء " وظیفہ لاؤ ایما درو " کی صدا دیتے ہیں وہ انہیں اخوند درویزہ کی وجہ سے ہے ۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا مقالہ نگار ان کا نام عبدالکریم بتاتا ہے ۔

حالانکہ یہی نام اخوند درویزہ کے بڑے صاحبزادے کا ہے ۔

(یوسف زئی پٹھان ص ۲۲۸ از اللہ بخش یوسفی)

(و تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۲۳۳ از اعجاز الحق قدوسی)

میاں تقیم الحق کاکاخیل نے دیباچہ " مخزن اسلام " میں اخوند درویزہ کا

اصلی نام درویزہ باپ کے نام گدائی کی مناسبت سے لکھا ہے اور پختونوں میں ـــ

آپ نسباً تاجک (۱) ، مسلکاً پشاوری تھے ۔ (۲) آپ کی والدہ ماجدہ کا خاندان سلاطین

حاشیہ مذکور

— اب بھی ملنگ ، کچکول ، فقیر ، قلندر وغیرہ کے نام عام ہیں ۔

ان کی دوسری رائے یہ ہے کہ خود اخوند درویزہ نے اپنا نام ہر جگہ درویزہ لکھا ہے ۔ (ماخوذ دیباچہ مخزن از تفہیم الحق)

راقم الحروف بھی جان تفہیم الحق کاکاخیل کی رائے سے اتفاق کرتا ہے کیونکہ حضرت اخوند درویزہ نے خود اپنے آپ کو اس نام سے لکھا ہے جو سب سے بڑی دلیل ہے ۔

* * * * * *

(۱) مشہور انگریز مورخ سر اولف کیرو نے آپ کا خاندان تاجک نسب سے منسلک کیا ہے ۔ (پٹھان از اولف کیرو ص ۸۰-۲۷۹ ۔ اردو ترجمہ سید محبوب علی مطبوعہ خیبر مل پریس)

دوسرا قول حضرت اخوند درویزہ کا اپنا ہے ۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے قوم کے ہر دہقان ہمارا پوری نسب نامہ ترکی نسب پر منتہی ہوتا ہے ۔

(تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۰۵)

اس سے معلوم ہوا ہے کہ خود اخوند درویزہ نے اپنے اسلاف کے اقرار کی روشنی میں تاجک قوم کو ترکی النسل ہونے کا اعتراف کیا ہے ۔ اور اسی روایت کی بناء پر متاخرین تذکرہ نگار حضرات نے بھی حضرت درویزہ کا نسب تاجک ترک بیان کیا ہے ۔ (مقدمہ مخزن از تفہیم الحق کاکاخیل و تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۲۲۹ از اعجاز الحق قدوسی)

... ...

حاشیہ مذکور :-

مشہور افغان تاریخ دان عبدالحلیم اثر نے بھی حضرت اخوند درویزہ کا خاندان
تاجک نسل بیان کیا ہے۔

(وطنانی روابط ص ۵۱۵ از عبدالحلیم اثر)

تاجک کی مختصر تاریخ :-

حضرت درویزہ نے جہانگیری سلاطین کا جو شجرہ نسب بیان کیا ہے وہ زیادہ
شہرت رکھتا ہے۔ آپ باجوڑ کے سلاطین جہانگیری کے ساتھ اپنے رشتے و تعلق کا بیان
کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

" از خواہر زادہ ہائی ایشانم کہ لہ " ابن الاخت القوم منہم "
چنانکہ والدہ عفیفہ مستورہ عابدہ ظہیر زادہ ی نام بنت فتو خان بن ملک دلوپالی ابن
ملک بابو بن سلطان قران بن سلطان خواجہ بن سلطان توحا بن سلطان بہرام ابن سلطان
کیہماس بن سلطان مہلدو بن حوص بن سلطان جہار سماع است کہ سلطان جہار از اولاد
سلطان عوص است و سلطان عوص پسرے بود از پسران سلطان سکندر ذوالقرنین ۔

(تذکرہ الابرار والاشرار ص ۱۱۲-۱۱۳)

ترجمہ :-

یعنی میں (اخوند درویزہ) ان کا بھانجا ہوں۔ اور جیسا کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی قوم کا بھانجا ان ہی میں سے شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ
ہماری والدہ ماجدہ صحاۃ قرارۃ پاک پردہ دار اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ اور
فتوخان بن ملک دلوپالی بن ملک بابو بن سلطان قران بن سلطان خواجہ بن سلطان

... ...

حاشیہ مذکور :-

یوشا بن سلطان بہرام بن سلطان کیہماس بن سلطان سینا و بن جوس بن سلطان جمار

کی (صاحبزادہ تھیں) اور سنا ہے کہ سلطان جمار سلطان شوس کی اولاد سے ہیں

اور سلطان شوس سلطان سکندر ذوالقرنین کی اولاد میں سے ہیں۔

لیکن یہاں مشکل یہ ہے کہ سلطان ذوالقرنین کے بارے میں علماء اور مؤرخین

مختلف الرائے ہیں بعض نے ذوالقرنین کو ایرانی النسل بعض نے عربی النسل بعض

یونانی اور رومی اور بعض نے اسرائیلی نسل کے ساتھ منسلک بتایا ہے۔

جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ذوالقرنین ایک بہادر اور نیک بادشاہ کا

لقب تھا۔ حضرت عمر فاروق حضرت علی حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس

المجاہد الشعبی حافظ ابن تیمیہ ابن قیم ابن کثیر ابن حبان حافظ ابن حجر

شیخ بدرالدین عینی امام النووی اور القرطبی جیسے بلند پایہ حضرات ذوالقرنین کو

سکندر مقدونی نہیں مانتے۔ اس لئے کہ قرآن کریم کی رو سے ذوالقرنین موحد اور صاحب

ایمان تھا اور سکندر مقدونی ظالم اور متکبر شخص تھا۔

(ماخوذ انبیائے قرآن ج۳ ص ۵۲۵ از محمد جمیل احمد۔ قصص القرآن ج ۳

ص ۲۲۷ ۔ ۲۱۶ از حفظ الرحمن سیوہاروی)

تاجیک مؤرخین کی نظر میں :

حالات و واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ سلاطین جہانگیری اور دہگان ایک نسل

سے تھے۔ سلاطین جہانگیری کے بارہ میں کیہان (　　　) وہی کا قول ہے کہ یہ

... ...

حاشیہ مذکور :-

نسلاً عجمی تاجک ہیں ۔ (ہزارہ گزیٹیر ص ۴۳ ۸۳ ـ ۱۹۸۲ ء)

دہگانوں کے متعلق انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار کا کہنا ہے کہ

" دہگان جنوبی افغانستان اور بلوچستان کے فارسی خوان لوگ ہیں ۔ان کو " دہوار "

بھی کہا جاتا ہے ۔ دہگان اور دہوار کے معنی ہیں ۔ " کاشتکاری کرنے والے لوگ "

دہگان تاجک کے ساتھ نسلاً منسلک ہیں ۔اور قدیم ایرانی نسل (آریا) لوگوں میں سے

ہیں ۔مستقل گھروں میں رہائش رکھتے ہیں ۔

(انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص ۹۶۱)

انگریز مورخ بیلو کا قول ہے کہ تاجکوں میں بعض لوگ کاشتکاری کرتے ہیں ۔

ان کو مغربی افغانستان میں " دہوار " کہتے ہیں ۔اور مشرقی صوبوں میں دہگان اور

دہقان کے نام سے یاد ہوتے ہیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ قدیم یونانی مؤرخین نے ان کو

" داہہ " کے نام سے یاد کیا ہے ۔

آریانا دائرہ معارف کے مقالہ نگار نے بھی دہگان کو تاجک شمار کیا ہے ۔

(پشتو آریانا دائرہ معارف کابل ج ۵ صفحہ (مقالہ دہگان))

سلطان محمد صابر تلاش اور مستونگ کے دہگانوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ

اپنے آپ کو تاجک نسل شمار کرتے ہیں ۔

(تاریخ قدیم پشتو ص ملتقط ۲۳۲ از سلطان محمد صابر) وترجمہ (عبدالفتح

مطبوعہ اسلامیہ پریس کوئٹہ ۱۹۷۶ ء)

تواریخ خورشید جہان کے مؤلف شیرمحمد خان گنڈہ پور لکھتے ہیں کہ

... ...

حاشیہ مذکور :-

= سواتی دھگان نسل کے اعتبار سے اپنے آپ کو تاجیک کہتے ہیں ۔

(تواریخ خورشید جہان طوسی ص ۲۱۶)

عصر جدید کے مورخین بھی اپنی جدید تحقیقات کی روشنی میں تاجک قبیلہ کو
ترک نہیں بلکہ پختون نسل سے ہی منسلک بتلاتے ہیں ۔ احمد علی کہزاد لکھتے ہیں ۔
کہ پکتیا (پختونخواہ) میں آباد پختون قوم کی ایک شاخ دادیک قبیلہ ہے ۔ اس قبیلے
کے لوگ آج کل تاجیک کے نام سے مشہور ہیں ۔ یہ آریائی قبائل کا ایک قدیم قبیلہ ہے ۔
اور آریانا کے مختلف مقامات پر سکونت پذیر ہے ۔ زمانہ قدیم سے لے کر آج تک اس نے
آریانہ کے دیگر قبائل کے ساتھ کامل یگانگت اور اتحاد و اتفاق کے ساتھ زندگی بسر کی
ہے ۔ یہ وہی لوگ ہیں جو ژند کی زبان میں "داکو" کے نام سے یاد کئے گئے ہیں ۔
اور "دھگان" کا کلمہ اسی "داکو" لفظ سے وجود میں آیا ہے ۔

تواریخ میں دھگان لوگ "دہگان" اور "دھقان" کے نام سے بھی یاد کئے گئے
ہیں ۔ اور مختلف شہر (اندولو) میں ایران بلخ ننگرہار باجوڑ دیر سوات اور هشتنگر پر
حکومت کر چکے ہیں ۔

(افغانستان جیوطہ پختوائے تاریخ ص ۱۲۵ ۔ ۱۲۴ مطبوعہ انجمن تاریخ
افغانستان ۱۳۲۸ھ)

<u>دھگان نسلاً پٹھان ہیں :-</u>

خلاصہ بحث یہ کہ دھگان اپنے آپ کو تاجیک کہتے ہیں ۔ مورخین اور ماہرین
لسانیات بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ دھگان تاجیک ہیں ۔ اور تاجیک کے متعلق

بلخ سے ملحق کرتے ہوئے سلطان سکندر ذوالقرنین تک جا پہنچتا ہے ۔ (۱)

حاشیہ مذکور :-

احمد علی کہزاد کی تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ پختون قوم کی ایک شاخ ہے ۔ لہذا وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ دھگان نسب کے اعتبار سے پٹھان ہیں ۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو پختون کہتے ہیں ۔ بلکہ پختونوں کی تمام رسوم و روایات کے بڑے دلدادہ بھی ہیں ۔

(پشتو رسالہ ماہ جنوری ۱۹۸۲ء ص ۲۲ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی از ڈاکٹر محمد حنیف)

(۲) چونکہ آپ کی زندگی کا زیادہ حصہ پشاور میں گزرا ہے ۔ اور آپ کا مدفن اور مزار بھی پشاور میں ہے ۔ لہذا آپ کو ننگرہاری ثم پشاوری کہا گیا ہے ۔ آپ کے نام کے ساتھ اکثر جگہوں میں پشاوری کا ذکر ہے ۔ آپ کے ~~[illegible]~~ آباء و اجداد افغانستان کے ضلع ننگرہار سے تشریف لائے تھے ۔ اس لئے اپنے آپ کو ننگرہاری بھی کہتے ہیں ۔

(ماخوذ از تذکرہ علمائے هند ص ۹۱ سید رحمان علی و خزینۃ الاصفیاء از مفتی غلام سرور) ۔

....

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ■ ۱۱۲ تا ۱۱۳

مقام وجائے پیدائش اور سن ولادت

آپ کی جائے پیدائش صحیح طور پر معلوم نہیں - مگر سید تقویم الحق کاکاخیل نے آپ کی جائے پیدائش علاقہ بونیر کے قبیلہ چغرزئی میں اسماعیل خیل کے دیہات میں بیان کی ہے -(1)

چونکہ آپ کے دادا محترم شیخ سعدی کو علاقہ ملوزئی میں مندوزد قبیلے کے ساتھ حصہ ملا لہذا آپ کے خاندان کی مکمل سکونت وہاں پر ہوئی - جس کی وجہ سے آپ کی پیدائش یہاں پر ہوئی -(2)

عبدالحلیم اثر نے آپ کی جائے پیدائش ضلع پشاور کے مندوزو نامی گاؤں میں بتلائی ہے -(3) مگر بعد میں انہوں نے بھی اپنے اس قول سے رجوع کرتے ہوئے قول الذکر والے کو ترجیح دی ہے جو مطالعوں سے صحیح ثابت ہوئی ہے -

اسی طرح آپ کی سن ولادت میں بھی اختلاف ہے -

عبدالحلیم اثر نے آپ کی سن ولادت ۹۲۰ ھ / ۱۵۱۱ء بتلائی ہے -(4) سید امیر شاہ قادری نے ۹۵۲ھ / ۱۵۲۶ء بیان کی ہے -(5)

---

(1) تذکرہ مخزن ص ۵ - ۶ از تقویم الحق کاکاخیل مطبوعہ پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۹۶ء -

(2) مقالہ آخوند درویزہ ص ۳ از نصراللہ خان نصر -

(3) روحانی رابطہ ص ۵۱۲ -

(4) ایضاً ص ۵۱۱ -

(5) تذکرہ مشائخ سرحد ص ۲۵ از امیر شاہ قادری - مطبوعہ عظیم پبلشنگ ہاؤس خیبر بازار پشاور

عبدالروف بینوا نے بھی آپ کی سن ولادت ۹۴۰ھ / ۱۵۱۱ء بیان کی ہے - [1] معلوم
یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی عبدالحلیم اثر سے ماخذ کیا ہے - اور یہی قول قوی تصور کیا جاتا
ہے - کیونکہ اکثریت اسی کے قائل ہے -

آپ کا شجرہ نسب خلیفہ سوئم داماد نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن عفان
تک جا پہنچتا ہے - سلسلہ نسب یہ ہے -

اخوند درویزہ ابن اخون گدائی ابن شیخ سعدی ابن دولان ابن اخوند احمد ابن محمد
ابن جیون ننگرہاری ابن اخون حمزہ ابن ظہیرالدین ابن اخون محمد ترکستانی ابن عرفان الدین ابن
اخون نوعاب ابن عبدالوہاب ابن ظفرشاہ ہراتی ابن منصور شاہ ابن اخون منیرہ ابن اخون
کبریا ابن سید حسن ابن سید احمد ابن شریف الدین عرفانی ابن اخون یمن ابن اخون محسن ابن
اخون کمال ابن اخون جلال الدین بخاری ابن جمال الدین بخاری ابن عبدالحکیم ابن
عبدالسلام ابن جابر ابن عمران ابن مسلم ابن احمد صغیر ابن شیخ احمد کبیر ابن حضرت مقیم ابن
عبدالعزیز ابن عبدالقادر مدنی ابن عبدالرحمن ابن حضرت آبان مدنی ابن حضرت عثمان ابن
عفان ذوالنورین و ذوالہجرتین - [2]

آباء و اجداد

آپ کے والد بزرگوار کا نام گدائی تھا - آپ کے اسلاف پندرھویں صدی عیسوی کے آخر تک

---

(۱) د افغانستان نومیالی ص ۴۲ از عبدالروف بینوا -

(۲) پشتو رسالہ ماہنامہ ص ۲۲ ماہ مئی ۱۹۶۸ء از رحیم شاہ رحیم مطبوعہ پشتو اکیڈمی پشاور

ننگرہار (افغانستان) میں آباد تھے ۔ مگر جب ۸۹۰ھ ۱۴۸۵ء میں یوسفزئی قبیلے نے افغانستان کے محل فرمانروا مرزا الغ بیگ (المتوفی ۹۰۷ھ ۱۵۰۱ء) کے ساتھ کشمکش کی بناء پر وادی پشاور کی جانب کوچ کیا تو حضرت اخوند درویزہ کے اسلاف بھی اس قافلے کے ہمراہ آئے ۔ (۱)

آپ کے بزرگوں میں سب سے پہلا شخص جو لغمان کی جانب سے ننگرہار آیا وہ حسون بن منتی تھا ۔ آپ کے جد اعلی حسون بن منتی سفید ریش اور گھنی داڑھی والے بزرگ تھے ۔ ساتھ ہی دولت مند اور سخی بھی تھے ۔ جب انہوں نے ننگرہار میں مہمند قبیلے کے لوگوں میں سکونت اختیار کی تو ایک جشن عظیم منعقد کرکے تمام لوگوں کو ایک عام دعوت دی ۔ لیکن اس قبیلے کے لوگوں میں سے کسی ایک نے استہزاءً [illegible] کے بھرے ہوئے ہاتھوں سے ان کی داڑھی پکڑ لی ۔ حسون نے ناراض ہوکر اس کا استغاثہ سلطان بہلول سے کیا ۔ سلطان بہلول نے ان کی حمایت میں کچھ لوگوں کو بھیجا ۔ حسون نے مہمندوں کی گوشمالی کرکے اس علاقے کو اپنی حکومت کے تحت لے لیا ۔ (۲)

و این حسون را هفت پسر بوده ۔ یکے ازاں منتہ نام و از منتہ فرزندی ماند احمد نام و ازو فرزندے ماند درمان نام ۔ این درمان از مهمند بدر رفته با مردم بابهی در مابین ستوری کشته ازان بار تا امروز ما را با مردم بابهی اختلاطست و اردوغان

---

(۱) دی پٹھان کیرو ص ۱۷۳ میکملن اینڈ کمپنی لندن (عجائب گھر پشاور)

(۲) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۰۶ ۔

فرزندے شاہد سعدی نام _(۱)

ترجمہ ۔ سعدون کے ساتھ بیٹے تھے ۔ ان میں سے ایک کا نام متہ تھا ۔ اور

متہ کے بیٹے کا نام احمد اور احمد کے بیٹے کا نام درمان تھا ۔ یہی درمان خاندہ

مہمند سے نکل کر علاقہ یوسفزئی میں آیا اور موضع باجی میں سکونت اختیار کی ۔

اور درمان کا بیٹا سعدی بھو (جوکہ حضرت اخوند درویزہ کے دادا تھے ۔) ان

کے ساتھ تھا ۔

۹۲۰ھ ۱۵۱۲ء میں جب یوسفزئی افغانوں نے سوات اور بونیر کے

علاقہ پر قبضہ کیا تو تقسیم میں شیخ سعدی کو جو اس وقت کی نہایت معزز متقی اور

بااثر شخصیت تھی انہوں نے بھی زمین قبضہ کی، شاہ معدی زمین کے ساتھ اراضی دے

دی ۔

شیخ ملی نے اراضی کی تقسیم خود کرتے ہوئے شیخ سعدی کو ان کی (۲)

بزرگی کے پیش نظر عہد آدمیوں کا حصہ دیا ۔ لیکن جب ملیوں نے یوسف زئیوں کے خلاف

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۰۲ ۔

(۲) شیخ آدم بن ملی کا تعلق قبیلہ دولہ زئی سے تھا ۔ انتہائی زاہد اور عابد
شخص تھے ۔ آپ کے زہد اور تقوی کے بارے میں حضرت اخوند درویزہ لکھتے ہیں
کہ ایک روز ایک شخص چڑیا شکار کرکے لایا ۔ آپ نے پوچھا یہ کہاں سے لائے
ہو ۔ اس شخص نے شکار کی جگہ بتائی ۔ آپ نے اس کے کھانے سے انکار کردیا ۔

سازش کی اور امیر قنداہی نے سواروں کے دستے کے ساتھ اس علاقے کو تاخت و تاراج کیا ۔ بعض سواروں نے ناآشنائی کی بناء پر شیخ سعدی کو بھی شہید کردیا ۔ اور ان کے بیٹے گدائی جو حضرت اخوند درویزہ کے والد تھے گرفتار کیا ۔ مگر جب حاکم وقت کو شیخ سعدی کی شہادت کا پتہ چلا ۔ تو اسے بے حد افسوس ہوا ۔ اور اس نے لشکریوں پر غصہ و غضب کرکے گدائی کو رہا کیا ۔ اس لڑائی کے بعد گدائی نے مہمند رشی کے علاقے میں سکونت چھوڑ کر چمرشی کے قبیلے اسماعیل خیل میں جاکر سکونت اختیار کی ۔ جہاں ان کو اور ان کے دس ساتھیوں کو اس قبیلے کے لوگوں نے کچھ زمین دے دی ۔(۱)

حضرت اخوند درویزہ کے والد شیخ گدائی نے اگر چہ تعلیم نہیں حاصل کی تھی ۔ جس کی وجہ سے ان کا شمار علماء میں تو نہیں ہوتا مگر بزرگوں میں اچھی مقام ضرور حاصل تھا ۔ اور علم دوست بھی تھے ۔ علماء کی خاطرداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے اور اپنا دسترخوان ان کے لئے ہمیشہ کھلا رکھتے ۔ حضرت اخوند درویزہ

حاشیہ مذکورہ ۔

— اور کہا کہ وہاں کے لوگوں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ حرام خور ہیں ۔ شاید اس چڑیا نے ان دانوں میں سے ایک کھایا ہو ۔

(ماخوذ از تذکرہ الابرار والاشرار ص ۱۲۰)

آپ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے یوسفزئیوں کو اکٹھا کرکے انہیں سوات میں حکمرانی عطا کی ۔ اور پھر اراضی کے بندوبست کا وہ اہتمام کیا کہ انگریزوں کے قبضہ سے قبل پورے صوبہ سرحد میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے ۔ آپ کے اس کارنامے پر خوشحال خان خٹک نے کہا ہے کہ سوات میں دو چیزیں ہیں —

کا قول ہے کہ

"والد کی وفات کے بعد میں نے خواب میں ان کو دیکھا ۔ کہ میرے والد چوتھے آسمان پر علماء اور صوفیاء کے ساتھ گھوم رہے ہیں ۔ میں نے خیال کیا کہ یہ تو نہ عالم تھے اور نہ صوفی تھے ۔ ان کے ساتھ کیسے شریک ہوگئے ۔ کہ اچانک آواز آئی کہ خود تو عالم نہ تھا لیکن صحبت علماء کی اختیار کی تھی ۔ (۱)

آپ کی والدہ ماجدہ ایک صبورہ اور پاکباز عورت تھیں ۔ ان سے نماز تہجد بلوغت کے بعد کبھی بھی قضا نہیں ہوئی ۔ حضرت اخوند درویزہ لکھتے ہیں کہ

"ایک دن صبح میں نے اپنی والدہ کے چہرہ کی طرف دیکھا ۔ تو ان کی دائیں آنکھ بالکل نیلی تھی ۔ میں نے (حضرت اخوند درویزہ نے) اس کی وجہ پوچھی تو والدہ نے جواب دیا کہ آپ کو پتہ ہے کہ میرے والد قائم اللیل تھے ۔ جب سے میں نے نماز شروع کی ہے میں بھی ان کے ساتھ نماز تہجد کی عادی ہوچکی ہوں ۔ رات تمہارے بھی پڑ رہی تھی ۔ میں اس کو بہلا رہی تھی کہ میری آنکھیں بند ہوگئیں ۔ اس حال میں ایک انگلی دکھائی دی لیکن کوئی آدمی دکھائی نہ دیا ۔ وہ انگلی میری آنکھ میں گھسی اور یکایک ایک آواز سنائی دی ۔ کہ کیا آنکھیں بند کرتی ہو ۔ حالانکہ صرف چار سال زندگی تمہاری باقی ہے ۔ چار سال بعد میری والدہ کی وفات ہوئی ۔ تو آ

حاشیہ مذکورہ

= ایک اخون درویزہ کا مخزن اور دوسرا شیخ ملی کا دفتر ۔

(ماخوذ تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۶۲)

......

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۰۷ ۔ ۱۰۹ ۔

(۱) ارشاد الطالبین ص ۲۲۰ از اخوند درویزہ ۔

اسی طرح نیلی تھی ۔ (۱)

تعلیم و تربیت

ایسے نیک والدین کی اولاد بھی نیک ہوتی ہیں ۔ چنانچہ حضرت اخوند درویزہ بچپن ہی سے زہد اور عبادت کی طرف مائل تھے ۔ آپ بچپن ہی میں اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خشیت کی وجہ سے رویا کرتے تھے ۔ اور آپ کی والدہ آپ کو بغیر وجہ دکھائے رونے پر ناراض ہوتی تھی ۔ اور آپ عمر کی ایسی حد میں تھے کہ خود بھی وجہ معلوم نہ کر سکتے ۔

"وجہ گریہ چہ باشد ۔ مرا امکان تعبیر حال خود نبودہ کہ از تنگی و تاریکی گور در گریہ و زاری ام ۔ چون بحد گویائی درآمدم ۔ بقیام شب و صیام نہار و دوام وضو غیر ذلک ۔ از ادائے اوامر و اجتناب مناہی استقامت ورزیدم ۔ تا تزکیہ بدن و تصفیہ قلب حاصل آمد ۔ (۲)

ترجمہ :۔ میں اس کی کوئی تعبیر نہ کر سکتا کہ مجھے یہ رونا کیوں آتا ہے ۔ اور کیا یہ رونا عذاب تنگی قبر کے ڈر کی وجہ سے ہے ۔ یہانتک کہ میں نے کچھ اور ہوش سنبھالا ۔ تو میں راتوں کو عبادت کرتا ۔ دنوں کو روزے رکھتا اور ہمیشہ باوضو رہتا ۔ اور شرعی اوامر و نواہی کی شدت سے پابندی کرتا ۔ یہاںتک کہ مجھے تزکیہ بدن اور تصفیہ قلب حاصل ہو گیا ۔

اس کے بعد آپ کے دل میں علم کا شوق پیدا ہوا ۔ اسی دوران آپ ایک دن پونیر میں

---

(۱) ارشاد الطالبین ص ۱۹۰ ۔

(۲) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۰ تا ۱۱۹ ۔

اپنے دوستوں کے ہمراہ شکار کی غرض سے کوہ جمعو کی طرف پہنچے ۔ کہ آپ نے دو سفید ریش شخص عصا ہاتھ میں لئے نورانی چہرے والے آئے اور انہوں نے کہا ۔ " احسن الخالقین ورب العالمین " اور پھر غائب ہوگئے ۔ آپ نے یہ سنا اور اپنے دل میں دہراتے ہوئے اپنے علاقے کے مشہور عالم میر احمد صاحب کو یہ واقعہ سنایا ۔ جس پر انہوں نے فرمایا کہ واہ میں نے بھی تمہارے (اخوند درویزہ) متعلق ایک خواب دیکھا ہے ۔ کہ تم ایک بڑے دریا میں ڈوب گئے ہو ۔ میں نے ہر چند ہاتھ پاؤں چلائے لیکن تم تک نہ پہنچ سکا ۔ اگر چہ آپ کی والدہ ماجدہ اس خواب کو سن کر بے حد پریشان ہوئیں ۔ مگر مکو ملا میر احمد صاحب نے فرمایا ۔ اگر تم نے طلب علم میں کوشش کی ۔ تو وجہ سے اور اپنے زمانے کے اکثر علماء سے سبقت لے جاؤ گے ۔ (۱) چنانچہ آپ کی والدہ نے تھوڑا سا میوہ (شیرینی) دے کر آپ کو حضرت مولانا میر احمد کی خدمت میں پیش کیا ۔ جو آپ کے پہلے استاد مقرر ہوئے ۔

استاد صاحب نے پہلے دن آپ کو تختی پر حروف تہجی لکھائی ۔ یہ ظہر کا وقت تھا اور مغرب تک آپ نے لکھائی کے علاوہ اس کو زبانی یاد بھی کرلیا ۔ قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ روزانہ دو سورتیں یاد کرلیتے ۔ اور ایک سال پورا ہونے تک آپ نے قرآن کریم مکمل حفظ کرلیا ۔ اور کچھ ابتدائی کتابیں بھی پڑھ لیں ۔ (۲)

آپ بچپن ہی سے خوف خدا کے دلدادہ تھے ۔ آپ خود لکھتے ہیں ۔

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۰ ۔ ۱۱۹

(۲) ایضاً ص ۱۲۰

"کہ این فقیر از زمان طفولیت تا ہنگام بلاغت همیشہ از حضور جهاندار خراسان

و از هیبت عدالت او ترسان و لرزان بوده ـ چون در طلب علم اشتغال نمودم ـ اساتذہ معتبره

چون ملا میر احمد وغیره را از خود ترسان و لرزان تر یافتم"۔(۱)

ترجمہ :۔ "یہ فقیر بچپن ہی سے لے کر زمانہ بلوغت تک ہمیشہ خوف الٰہی اور قہر جبار کی سے

لرزاں رہتا ۔ لیکن جب میں علم حاصل کرنے میں مشغول ہوا تو میں نے اپنے اساتذہ

ملا میر احمد وغیرہ کو اپنے سے بھی زیادہ خشیت الٰہی میں لرزاں و ترساں پایا ۔"

یہی آپ کی اچھی صحبت کا اثر تھا ۔ کہ آپ بچپن ہی سے نیک اور متقی ہوئے ۔ اور

آخر وقت تک اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے رہے ۔ آپ نے ملا میر احمد صاحب کے علاوہ جن نامی

گرامی علماء سے علم کی پیاس بجھائی ان میں ملا زنگی پاپینی اور مولانا منصور پاپینی بھی شامل ہیں۔(۲)

اس کے بعد آپ اپنے مرشد(۳) کی طرح مزید علم سے بہرہ ور ہونے کے لئے ہندوستان

تشریف لے گئے ۔ اور اس زمانے کے مشہور عالم ملا جمال الدین ہندوستانی سے علم حاصل کیا ۔ اور

پھر بخارا کے یوسف صاحب سے علم کی پیاس بجھائی ۔ مگر چونکہ آپ کا دل خوف خدا سے لبریز تھا

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۰ ۔

(۲) ایضاً ص ۱۱۳ ۔

(۳) مرشد سے وہ پیر کامل مراد ہے جو کہ روحانی سے بخوبی واقفیت رکھتا ہو ۔ اور ارشاد

یعنی صراط مستقیم کی جانب رہنمائی کرنے پر قادر ہو ۔

(التعریف ص ۲۲۵ ۔ تفسیر بیان القرآن سورہ مریم آیت ۹۶)

اور آپ نے دیگر اساتذہ کو خوف خدا میں اپنے سے زیادہ دیکھا تھا ۔کہ اچانک ایک روز ملا جمال الدین ہندوستانی صاحب کے شاگردوں کو دیکھا کہ وہ ہنسی اور قہقہوں میں مشغول تھے ۔اور بے تکلف باتیں کئے جاتے تھے ۔اور موت کا ڈر ان کے دل میں نہ تھا ۔لہذا میں واپس ہوا ۔(1)

یہیں ہی میں آپ اپنی ایک پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ :-

"ایک دن میرے استاد ملا سنبھل ہاہلی نے مجھ سے کہا ۔کہ آج کل ترکلانی قبیلے(2) کے لوگوں نے چگان سرائے قبیلے کے لوگوں کو قلعہ بند کر رکھا ہے ۔معلوم نہیں کہ ان کا کیا انجام ہوگا ۔میں نے دل میں اس پر غور کیا ۔اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے جواب دیا کہ چگان سرائے ایک موضع ہے ۔جو دو دریاؤں کے درمیان ہے ۔حالانکہ میں نے کبھی موضع چگان سرائے نہ دیکھا تھا ۔میرے استاد نے میری تائید کی ۔پھر میں نے کہا کہ ترکلانی کے لوگ شکست کھائیں گے ۔ چنانچہ جب ان کی شکست کی خبر ہمارے ہاں پہنچی تو ان کی شکست کا وقت وہی تھا جو وقت میں نے کہا تھا ۔(3)

---

(1) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۱ ـ ۱۲۰

(2) اس قبیلے کے جد امجد شیخی کی دو بیویاں تھیں ۔ایک کا نام "برجانہ" اور دوسری کا نام "بسو" تھا ۔بسو کے ہاں جو اولاد پیدا ہوئی وہ اس کے فرزند اکبر "ترک" کی نسبت سے ترکانی موسوم ہے ۔(تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۱۹)
تاریخ پشاور (از گوپال داس ص ۲۲۹) جو کہ تاریخ کی کتابوں میں ترکلانی
ترکلانڑی اور ترکانڑی ناموں سے بھی یاد کیا گیا ہے ۔
یہ قبیلہ وسی کے تین بیٹوں، جو محمود (ماموند) عیسی اور وسی کی

اور یہ جوش و جذبہ بڑھ گیا - چنانچہ اپنے استاد صاحب طریقہ (۱) ملا سنجر کو بہ والتماس ساتھ لیے -

بحوہ آپ کو حضرت شیخ الاسلام والمسلمین شیخ علی ترمذی کی خدمت میں لائے -

• بعد از شرف ملاقات کیفیت احوال خود و باز نمودم از زہد و ریاضت و کشف (۲)

و کرامت (۳) حضرت ایشان تبسم نمودہ ۔ کہ شیخ کامل (۴) افغانان گشتہ ۔ اما خوب

---

(۱) احکام شرعیہ دو حصوں پر منقسم ہیں ۔ اعمال ظاہرہ کے ساتھ جس حصے کا تعلق ہے اس کا نام فقہ ہے "اور اعمال باطنی کے ساتھ جس کا تعلق ہے اس کا نام تصوف ہے ۔ اور اعمال باطنی پر عمل پیرا ہونے کو اصطلاح تصوف میں صاحب طریقہ کہتے ہیں۔ التکشف ص ۱۸۴ ۔

(۲) کشف لغت میں حجاب کا اٹھنا کے ہیں ۔ اور اصطلاح تصوف میں اس قلبی کیفیت کو کہتے ہیں ۔ جس کے ذریعے سالک کو بعض اوقات بہ طریق الہام خداوندی بعض امور مخفیہ کا علم ہو جاتا ہے ۔ کشف کے لیے دو شرائط ہیں ۔ ایک وہبی یعنی قلب سلیم کا ہونا ۔ ایک کسبی یعنی اتباع شریعت جس شخص میں یہ دونوں شرائط ہوں گی ۔ اسے کشف اور القاء رحمانی سے نوازا جائے گا ۔ (سوڈلیوان ص ۲۸۹ ـ ۲۸۴)

(۳) جو خرق عادت امور اولیاء اللہ کے ہاتھ پر ان کی تشریف و تکریم کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں ۔ ان کو کرامات کہتے ہیں ۔ بغیر عمل صالح کے کرامات کا صدور محال ہے اور جہاں تقویٰ زیادہ ہوگا وہاں کرامت و فضیلت بھی زیادہ ہوگی ۔ (المسالک ص ۲۰۵)

غرضکہ اقدام نمودن بر ریاضت بی اذن شیخ فانی اللہ عاقبت آدمی
(۱)
را بضلالت اندر آرد ۔

ترجمہ :۔ ملاقات کے بعد میں نے حضرت سے اپنے حالات و کشف و کرامات کو بیان کیا حضرت سید علی نے ہنس کر فرمایا ۔ کہ ابھی تم افغانوں کے پیر ہوگئے ہو ۔ لیکن یہ درست ہے کہ ریاضت میں بغیر شیخ فانی کے اس قسم کا اقدام بسا اوقات گمراہی تک پہنچا دیتا ہے ۔

لہذا حضرت پیر بابا نے کہا اور وصایا و نصیحت کی باتیں فرمائیں یہاں تک کہ آپ نے تجدید توبہ کی شرائط بجا لائیں ۔ حضرت پیر بابا نے آپ کو امام بننے کے بجائے صلوۃ اوابین اور پانچوں وقت کی نماز کو با جماعت ادا کرنا وغیرہ کا حکم دیا ۔ اگرچہ آپ ان معاملات اور عبادات

حاشیہ مذکور
نمبر (۲) پیر کامل اور شیخ کامل سے مراد وہ پیر و مرشد ہے جو نہ صرف خود صالح ہو بلکہ سالکان راہ کو بھی طریقت کی اصلاح و رہنمائی کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہو ۔ اور تینوں چیزوں یعنی طریقت ۔ شریعت ۔ حقیقت میں کامل و مکمل ہو ۔ اہل تحقیق نے شیخ کامل کی جو علامات بیان کی ہیں وہ یہ ہیں ۔ (۱) متقی و صالح ہو ۔ (۲) تبع سنت ہو ۔ (۳) علم دین بقدر ضرورت جانتا ہو ۔ (۴) کسی کامل شیخ کی خدمت میں رہ کر فائدہ باطنی حاصل کر چکا ہو ۔ (۵) علماء و عقلاء اس کی طرف مائل ہوں ۔

سن بچپنے سے ثابت قدم تھے ۔ (۱)

کچھ مدت کے بعد آپ کے استاد خواجہ محقق حاجی الحرمین مازنگی باہمی نے حضرت

سید علی ترمذی سے گذارش کرتے ہوئے آپ کی اہلیت کا اعتراف کیا ۔ اور بیعت کی درخواست کی

حضرت پیر بابا نے اس موقع پر حضرت اخوند درویزہ کے متعلق فرمایا ۔

"حضرت شیخ فرمودہ کہ اہل اند تا بعد از ادائے شرائط تلقین تشریف نمودہ دو

حین ظہر "اما فرمودہ کہ واقف باش" و جاسوس کن تاکہ ذکر در کدام زمان دادن

در دل تو قبول دارد و ھم بہمین اشارہ منتظر و متفکر بودم تا بطلوع خلقت بدل آورد" (۲)

ترجمہ :۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ واقعی وہ اس کا اہل ہے مگر شرائط تلقین ادا کرانے

کے بعد ظہر کے وقت آپ نے مجھ سے فرمایا ۔ کہ سمجھے خوب اچھی طرح غور کر کے بتلاؤ

کہ کون سے وقت اگر تمہیں ذکر کی تلقین کی جائے ۔ تو وہ تمہارے دل کی گہرائیوں

حاشیہ مذکور

= (۶) اسکی صحبت موثر ہو ۔ (۷) اس کی صحبت و توجہ سے مریدین کی حالت کی

اصلاح ہوتی ہو ۔ (الکاشف ص ۱۲۵ ۔ ۱۲۶)

******

ے (۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۲ ۔

****

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۳ ۔ (۲) ایضاً ص ۱۲۴ ۔

میں اٹھ سکے گا - میں نے غور و فکر کے بعد عرض کیا کہ بعد نماز عشاء مناسب ہوگا -

چنانچہ حضرت سید علی ترمذی نے اس عالم متبحر کو سلسلہ چشتیہ میں داخل فرمایا (۱)

---

(۱) ہندوستان کے بڑے مقبول اور بااثر صوفیہ کے سلسلوں میں سے ایک سلسلہ ہے - نام کی نسبت چشت سے ہے - جو ہرات کے نزدیک ایک گاؤں ہے - جہاں اس سلسلے کے حقیقی بانی خواجہ ابو اسحاق شامی (المتوفی ۳۲۹ھ / ۹۴۰ء) اپنے روحانی پیشوا خواجہ ممشاد علو دینوری (المتوفی ۲۹۸ھ / ۹۱۰ء) کے ایماء پر آکر آباد ہوئے - یہ سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس طرح جا پہنچتا ہے -

" ابو اسحاق ممشاد علو دینوری امین الدین ابی ہبیرۃ البصری - سدید الدین حذیفۃ المرعشی - ابراہیم ادہم البلخی - ابو الفیض فضیل بن عیاض - ابو الفضل عبد الواحد ابن زید - حسن البصری - علی ابن ابی طالب رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم -

سلسلہ چشتیہ کی ہندوستان سے پہلے کی تاریخ کو کسی معتبر معلومات کی بناء پر دوبارہ مرتب کرنا مشکل ہے - خواجہ معین الدین سجزی چشتی اس سلسلے کو بارھویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں لائے - اور اجمیر میں چشتی صوفیہ کا مرکز قائم کیا - جہاں سے یہ سلسلہ ہندوستان کے اطراف و اکناف میں پھیل گیا - اور ہندوستانی مسلمان کی روحانی زندگی میں ایک سرچشمہ نور بن گیا -

. . . .

حاشیہ مذکور

ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کی سرگرمیوں کے چار دور ہیں۔

(۱) مشائخ عظام کا دور (۵۹۶ھ / ۱۲۰۰ء تا ۷۵۷ھ / ۱۳۵۶ء)

(۲) صوبائی خانقاہیں۔ آٹھویں صدی ہجری / چودھویں صدی عیسوی اور نویں صدی ہجری / پندرھویں صدی عیسوی۔

(۳) سلسلہ صابریہ کا عروج (نویں صدی ہجری / پندرھویں صدی عیسوی سے آگے تک

(۴) سلسلہ نظامیہ کا احیاء (بارھویں صدی ہجری / اٹھارویں صدی عیسوی سے آگے تک۔

پہلے دور کے صوفیوں نے اپنی خانقاہیں زیادہ تر راجپوتانے، دہلی اور پنجاب میں قائم کیں۔ ان میں سے بعض جیسے حمید الدین صوفی نے چشتی صوفی اصولوں کو دیہی علاقوں میں پھیلایا۔ یہ بعض صوفی قصبوں اور شہروں میں رہتے تھے۔ اور یہ نہایت احتیاط سیاسی مرکزوں سے دور رہنا پسند کرتے تھے۔ جاگیریں اور سرکاری ملازمتیں قبول کرنے سے انکار کردیا کرتے تھے۔ اور روحانی جانشینی کو اپنے خاندانوں کے اندر محدود کردینے کے مخالف تھے۔ وہ علم کو روحانی ترقی کے لئے ناگزیر سمجھتے تھے۔ شیخ فرید شکر گنج اور شیخ نظام الدین اولیاء کے تحت اس سلسلے کا اثر و نفوذ سارے ہندوستان میں پھیل گیا۔ اور لوگ ملک کے دور دراز حصوں سے جوق در جوق ان کی خانقاہوں میں آنے لگے۔ اس عہد میں یہ سلسلہ ایک بہت ہی زیادہ مربوط مرکزی نظام پر قائم تھا۔ جو اپنے متعلقین کے

. . .   .

حاشیہ مذکور

انصار کی نگرانی اور رہنمائی کرتا تھا ۔ محمد بن تغلق (۱۳۲۵ھ تا ۱۳۵۱ ء) نے جب صوفیہ کو ملک کے مختلف حصوں میں آباد ہونے پر مجبور کیا تو اس کی اس حکمت عملی نے چشتیوں کے مرکزی نظام کو مفلوج کرکے رکھ دیا ۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی اور چند دیگر بزرگ صوفیہ نے خطرہ مول لے کر محمد بن تغلق کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کردیا ۔ لیکن دوسرے صوفیہ میں سے کئی ایک نے سرکاری ملازمت اختیار کی ۔ شیخ نصیر الدین (چراغ دہلوی) کو بھی صوفیانہ عقائد اور اداروں کو ابن تیمیہ کے حملوں کی رد سے بچانے کے لئے دعوت دی گئی ۔ ان کے بعد سلسلہ چشتیہ کی مرکزی تنظیم کا شیرازہ بکھر گیا ۔ اور صوبائی خانقاہیں جو کسی مرکزی نظام کے تحت نہ ہوتی تھیں ، معرض وجود میں آگئیں ۔

سلسلہ چشتیہ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں زیادہ تر شیخ نظام الدین اولیاء کے مریدوں کے ذریعے پھیلا ۔ ان میں سے بعض نے تو اپنے مرشد کے اتباع پر صوبائی راج دھانیوں میں سکونت اختیار کی تھی اور بعض محمد بن تغلق کے دباؤ کی وجہ سے وہاں آباد ہونے پر مجبور ہوئے ۔ یہ بات معنی خیز ہے کہ ان صوفیہ کی صوبائی حکومتوں کے مراکز میں آمد اور صوبائی حکومتوں کے عروج کا نقطہ زمانہ ایک تھا ۔ ان حالات میں ان صوفیہ میں سے اکثر اپنے آپ کو صوبائی درباروں سے

... ...

حاشیہ مذکور

دور نہ رکھ سکا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے دور کے صوفیہ کی روایات ترک کردی
گئیں اور یہ آسان نسخہ اپنا لیا گیا ۔ کہ صوفیہ کو بادشاہوں اور اعلیٰ منصب
داروں کا ہم نشیں ہونا چاہئیے ۔ تاکہ ان پر اچھا اثر ڈال سکیں ۔ سرکاری
منصبات قبول کئے جانے لگے ۔ اور ان کے عوض میں صوفیائی خانوادوں کے ہاتھوں کو برکت
کی دعائیں اور اخلاقی مدد دی جانے لگی ۔ اور اس سلسلے کے اندر اصول وراثت
بھی داخل کردیا گیا ۔

شیخ سراج الدین المعروف بہ اخی سراج نے بنگال میں اس سلسلے
کی بنیاد رکھی ۔ ان کے خلیفہ شیخ علاؤ الدین بن اسعد اس باب میں خوش نصیب
ہیں کہ ان کے دو ممتاز خلیفہ ہوئے ۔ یعنی نور قطب عالم اور سید اشرف جہانگیر
سمنانی ۔ ان دونوں نے سلسلہ چشتیہ کو بنگال ، بہار اور مشرقی یوپی میں مقبول
بنانے میں بڑا حصہ لیا ۔ جب راجہ گنیش نے بنگال میں اپنی حکومت قائم کی تو
سید نور قطب نے اس کے خلاف جمہور کی رائے کو منظم کیا ۔ اور سلطان ابراہیم
شرقی شاہ جونپوری (۱۴۰۲ تا ۱۴۴۰ء) کو بنگال پر حملہ کرنے کی ترغیب
دی ۔ نور قطب عالم اور ان کے جانشینوں کا اسلامی ہیجان کے ابھارنے میں بڑا
ہاتھ ہے ۔ جو بالآخر بنگال اور بہار میں بھکتی تحریک کے فروغ کا باعث ہوا ۔

... ...

حاشیہ مذکور

— شیخ برہان الدین غریب نے سلسلۂ چشتیہ کو دکن میں رائج کیا ۔
وہ دولت آباد میں مقیم ہوئے ۔ اور چشتیہ کے صوفیانہ اصولوں کو پھیلایا ۔ شہر
برہان پور کا نام انہیں کے نام پر رکھا گیا ہے ۔ ان کے مرید شیخ زین
الدین ، علاء الدین حسن شاہ (۱۳۴۷ تا ۱۳۵۹ء) بہمنی سلطنت کے بانی
کے روحانی پیشوا تھے ۔ آگے چل کر شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے ایک مرید
سید محمد گیسو دراز نے گلبرگہ میں ایک مرکز چشتیہ قائم کیا ۔ وہ ایک پرجوش
مصنف اور کئی زبانوں کے عالم تھے ۔ ان کے ذریعے اس سلسلے کی دکن اور گجرات میں
اشاعت ہوئی ۔

گجرات میں اس سلسلے کو خواجہ قطب الدین کے دو نسبتاً کم معروف
مریدوں شیخ محمود اور شیخ حمید الدین نے رواج دیا ۔ بعد میں شیخ حسام الدین
[illegible] کے تین مرید سید حسین شیخ علم الدین [illegible] اور شیخ بارک اللہ وہاں
پہنچے ۔ لیکن اسے موثر طور پر منظم کرنے کا کام خواجہ کمال الدین نے سنبھالا جو
شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے بھتیجے تھے ۔ ان کے بیٹے سراج الدین نے فیروز شاہ
بہمنی (۱۳۹۷ تا ۱۴۲۲ء) کی اس درخواست کو کہ وہ دکن میں آباد ہوں
ٹھکرا دیا ۔ اور گجرات میں اس سلسلے کی توسیع کے کام میں منہمک ہو گئے ۔ اس

... ...

حاشیہ مذکور

— کے علاوہ سلسلہ چشتیہ کے بعض دوسرے صوفیہ بھی گجرات میں آباد ہوگئے ۔
شیخ رکن الدین دولت آبادی کے خلیفہ شیخ یعقوب نے نہروالہ میں ایک چشتی
خانقاہ قائم کی ۔ سید کمال الدین قریشی جو گیسو دراز کے شعر سے تعلق
رکھتے تھے ۔ بھروچ میں آباد ہوئے ۔ اس سلسلے کے ایک اور صوفی شیخ رکن الدین
مودود گجرات میں بہت مقبول ہوئے ۔ ان کے مرید شیخ عزیز اللہ المتوکل اللہ شیخ
رحمت اللہ کے والد تھے ۔ جو سلطان محمود بیگڑا (۷۸۲ھ ۱۴۵۸ء تا
۹۱۷ھ ۱۵۱۱ء) کے مرشد تھے ۔

شیخ حسام الدین ملتانی کے علاوہ جن تین مریدوں نے مالوے میں
سلسلہ چشتیہ کو منظم کیا ۔ شیخ وجیہ الدین یوسف ، شیخ کمال الدین اور
مولانا مغیث الدین ۔ شیخ وجیہ الدین تو چندیری میں آباد ہوگئے ۔ شیخ کمال
الدین اور مولانا مغیث مانڈو میں جا بسے ۔

صابریہ شاخ کے بانی کے متعلق بہت کم حالات معلوم ہیں ۔ اس شاخ
نے نویں صدی ہجری ۔ پندرھویں صدی عیسوی میں شہرت پائی جب شیخ احمد
عبدالحق نے ردولی میں تصوف کا ایک بہت بڑا مرکز قائم کیا ۔ سلسلہ چشتیہ کی
اس شاخ کے اہم مرکز یہ تھے ۔ کلیر (یو ۔ پی کے ضلع سہارنپور میں رڑکی کے
—

...　　　...　　　...　　　...

حاشیہ مذکور

— سے جب وہ بدخشاں سے گزر رہا تھا ، ملاقات کی تھی ۔ جہانگیر نے انہیں

ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کردیا ۔ دارا شکوہ تو شیخ محب اللہ کا بڑا احترام

کرتا تھا ۔ اور ان سے خط و کتابت رکھتا تھا ۔ لیکن اورنگ زیب ان کے مذہبی

خیالات پر بڑی نکتہ چینی کرتا تھا ۔ شاہ عبدالرحیم سید احمد شہید کی تحریک

میں شامل ہوگئے ۔ اور ۱۸۳۰ء میں بالاکوٹ کے مقام پر لڑتے ہوئے شہید ہوگئے ۔

حاجی امداداللہ ۱۸۵۷ء میں ہندوستان سے ہجرت کر گئے ۔ اور مکہ معظمہ میں

آباد ہوگئے ۔ انہوں نے علمائے شریعت کی ایک بہت بڑی تعداد کو اپنے حلقے کا

گرویدہ بنا لیا ۔ ۱۸۵۷ء کے بعد کے بہت سے نامور ہندوستانی علماء مثلاً رشید

احمد گنگوہی ، مولانا محمد قاسم نانوتوی ، مولانا اشرف علی تھانوی

مولانا محمودالحسن دیوبندی ، سید سلیمان ندوی مولانا حسین احمد مدنی ، مولانا

خلیل احمد ، مولانا محمد الیاس کاندھلوی ، مولانا احمد حسن محدث امروہوی ،

ان کے روحانی جانشین کہلائے جاسکتے ہیں ۔ دیوبند کے تقریباً سارے علماء ان کے

بالواسطہ واسطے سے سلسلۂ چشتیہ سے نسبت رکھتے ہیں ۔

سلسلۂ چشتیہ کی صابریہ شاخ کا احیا شاہ کلیم اللہ جہان آبادی

نے کیا ۔ وہ نامور شعراء کے اور مشہور گھرانے سے تعلق رکھتے تھے ۔ جس نے

—

...   .

حاشیہ مذکور ۔

آگرے کا تاج محل اور دہلی کی جامع مسجد بنائی تھی ۔لیکن انہوں نے اپنی زندگی تصوف کے لئے وقف کردی ۔اور سلسلہ چشتیہ کو جو تقریباً مردہ ہو چکا تھا ۔نئے سرے سے زندہ کیا ۔شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کے بعد وہ سب سے بڑے چشتی صوفی تھے ۔جنہوں نے پرانی روایات کو زندہ کیا ۔اور اس سلسلے کے ایک مرکزی نظام کو استوار کرنے کی کوشش کی ۔ ان کے مرید جنوب میں بھی دور دور پھیل گئے ۔ان کے بڑے خلیفہ شیخ نظام نے اورنگ آباد میں کام کیا ۔ شیخ نظام الدین کے لڑکے شاہ فخرالدین دہلی چلے گئے ۔اور انہوں نے وہاں ایک صوفی مرکز قائم کیا ۔ان کے دو خلیفہ خلیفہ شاہ نورمحمد مہاروی اور شاہ نیاز احمد بریلوی تھے ۔جن کے ذریعے یہ سلسلہ پنجاب ضلعی شمال مغربی سرحدی صوبے اور [illegible] میں پھیلا ۔ شاہ نورمحمد کے مریدوں نے پنجاب میں مندرجہ ذیل مقامات پر خانقاہیں قائم کیں ۔

تونسہ ۔ چاچران ۔کوٹ مٹھن احمدپور ۔ملتان ۔ سیال ۔ گولڑہ اور جلال پور ۔

شاہ نیاز احمد نے زیادہ تر دہلی اور یو پی میں کام کیا ۔

ہندوستان کے قدیم چشتی صوفیہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب عوارف المعارف کو اپنا سب سے بڑا ہدایت نامہ سمجھتے تھے ۔ان کی خانقاہوں کی تنظیم اسی کتاب پر مبنی تھی ۔اور شیوخ صوفیہ اسے اپنے مریدوں کو پڑھایا کرتے تھے

... ...

حاشیہ مذکور ۔

= شیخ ھجویری کی کشف المحجوب بھی بڑی مقبول عام کتاب تھی ۔اور شیخ نظام الدین اولیاء کہا کرتے تھے ۔" جس شخص کا کوئی روحانی مرشد نہ ہو اس کے لئے کشف المحجوب کافی ہے "۔

ان دو تصنیفات کے علاوہ شیخ نظام الدین اولیاء شیخ نصیرالدین چراغ دہلی شیخ برھان الدین غریب اور سید محمد گیسو دراز کے ملفوظات چشتی سلسلے کے نظریات کا خاصا صحیح تصور پیش کرتے ہیں ۔

۱) چشتی تصورات و نظریات کا بنیادی تصور "وحدت الوجود" تھا ۔یہ تصور ان کی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے قوت محرکہ مہیا کرتا اور ان کے معاشرتی نظریے کی تعیین کرتا تھا ۔لیکن چشتی سلسلے کے متقدمین نے "وحدت الوجود" کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ۔مسعود بک کی کتاب مرآۃ العارفین اور ان کے دیوان نورالعین نے ان تصورات کو رواج دیا ۔اور ان کی تصنیفات چشتی خانقاھوں میں بڑے شوق سے پڑھی جانے لگی۔بعد کے زمانے میں شیخ عبدالقدوس نے ابن العربی کی کتابوں کی شرح لکھی ۔انہیں کے تتبع میں شیخ نظام الدین تھانیسری نے عراقی کی کتاب لمعات کی دو شرحیں لکھیں ۔ان کے خلفاء میں سے ایک شیخ عبدالکریم لاھوری نے فصوص الحکم کی فارسی میں شرح لکھی ۔شیخ محب اللہ الہ آبادی نظریہ وحدت

حاشیہ مذکور ۔

الوجود کے زبردست شارح تھے ۔ اور اورنگ زیب نے جو شیخ احمد سرہندی کے دبستان سے نسبتاً زیادہ متأثر تھے ۔ شیخ محب اللہ الہ آبادی کی کتابوں کو جلا دینے کا حکم دیا ۔

۲) ذاتی جائیداد پر قبضہ رکھنے کو چشتیہ توکل علی اللہ کے منافی سمجھتے ہوئے نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے ۔ وہ تمام دنیوی ساز و سامان اور مادی شہوات کو ترک کرتے تھے ۔ (ترک دنیا) اور "فتوح" پر گزارہ کرتے تھے ۔ حلیمین خیرات کے طور پر بغیر مانگا جاتا تھا ۔

۳) وہ امن الاصلاح اور عدم تشدد پر اعتقاد رکھتے تھے ۔ اور انتقام اور بدلے کو حیوانی دنیا کا طریقہ خیال کرتے تھے ۔ وہ تمام تنازعات اور امتیازات سے آزاد ایک صحت مند معاشرتی نظام کے لئے جیتے اور کام کرتے تھے ۔

۴) حکومت سے راہ و رسم رکھنے کی کسی صورت میں بھی اجازت نہ تھی ۔ ایک قدیم چشتی صوفی کہتا ہے ۔ " صوفیوں میں جو غلط شمار کئے گئے ہیں ۔ چند اور غلط ۔ مقلد تو وہ ہے جس کا کوئی استاد یا ہادی نہ ہو اور جوت وہ ہے جو بادشاہوں سے ملتا ۔ اور ان کے درباروں میں جاتا ۔ اور لوگوں سے بھیک مانگتا ہو ۔

تذکرہ الابرار والاشرار میں خود اخوند درویزہ نے لکھا ہے کہ -

" میں خود اپنے شیوخ کی طرف سے پانچ خانوادوں سلسلۂ کبرویہ - چشتیہ

عربیہ - سہروردیہ (۱) شطاریہ (۲) اور خاصۃ خاصیۃ میں ماذون تھے - جن میں سے چار

حاشیہ مذکور -

۵) چشتی صوفی صوفیانہ ریاضت کی ابتداء کرنے کے لئے وہ کبھی ہنود پر

اسلام قبول کرنے کا مطالبہ ضروری شرط کے طور پر نہیں کرتے تھے - انکا

کہنا تھا کہ ہنود پر اسلام قبول کرنے سے پہلے جذباتی زندگی میں

انقلاب پیدا ہونا ضروری ہے - اس لحاظ سے چشتی مرحلہ سہروردیہ

اصولوں کے بالکل متناقض ہے -

(ماخوذ از دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۷ ص ۶۳۸-۶۵۲)

(تاریخ مشائخ چشت ص ۱۵۰-۱۳۵)

(۱) سہرورد ایک مقام کا نام ہے - جو عراق کے اندر ہمدان و زنجان کے درمیان واقع تھا - حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی اور ان کے پیر شیخ ضیاء الدین ابو نجیب اور ان کے پیر شیخ وجیہ الدین سہرورد کے رہنے والے تھے -

اس لئے ان کے سلسلے کو سہروردیہ کہتے ہیں -

(ماخوذ از فٹ نوٹ : بزم صوفیہ ص ۲۸۹)

...　　　...　　　...　　　...

حاشیہ مذکور ۔

— سلسلہ سہروردیہ پاکستان کے صوبہ سندھ میں سارہ پھیلا ۔ سب سے پہلے اس سلسلے کے بزرگ حضرت مخدوم نوح بھکری جو شیخ شہاب الدین سہروردی (۵۳۹ھ ۱۱۴۴ء ـــ ۶۳۲ھ ۱۲۳۴ء) کے مرید اور خلیفہ تھے ۔ بھکر (صوبہ سندھ) تشریف لائے ۔ اس کے بعد شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی (۶۶۱ھ ۱۲۶۲ء) حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے ارشاد کے بموجب مراد سے مخدوم نوح کی خدمت میں بھکر تشریف لائے ۔ لیکن مخدوم نوح پہلے ہی وفات پا چکے تھے ۔ اس لئے ملتان تشریف لے گئے ۔ اور وہیں وفات پائی ۔

(شاہ محمد غوث گوالیاری ص ۵)

(۲) شیخ ابو یزید طیفور ابن عیسی ابن آدم بسطامی (۲۶۰ھ ۸۷۳ء) سلسلہ شطاریہ کے پیشوا ہیں ۔ اس سلسلے کو ایران میں " عشقیہ " کہتے ہیں ۔ نویں صدی ہجری کے آخر میں شاہ عبداللہ شطاری (المتوفی ۸۹۰ھ ۱۴۸۵ء) ایران سے ہند و پاکستان تشریف لائے ۔ اور اس سلسلے کو پھیلایا ۔ شیخ موصوف پانچ واسطوں سے شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد میں ہیں ۔ او سات واسطوں سے حضرت بایزید بسطامی (المتوفی ۲۶۰ھ ۸۷۳ء) سے بیعت ہیں ۔ آپ کا مزار صوبہ مالوہ کے سابق دارالسلطنت مانڈو میں قلعہ کے اندر واقع ہے ۔ —

... ...

حاشیہ مذکور ۔

۔ شیخ موصوف کے انتقال کے بعد موصوف کے خلیفہ شیخ محمد شاہ المعروف
شیخ قاضی شطاری نے اس سلسلے کو پھیلایا ۔ آپ کا مرکز ضلع مظفر پور (بہار
کا جنوبی حصہ علاقہ تھا ۔ ان کی وفات کے بعد فرزند اکبر شیخ ابو الفتح
ہدایت اللہ سرمست (المتوفی ۹۳۶ھ ۱۵۲۸ء) نے سلسلہ شطاریہ کی
اشاعت کی ۔ ان کے بعد ان کے خلیفہ شیخ ظہور حاجی حمید الدین بن ظہور
(المتوفی ۹۳۰ھ ۱۵۲۳ء) نے اس سلسلے کو پھیلایا ۔ ان کا مزار ضلع
سہارن پور (بہار) میں وتی سرائے میں واقع ہے ۔

شیخ حاجی حمید الدین ظہور کے انتقال کے بعد موصوف کے خلیفہ اکبر
حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری (المتوفی ۹۷۰ھ ۱۵۶۲ء) سے سلسلہ شطاریہ
کی خوب اشاعت ہوئی ۔ برصغیر پاک و ہند میں اس سلسلے کی اشاعت موصوف ہی
کی رہین منت ہے ۔ شاہ و گدا سب ہی نے آپ سے فیض حاصل کیا ۔ ظہیر الدین
محمد بابر ' بادشاہ ' نصیر الدین محمد ہمایوں ' بادشاہ ' اور جلال الدین
محمد اکبر ' بادشاہ ' کو آپ سے خاص عقیدت تھی ۔ نور الدین محمد جہانگیر
بادشاہ نے بھی بڑے احترام سے ان کا ذکر کیا ہے ۔ بھارت کے ہر حصہ میں
بعد
ان کے خلفاء اور مریدین پھیلے ہوئے تھے ۔ جالندھر ' آگرہ ' دہلی ' برہان

... ...

حاشیہ مذکور۔

بڑودہ ۔احمد آباد ۔سنبھل ۔اجمیر شریف ۔سرہند ۔کاپس ۔بیجاپور ۔اجین ۔ سارن پور وغیرہ میں آپ کے بے شمار مریدین تھے۔

شاہ وجیہہ الدین علوی (المتوفی ۹۹۸ھ/ ۱۵۸۹ء) جو شاہ محمد غوث کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں ۔ان کے مرید شیخ صبغۃ اللہ البروجی (المتوفی ۱۰۱۵ھ/ ۱۶۰۶ء) نے سلسلہ شطاریہ کو سرزمین حجاز میں پھیلایا ۔ان کے مرید الوحید شیخ احمد قشاشی (المتوفی ۱۰۷۱ھ/ ۱۶۶۰ء) اور ان کے جانشین ملا ابراہیم الکورانی (المتوفی ۱۱۰۱ھ/ ۱۶۹۰ء) کے وساطت سے یہ سلسلہ جزائر انڈونیشیا جاوا اور سماٹرا وغیرہ میں پھیلا ۔شیخ علی قوام الجونپوری خلیفہ شیخ عبدالقدوس النظام آبادی سے بھی سلسلہ شطاریہ کی اشاعت ہوئی ۔شیخ عبدالقدوس شیخ حافظ کے خلیفہ تھے اور موصوف شیخ عبداللہ شطاری کے خلیفہ تھے ۔اسی طرح ہندوپاک میں دو شاخوں سے یہ سلسلہ شطاریہ کی اشاعت ہوئی ۔ایک شیخ علی قوام جونپوری کے ذریعے اور دوسرے شاہ محمد غوث گوالیاری کے ذریعے سلسلہ شطاریہ کا کافی عرصہ تک اثر و نفوذ رہا ۔چنانچہ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (المتوفی ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) نے اس سلسلے کے اشغال و اذکار اپنے استاد گرامی شیخ ابوطاہر مدنی اور حاجی محمد سعید لاہوری سے سیکھے تھے۔

کی اجازت مجھے حضرت پیر بابا نے عطا فرمائی ۔[1]

اس دوران چند دن کی حضوری نے آپ کے کھانے پینے سونے اور لوگوں سے میل جول کو دور رکھ دیا ۔ نیند کے دوران آپ کے جسم کو آرام تو ضرور ملتا ۔ مگر گہری نیند نہ ہوتی ۔ نیند کے دوران اگر کوئی مصروف گفتگو ہوتا ۔ آپ ان کی تمام باتیں سن پاتے ۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے خدا کے فضل و کرم اور پیر کی توجہ سے علم باطنی میں نمایاں ترقی کی ۔[2]

حضرت شیخ نے آپ کی روحانی کیفیت کو دیکھا ۔ تو وہ بے حد خوش ہوئے ۔ اور آپ کو رسالہ "جام جہان نما" عنایت فرمایا ۔ اور آپ اس میں لکھی ہوئی تعلیمات پر تدبر و تفکر کرتے ۔

"و بعد مضمون رسائل چند از نظر مبارک حضرت ایشان در گذرانیدم چون

لمعات و سوانح و دیوان خواجہ قاسم انوار" ۔[3]

ترجمہ :۔ اس کے علاوہ میں نے اور چند رسالے جیسا کہ لمعات ، سوانح اور دیوان خواجہ

قاسم انوار بھی حضور کے سامنے سے گزارے ۔

= (ماخوذ از شاہ محمد غوث گوالیاری ص ۸۰ ۔ از پروفیسر محمد مسعود احمد صدر شعبہ اردو ۔ آفتاب پریس میرپور ۱۹۶۶ء)

•••••••

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۲ ۔
(۲) ایضاً [illegible] ص ۱۲۲ ۔
(۳) ایضاً ص ۱۲۵ ۔

آپ کی وفات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ رئیس عیسائیوں نے تبریز میں
زہر دیا تھا ۔ اور اس سے شہید ہوئے ۔ اور یہ کہتے ہیں کہ انتقال باحتراق
الشمس واقع ہوا ہے ۔ (۱)

حاشیہ مذکور ۔

۔۔۔ امر کی آنکھیں نکلوا دیں ۔ خرم نے آگرہ پہنچ کر تخت کے تمام دعویداروں
کو معہ [illegible] قتل کروا دیا ۔ اور شاہجہان کے نام سے تخت نشین ہوا۔
اس کے تخت نشین ہوتے ہی اسے کئی لڑائیاں لڑنی پڑیں ۔ سب سے پہلے
دکن کے صوبہ دار خان جہان لودھی کی بغاوت کو فرو کیا ۔ ۱۶۳۲ء میں
احمد نگر کو اپنی سلطنت میں شامل کیا ۔ بیجاپور اور گولکنڈہ کی ریاستوں کو
باج ادا کرنے پر مجبور کیا ۔ ۱۶۳۸ء میں قندھار حاصل کیا ۔ مگر ۱۶۳۸ء
میں وہ دوبارہ چھن گیا ۔ ہگلی کے مقام پر پرتگیزیوں کو شکست
دی اور بستی تباہ کردی گئی ۔

شاہجہان کا عہد فن تعمیر کا سنہری زمانہ تھا ۔ اسے
عمارتیں بنوانے کا بڑا شوق تھا ۔ چنانچہ اس نے آگرہ ، دہلی ، لاہور
کشمیر اور کابل وغیرہ میں نہایت عالیشان عمارتیں تعمیر کرائیں اور کئی خوبصورت
باغات لگائے ۔ آگرہ میں " موتی مسجد " دہلی میں " لال قلعہ " اور

آپ نے اپنی عمر کا آخری حصہ طائفہ یوسف زئی سے نکل کر پشاور میں

گزارا اور ١٠٢٨ھ ١٦٢٨ء میں یہیں پر وفات پائی ۔ اس وقت آپ کی عمر ١٠٩

برس کی تھی ۔(١)

مزار

آپ کا مزار پشاور سے مشرق کی طرف ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے ۔

حاشیہ مذکور ۔

— "جامع مسجد" بنوائی ۔ دہلی کا موجودہ شہر "شاہجہان آباد"

کے نام سے بسایا ۔ لاہور میں جہانگیر کا مقبرہ اور شالیمار باغ بھی

اسی نے بنوایا تھا ۔ "تخت طاؤس" شاہجہان نے تخت نشین ہوتے ہی

بنوایا تھا ۔ اس کی حکومت ١٠٣٧ھ سے ١٠٦٨ھ تک رہی ۔

(ماخوذ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص ٨٨١)

(١) — اذکار قصور ، ٨٥-٨٦ مصنفہ خان بہادر پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیع ۔

(٢) رود کوثر ، ٣٧٠ پروفیسر محمد اکرام خزینۃ الاصفیاء ج ١ ص ٤١

حضرت خوند بیرہ کا مزار

مزار شریف میں داخل ہونیکا صدر دروازہ

آپ کے مزار کے گرد میلوں میں پھیلا ہوا ایک قبرستان ہے ۔ جو آپ کے نام سے موسوم اور مشہور ہے ۔

ہزارخانی کے خان و خوانین زائرین اور مشہور علماء و زعماء سے راقم الحروف نے ملاقات کی ہے ۔ جنہوں نے قبرستان کے متعلق یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ تقریباً ٥٠٠ سو ایکڑ سے زیادہ زمین قبرستان کے لئے وقف ہے ۔ جس میں ہر عام و خاص کو مفت دفن کیا جاتا ہے ۔

آپ کے مزار کو یہ شرف اور سعادت حاصل ہے کہ مزار کے احاطے میں کوئی عورت داخل نہیں ہوسکتی ۔ باہر کھڑے ہوکر عورتیں فاتحہ پڑھتی ہیں ۔ پشاور میں عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ جو بچہ غبی ہو ۔ یا کند ذہن ہو یا جس حافظ القرآن کو قرآن حفظ نہ ہوتا ہو ۔ وہ آپ کے مزار پر جاکر تین جمعے یا سات جمعرات قرآن شریف پڑھے ۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس کی زبان رواں ہوجاتی ہے ۔ (١)

مزار کے قریب ایک جامع مسجد بھی ہے ۔ جس میں مولوی شاہ ولی آف شیرپاؤ (تنگی) بطور امامت اور خطابت اپنے فرائض انجام دے رہا ہے ۔

---

(١) تذکرۂ مشائخ سرحد ص ٢٨ ۔

القابات

آپ کے بعد آنے والے بزرگان دین علماء اور صلحاء نے آپ کو ان القابات و خطابات

سے یاد کیا ہے۔

(۱) دین اسلام کا چشم و چراغ۔

(۲) مذہب اسلام کی روشنی۔

(۳) کامل عالم۔

(۴) صاحب حق۔

(۵) اہل ہوا اور اہل بدعت کا مدافع

(۶) شیخ شیوخ الطریقۃ۔

(۷) قبلۃ الابرار والاحرار۔

(۸) رئیس الفضلاء۔[1]

سالانہ عرس[2]

حضرت اخوند درویزہ کا شمار ان بزرگان دین میں سے ہوتا ہے جن کے طفیل

---

(۱) روحانی رابطہ ص ۴۱۵۔

(۲) برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی اشاعت و حفاظت زیادہ تر علماء و مشائخ عظام کی —

ہر سال آپ کے عرس کا اہتمام کرتے ہیں ۔ اور کثیرالتعداد معتقدین اس میں شرکت کرتے ہیں ۔

حاشیہ مذکور ۔

— عرس منعقد ہے ۔ جو بزرگان دین نہایت ناسازگار حالات میں ظلمت کدہ ہند میں تشریف لائے ۔ اور یہاں اسلام کا پودا لگائے اور خون جگر سے اس کی آبیاری کرتے رہے کوشش کی ۔ ان حضرات کی بے لوث اور مخلصانہ جدوجہد سے پاک و ہند کے در و دیوار اسلام کے نام سے آشنا ہوکر بے شمار بندگان خدا مشرف بہ اسلام ہوئے ۔

قرون اولی سے لے کر آج تک تمام اولیاء و صوفیاء توحید خالص اور اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچار کرتے رہے ہیں ۔ عرس دراصل انہی محبوبان الہی کے کارہائے نمایاں کو زندہ رکھنے کا ایک ذریعہ ہے ۔ اور اس کی غرض و غایت صرف یہ ہے کہ اجتماعی طور پر ان برگزیدہ ہستیوں کی تعلیمات و خدمات کی یاد تازہ کی جائے ۔ اور ایک نیا عزم لے کر ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی جائے ۔ (ماخوذ از روح اسلام مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۶۲ء)

عرس سے اگر ایک طرف ان مقدس ہستیوں کی یاد تازہ ہوتی ہے ۔ تو

مختلف علاقوں کے چند علماء اس میں شرکت کرتے ہیں ۔ اور آپ کے صالح تعلیمات اور ارشادات سے لوگوں کو روشناس کرد یا جاتا ہے ۔

آپ کا عرس وصی لحاظ سے دوم صفر کی ۵ و ۶ و ۷ صفر (مطابق ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ نومبر) منایا جاتا ہے ۔ ان تینوں ایام میں ختم قرآن پاک ۔ نعت خوانی اور اولیاء کرام کی اہمیت اور ان کی ضرورت پر مختلف علمائے دین اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں ۔

حاشیہ مذکورہ

== دوسری طرف یہ ان کی تعلیمات کو دوبارہ لوگوں کی زندگیوں میں داخل کرنے کا ایک بہترین ذریعہ بھی ہے ۔ عرس فی نفسہ علیحدہ ذریعہ رشد و ہدایہ اور مسلمانوں کو اپنے اسلاف کی عظیم خدمات سے آگاہ کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ رفتہ رفتہ لوگوں نے عرس کی محافل میں غلط رسومات اور بدعات کو داخل کرلیا ۔ جس کی وجہ سے اس کی اصل شکل مسخ ہوکر رہ گئی ۔

(واللہ اعلم بالصواب)

••••••••••••

باب سوم

پیر طریقت

حضرت سید علی ترمذی المعروف

پیر بابا

ابتدائی حالات

آپ کا نام سید علی القاب غواص بحر حقیقت پیر بابا ہے ۔ والد کا نام سید قنبر علی تھا ۔ آپ کے جد امجد قندھار سے آکر ترمذ (۱) میں آباد ہوئے ۔ آپ کا تعلق سادات گھرانے سے تھا ۔ خاندانی لحاظ سے آپ زہد و تقوہ کے حامل تھے ۔ اور اسی بناء پر آپ کے خاندان کو عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا ۔ (۲)

آپ حسینی ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب اکیسویں پشت پر امام حسین علیہ السلام سے جا ملتا ہے ۔

---

(۱) ترمذ کا علاقہ بہت مردم خیز علاقہ ہے ۔ اس کی خاک سے امام حدیث محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ اور امام بخاریؒ کے استاد موسیٰ بن حزام ترمذی جیسے علم و عرفان کے چراغ نکلے ۔ جن کی سیادت و عظمت کے سامنے ایک جہان جھکا ہوا ہے ۔

(۲) تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۵۵ از اعجاز الحق قدوسی ۔

سید عمر ابن قمر علی ابن سید احمد عمر ابن سید یوسف عمر ابن سید

محمد عمر بحر ترمذی ابن سید احمد بہم ابن سید براق ابن سید احمد مختار ابن

سید شاہ ابو تراب ابن سید محمود ابن سید اسحاق ابن سید عثمان ابن سید جعفر ابن

سید عمر ابن سید محمد ابن سید حسام ابن شاہ ناصر خسرو ابن سید امیرعلی ابن سید

عبدالرحیم ابن سید محمود مکی ابن سید محمد مہدی ابن حسن عسکری ابن سید علی

نقی ابن سید محمد تقی ابن سید امام موسیٰ رضا ابن امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر

صادق ابن امام محمد باقر ابن امام زین العابدین علی اصغر (رحمہم اللہ اجمعین)

ابن امام حسین شہید کربلا ابن حیدر فاطمہ زہرا مکنونہ مطہرہ علی المرتضیٰ بحب سرور

کائنات خلاصہ[1] موجودات شفیع روز محشر محمد مصطفیٰ و حبیب مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

راقم الحروف نے خود بھی مذکورہ شجرہ مزار حضرت پیر بابا پر دیکھا

ہے ۔ جو اس وقت بہترین لکھائی کے ساتھ ایک خوبصورت فریم میں محفوظ ہے ۔

حضرت اخوند درویزہ حضرت پیر بابا کے خلفاء میں سے تھے ۔ اور ا ئے

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۳۵-۱۳۴ ۔

... ...

حاشیہ مذکور ۔

— شیخ ابو سعید گنگوہی ہوئے ہیں ۔

(ماخوذ از تحفۃ الابرار ۔ ص ۱۲۶-۱۲۵ جدول ثانی دربیان حضرات چشت
اہل بہشت مصنفہ مرزا آفتاب بیگ مطبع رضوی دہلوی ۱۳۲۳ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کو " کابلی " لکھا ہے
آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور سترہ سال کی عمر میں علوم
ظاہری کی تکمیل کرکے فارغ التحصیل ہوگئے ۔ اور درس و تدریس و افادہ میں مشغول
ہوئے ۔ (اخبار الاخیار ص ۲۸۵)

ملا عبدالقادر بدایونی کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے حضرت
جلال الدین تھانیسری سے ملاقات کی تھی ۔ انہوں نے ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے
لکھا ہے کہ

" شیخ جلال تھانیسری حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے خلیفہ
تھے ۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے ۔ علوم دینیہ کی اشاعت اور معارف
حقیقیہ کے پھیلانے میں غیر معمولی شغف رکھتے تھے ۔ آخر میں علوم رسمیہ سے
اعراض فرماکر علو منصب سے کنارہ کش ہوکر خلوت اختیار فرمائی ۔ آپ کے اکثر اوقات
تلاوت قرآن ، ادائے نوافل ، درود اور دعا میں گزرتے تھے ۔ ضعف کی حالت

سلسلہ چشتیہ صابریہ کے جلیل القدر شیوخ میں سے ہیں ۔ والد صاحب کے علاوہ آپ
کے جد امجد جناب سید احمد میر صاحب بھی عالم تھے ۔ بقول حضرت امروہہ دریدہ
آپ بچپن ہی میں خاموش طبع تھے ۔ آپ کو مجذوب کہا جاتا ۔ مگر آپ کے دادا
جان آپ کی طرف خاص نظر کرم کرتے تھے ۔ اور فرماتے ۔۔

" این دیوانہ را من اختیار کردم ۔ شمارا بدو کارچہ ہست
کہ قدرش من دانم " ۔ (۱)

حاشیہ مذکور ۔

۔ میں جبکہ آپ کی عمر تراسی سال کی ہوگئی تھی ۔ اذان کی آواز سن کر فوراً بغیر
دوسروں سے مدد لئے اٹھتے ۔ اور جوتا پہن کر عصا ہاتھ میں لے کر خود طہارت
اور وضو سے فارغ ہوتے ۔ اور نماز ادا فرماتے ۔ نماز ادا فرماکر پھر حسب عادت
بستر پر لیٹ جاتے ۔ اس فقیر نے بھی دو مرتبہ شرف ملاقات حاصل کیا تھا ۔

(منتخب التواریخ جلد ۳ ص ۳ ۔ ۴)

حضرت شیخ جلال الدین صاحب تصنیف و تالیف تھے ۔ " اراسی ابجد
اور " ارشاد الطالبین " آپ کی مشہور تصانیف ہیں ۔ اس کے علاوہ آپ کے مکاتیب
بھی ہیں ۔ ان مکاتیب کا طرز نگارش اور اسلوب آپ کے پیر شیخ عبدالقدوس کے
طرز پر ہے ۔ بعض کتب متداولہ پر آپ نے حاشیے بھی لکھے تھے ۔ (خزینۃ الاصفیا
جلد ۱ ص ۳۴۹ ۔ ۳۵۰)

ترجمہ ۔ اس دیوانے کو میں نے اختیار کرلیا ہے ۔ آپ لوگوں (دیگر افراد خاندان)

کو اس سے کوئی سروکار نہیں ۔ کیونکہ اس کی قدر آپ نہیں جانتے ۔

آپ کو آپ کے دادا دینی کتابیں پڑھانے لگے ۔ یہاں تک کہ آپ نے بچپن

ہی میں شرح ملاجامی کو پڑھ لیا ۔ اور اپنے زہد و تقوی کی بناء پر آپ ظاہری

علوم سے آراستہ ہونے لگے ۔

" طریقہ زہد و ریاضت در دل من استحکام یافت " (۱)

ترجمہ ۔ زہد و ریاضت کا طریقہ میرے دل میں مستحکم ہونے لگا ۔

دادا کی وفات کے وقت آپ کو بلایا گیا ۔ اور قرآن پڑھنے کے متعلق کہا گیا ۔

چنانچہ حضرت پیر بابا نے سورۂ الملک (۲) تین بار پڑھی اور فرمایا کہ

---

(۱) تذکرہ الابرار والاشرار ص ۱۱ ۔

(۱) تذکرہ الابرار والاشرار ص ۱۱ ۔

(۲) سورۂ الملک قرآن کی سورۃ نمبر ۶۷ ہے ۔ یہ انتیسویں پارہ کے پہلے دو

رکوع ہیں ۔ عام طور پر حاجت ضرورت کے وقت تلاوت کی جاتی ہیں ۔

هر برکتی و نعمتی که مرا بود ـ بعضی از آن از آبا و اجداد نسباً یافته

بودم ـ بعضی از آن از سلسله شریفهٔ کبرویه ارثاً همه را بتو بخشیدم ـ [1]

ترجمہ :- مجھ کو جو برکت و نعمت مجھے حاصل تھی اگر وہ اپنے آباء و اجداد سے

از روئے نسب کے حاصل تھی ـ یا سلسلہ کبرویہ میں اجازت کے رو سے

ان تمام نعمتوں اور برکتوں کو میں نے تجھے بخش دیں ـ

۹۳۷ھ / ۱۵۳۷ء میں جب بابر کی وفات ہوئی تو ہمایوں تخت نشین ہوا ـ

اور ۹۳۲ھ / ۱۵۵۱ء میں جب یہ کابل واپس آیا تو پیر بابا کے والد کو بصد شوق

اپنے ہمراہ لے گیا ـ ہمایوں نے ہندوستان پر حملہ کیا تو آپ کے والد نے آپ کو

بھی اپنے پاس شہزادوں کی کفالت کی ـ کبھی کبھی آپ کو درباری لباس پہنا کر آپ کو

ہمایوں کے دربار میں لے جاتے ـ مگر آپ اپنی دینی بصیرت کی وجہ سے وہاں کے اہل

درباری زندگی گزارنے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور مشائخ خداوندی بھی یہی تھا کہ

آپ دنیا اور اہل دنیا سے متنفر رہیں ـ کیونکہ خداوند کریم آپ سے اپنے بندوں کی

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ـ ۱۲ ـ

رشد و ہدایت کا کام لینا چاہتے تھے تو آپ میں شاہانہ خو خصلتوں کی نفرت پیدا ہونے لگی ۔ آپ نے دربار شاہی کو الوداع کہتے ہوئے درباری لباس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اتار پھینکا ۔ اور اس دور کے علماء و صلحاء کی خدمت میں حاضر ہوکر تحصیل علم میں مشغول ہوئے اور ان پاک لوگوں کی مجالس اور صحبت کو پسند کرنے لگے ۔(۱)

نتیجۃً نہایت شوق و ذوق سے دلچسپی رکھنے لگے حتی کہ تکمیل علم کرلی اس کے بعد آپ پانی پت میں حضرت شاہ شرف الدین(۲) کے مزار پر حاضر ہوئے ۔ وہاں

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲ ۔

(۲) آپ کا نام شرف الدین اور لقب بوعلی قلندر تھا ۔ والد کا نام سالار فخرالدین اور والدہ کا نام بی بی حافظہ جمال تھا ۔ جو سید نعمت اللہ ہمدانی کرمانی کی ہمشیرہ تھیں ۔

آپ ۶۰۵ھ/۱۲۰۸ء میں بمقام پانی پت پیدا ہوئے ۔ آپ بچپن ہی سے علوم ظاہری و باطنی کی طرف مائل تھے ۔ اور حصول علم کے بعد دہلی میں قطب مینار کے قریب بیس برس تک درس و تدریس میں مشغول رہے ۔ جب علم تصوف میں قدم رکھا تو تمام کتابوں کو دریا میں ڈال کر جنگل کی طرف چلے گئے ۔ اور

آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ کسی نامعلوم گاؤں میں ریاضت کرنے کے لئے چلے

گئے ۔ گھر چھوڑتے وقت چونکہ اجازت نہیں لی تھی ۔ لہذا والد صاحب نے آپ کی

تلاش شروع کردی ۔(۱)

شرف الدین پانی پتی کے مزار سے واپسی پر آپ دوسرے راستے سے نکلے ۔

جنگلوں اور صحراؤں میں تھیں ۔ کافی تلاش کے بعد بھی لوگ آپ کو نہ پاسکے ۔ [illegible]

والد صاحب کو جب معلوم ہوا تو وہ سمجھ گئے ۔ کہ آپ معرفت حق کی تلاش اور جستجو

کے لیے نکلے ہوں گے ۔ صبر پر والد محترم نے ہمیشہ ہی صبر و تحمل سے کام لیا ۔

چنانچہ آپ کی اور والد صاحب کی ملاقات گجرات میں ہوئی جو پانی پت کے بعد آپ پہنچے

— پھر پانی پت کے قریب موضع بڈھا کھیڑہ میں مقیم ہوئے ۔ آپ ۱۳ رمضان ۷۲۳ھ

۷۲۴ھ میں فوت ہوئے ۔ اور پانی پت میں آپ دفن کئے گئے ۔ آپ کا مزار مرجع

خاص و عام ہے ۔ آپ کی تصنیفات میں (۱) مکتوبات بنام اختیارالدین (۲) حکم نامہ

شرف الدین (۳) مثنوی کنزالاسرار (۴) رسالہ عشقیہ بہت مشہور ہیں ۔

(ماخوذ اخبار الاخیار ص ۱۲۲ و خزینۃ الاصفیاء ص ۳۲۷)

(۱) تذکرہ مشائخ سرحد ص ۴۳ ۔

کی پہلی اور آخری ملاقات تھی ۔ [1] پھر آپ مانگ پور [2] پہنچ کر حضرت سیلوتہ [3] کی

خدمت میں حاضر ہوئے ۔

---

(۱) روحانی رابطہ ص ۲۳۱ ۔

(۲) یہ ضلع ہزارہ میں ایک گاؤں کا نام ہے ۔

(۳) شیخ سیلوتہ اپنے وقت کے جلیل القدر علماء اور اولیاء میں سے تھے ۔

وہ یہاں سے بالکل ہٹ کر ظاہری و باطنی طور پر حق کے لئے متوجہ ہو گئے تھے سوائے درس کے ان کا تمام وقت عبادت الہی میں صرف ہوتا تھا ۔ یہاں تک کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں بیداری اور سونے کی حالت میں تسبیح کے لئے ہمیشہ حرکت میں رہتی تھیں ۔ شغل باطنی کی وجہ سے ان پر استغراق کی کیفیت طاری رہتی تھی ۔ ایک دفعہ کوٹھے سے ذکر میں کرتے ہوئے طبعی حال میں گر پڑے لیکن انہیں کچھ خبر تک نہ ہوئی ۔

ان کے باطنی علم کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دن ہم نے (پیر بابا) ایک گائے کے پیٹ کا بچہ (جو اس نے نہ جنا ہو) بھم روایات میں اس کی ماں کو ذبح کرنا شمار ہوتا ہے ۔ اور اسے حلال سمجھا جاتا ہے ۔ تو ہم نے پکا لیا تھا ۔ اور حضرت سیلوتہ کو دعوت دی ۔ لیکن باوجود جاننے کے متعلق نہیں بتایا ۔ جب آپ تشریف لائے تو فوراً واپس ہوئے ۔ ہم —

میں گجرات کے قریب ایک گاؤں پٹہ واڑہ میں کئی بار ظہر شیخ نے آپ کو دیکھا ۔ اور

شور مچانے لگے ۔ کہ لوگو جس نے جس شیخ کو خواب میں دیکھا ہے ۔ وہ یہی ہے

چنانچہ لوگوں کی کثیر تعداد آپ کے گرد جمع ہوئی اور آپ کو اپنا پیر و مرشد تسلیم

کیا ۔ حضرت پیر بابا نے کسان سے پوچھا آپ نے کیا یہ خواب اور لوگوں کو بھی بیان کیا

ہے ۔ یا نہیں ؟ تو جواب میں لوگوں نے اس کی گواہی دی ۔ یہاں تک کہ کئی لوگوں

نے کہا ۔۔

تمام حفظ عبادات شما را بہ آئین صرف وہائے صالحہ

بامردم بیان کردہ بود تااحال مبارک پیشانی شما را ہنوز

یاد کردہ بود ۔

ترجمہ ۔ کہ آپ کی تمام عبادات جو انہوں نے خواب میں دیکھیں تھیں بیان کی

ہیں ۔ یہاں تک کہ آپ کی پیشانی پر خال مبارک بھی بیان کیا ہے ۔ (1)

چند سال اس علاقے میں رہنے کے بعد آپ نے پھر اجمیر کا قصد کیا ۔ واپسی

---

(1) تذکرہ الابرار والاشرار ص ۴۲ ۔

پھر آپ کی ملاقات اپنے والد سے اجودھن ہوئی ۔ جبکہ ہمایون کو شیرشاہ(1) کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی ۔ اور ہمایون نے کابل کا رخ کیا تھا ۔ آپ کے والد نے جب آپ کو عالم و فاضل کی حیثیت سے دیکھا ۔ تو بہت خوش ہوئے ۔ اور فرمایا من برغلط رفتہ بودم ۔ جائے آباؤ اجداد را نما گزیدید ۔

(2)
ترجمہ :۔ میں غلطی پر ہوں ۔ اور آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے راستے کو اختیار کیا ہے ۔ والد نے آپ کو ایک تھیلی دی ۔ جس میں اشرفیاں اور چاندی تھیں ۔ آپ کو پیسوں کی کوئی ضرورت نہ تھی ۔ مگر آپ نے والد صاحب کی خاطر قبول کیا ۔ فقط والد صاحب نے کہا

---

(1) شیرشاہ سوری کا نام فرید خان تھا ۔ وہ بہلول لودھی کے زمانے میں پیدا ہوا ۔ جب ہمایون گجرات میں بہادر شاہ ظفر سے لڑ رہا تھا ۔ تو اس نے پہلے بہار اور پھر بنگال پر حملہ کیا ۔ ہمایون جب بنگال پہنچا تو شیرشاہ بہار کے قلعے رہتاس گڑھ میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا ۔ ۹۴۶ھ / ۱۵۳۹ء میں وہ بنگال واپس آیا ۔ آخرکار لڑائیوں کے بعد ۹۴۷ھ / ۱۵۴۰ء میں شیرشاہ سوری آگرہ پہنچ کر ہندوستان کا بادشاہ بن گیا ۔ (ماخوذ از شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات ص ۹۵ ۔ ۲۹۲)

(2) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۹ ۔

ای فرزند عزیز — این را نذر شما کردہ ام (١)

ترجمہ — اے میرے بیٹے میں نے اس کو تمہارے لئے نذر کردیا ہے — اور اس کو فقیروں پر خرچ کرو — اس کے بعد آپ پھر اپنے پیر و مرشد کی ملاقات کے لئے روانہ ہوئے — جب پہنچے تو تیرہ پیر صاحب وفات پا گئے تھے — آپ جب اجمیر شریف پہنچے تو آپ کی ملاقات اپنے پیر کے بیٹے صاحب سجادہ جناب محمد حسین صاحب سے ہوئی — جو مراقبے (٢) کی حالت میں تھے — انہوں نے جب مراقبے سے سر اٹھایا تو کہا کہ میں نے اسی مراقبے میں اپنے والد سے ملاقات کی اور انہوں نے فرمایا —

ای فرزند از من دو خرقہ پس ماندہ — یکے را پارچہ پارچہ ساختہ درمیان مستحقان قسمت سازد و خرقہ دوم را پیش آیندہ — (٣)

اے بیٹے مجھ سے دو خرقے باقی رہ گئے ہیں — ایک خرقہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے فقیروں

---

(١) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ٢٣ —

(٢) مراقبہ رقبہ سے ہے جس کے معنی ہیں انتظار کرنا — اور چونکہ سالک اس حالت میں فیض الٰہی کے انتظار میں ہوتا ہے — اور اس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے — سالک کا اس حالت میں ہمیشہ قائم رکھنا مراقبہ کہلاتا ہے — اور یہ حالت ہر نیکی کی اصل ہے — (ماخوذ از سر دلبران ص ٣٠٢ — ٢٩٥ — التکشف ص ٢٨٢ و ٥٠٣ و ٥١٢ حالات مشائخ نقشبندیہ ص ٥٢٢ — رسالہ قشیریہ ص ٣٠٥

میں تقسیم کرنا اور دوسرا اس کو دینا جو ابھی آپ کے پاس آئے گا - چنانچہ وہ خرقہ آپ کو
بھیجا دیا گیا ہے - کچھ دن قیام کرنے کے بعد حضرت حسین صاحب نے آپ سے فرمایا کہ
میرے والد صاحب کا حکم ہے کہ آپ کوہستان میں رہیں - لہذا آپ اپنے وطن کوہستان تبلیغ
کے لئے روانہ ہوگئے -(۱)

چنانچہ پیر بابا نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا علم بلند کرنے کی کوشش شروع
کیں - یوسف زئی کے علاقے میں دو پیر تھے - ایک کا نام پیر طیب تھا - اور دوسرے کا نام پیر ولی
تھا - ان دونوں کی آزاد خیالی کی وجہ سے لوگوں کو کافی نقصان پہنچا - پیر ولی اپنے آپ کو
خدا کہتا تھا - سرود کی مجالس منعقد کرتا تھا - اور اس کو حلال سمجھتا تھا - لہذا پیر بابا
نے ان کی اصلاح کی طرف توجہ کی -

توجہ بدان حضود برخود فرض دیدم (۲)

ترجمہ : ان کی طرف توجہ میں نے اپنا فرض سمجھا -

سے (۲) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۸ -

....

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۸ -
(۲) ایضاً ص ۲۹ -
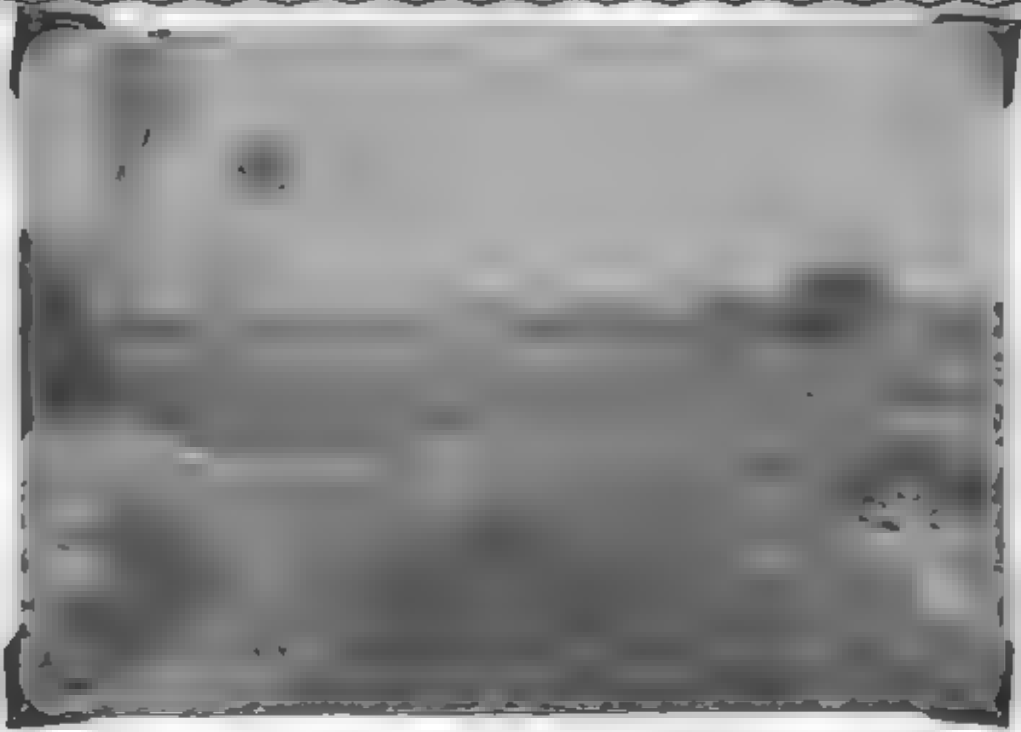
مزار کے مغرب کی جانب قبرستان کا منظر

نوٹ: یہ پشاور شہر کا مشہور قبرستان ہے اور قبرستان اخوند درویزہؒ کے نام سے مشہور ہے۔

مزار کے مشرق کی جانب قبرستان کا منظر

حالانکہ پیر بابا کا خیال تھا ۔ کہ ایک سال دوآبہ (۱) میں قیام کرنے کے بعد وہ اپنے وطن واپس روانہ ہو جائے گا ۔ مگر انہوں نے اپنی توجہ علاقہ یوسفزئی میں موضع سدوم (۲) کی طرف کی ۔ آپ نے یہاں ٹھہر کر تبلیغ کی اور باطل پیروں سے بچنے کی تلقین فرمائی ۔ آپ کی تبلیغ کا اتنا اثر ہوا کہ لوگوں نے نام نہاد پیروں کو چھوڑ کر آپ کا دامن پکڑا ۔ اور آپ کے حلقہ ارادت (۳) میں شامل ہونے لگے ۔

---

(۱) یہ لفظ دراصل دو آب ہے ۔ یہ دو دریاؤں کی درمیانی جگہ کو کہتے ہیں ۔ یہ تحصیل چارسدہ کا مشہور علاقہ ہے ۔ اس علاقے کے ایک طرف دریائے سوات اور دریائے کابل ہے ۔ اور دوسری طرف سردریاب اور ہاگمان ہے ۔ اس کے درمیانی گاؤں کو دوآبہ کہتے ہیں ۔ اور آج کل عام اصطلاح میں دو وادہ کہا جاتا ہے ۔

(۲) موضع سدوم جوکہ علاقہ رستم میں شمال مشرق کی طرف ہے اور اس گاؤں میں آپ کے بیٹھنے کی جگہ اب تک موجود ہے ۔ اور لوگوں نے اس کو عبادت سمجھ کر محفوظ رکھا ہے ۔

(۳) اسی سے مرید بھی ہے ۔ صوفیائے کرام کے نزدیک حلقہ ارادت اس کو کہتے ہیں کہ مرید کا اپنا کوئی ارادہ نہ ہو بلکہ اپنے پیر و مرشد کا تابع ہو ۔ لہذا

آپ نے جب یہ دیکھا کہ لوگوں کی توجہ صرف نیکی کی طرف راغب ہوگئی ہے ۔ اور عوام میں درس

و تدریس کا شوق پیدا ہوگیا ہے ۔ اور بحث کی وجہ حق و باطل کے درمیان لوگ تمیز کر سکتے

ہیں تو آپ نے غلط اور باطل پیروں کی طرف توجہ کی ۔ اور ان کو بحث و مباحثہ کی دعوت دی

اور خود اس علاقے کے لوگوں کے ہمراہ ان کی طرف روانہ ہوگئے ۔

(۱)
چنانچہ آپ براستہ پشاور قندس روانہ ہوئے ۔ آپ کی ملاقات ملک سیف اللہ اور

ملک کد اکبالی سے ہوئی ۔ جو گنبانی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے ۔ یہ دونوں آپ سے حاضر

ہوئے اور آپ کو دوآبہ لے گئے ۔ یہاں بھی احترام و عزت سے آپ کو رکھا ۔ آپ نے توحید اور اہل

السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کی خوب تبلیغ کی ۔ اور یہاں سے لوگوں کے عقائد کو سنوارا ۔ درس و

نوٹ : جو شخص اپنے ارادوں سے طریقہ کی اختیار نہیں کرتا وہ مرید نہیں کہلا سکتا ۔

(ماخوذ رسالہ قشیریہ ص ۲۲۲)

•••••••••

(۱) موضع دوآبہ تحصیل چارسدہ کے دو مشہور خوانین اور ملک تھے ۔ انتہائی ایماندار
اور مذہب سے وابستہ تھے ۔ مذہبی رجحان کی بناء پر انہوں نے ہو بابا کو پشاور
میں کچھ دنوں کے لئے ٹھہرایا ۔ اور اپنے علاقے دوآبہ میں تبلیغ اور درس و تدریس
کا بندوبست کیا ۔ (ماخوذ تذکرہ مشائخ سرحد ص ۱۱)

تدریس کا سلسلہ شروع کیا ۔ اور لوگوں کی اکثریت بیعت کرنے لگی ۔ اس طرح سے آپ کی شہرت کو

چار چاند لگ گئے ۔

یہی وجہ ہے کہ ہر صوفی کو طریقت اور معرفت کی راہ میں تین مقامات سے

گذرنا پڑتا ہے ۔

(۱) پہلا مقام شہرت کا مقام ہے ۔ کہ عوام الناس کچھ کثیر تعداد میں آنے لگیں اور

صوفی پر ملاقات کے لئے ہجوم رہتا ہے ۔

(۲) کشف و کرامت (۱) : اس میں صوفی سے خرق عادت (۲) کا کام سرزد ہونے لگتا ہے ۔

---

(۱) ولایت و کرامت کی حقیقت

سلسلہ ریاضات و مجاہدات کے بعد جب انسان کا باطن صاف اور

قلب اللہ کے نور معرفت میں مستغرق ہوجاتا ہے تو پھر اس کے کانوں میں ہر وقت

صرف آیات اللہ کی صدا گونجتی رہتی ہے ۔ اس کی آنکھیں اللہ تعالی کی قدرت

کے دلائل کے نظارہ میں مشغول ہوتی ہیں ۔ اور زبان پر ہر دم اللہ تعالی کی

تعریف و ثناء جاری رہتی ہے ۔ حتی کہ اس کی تمام ذہنی اور جسمانی قوی خدا

کی خدمت و طاعت کے لئے وقف ہو جاتی ہیں ۔ اس کے بعد خداوند تعالی بھی

اپنے فضل و احسان سے اپنے بندے کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے اور جمالہ

... ...

حاشیہ مذکورہ ۔

= جس طرح تمام بندوں میں انبیاء کرام خدا کے محبوب و مقرب ہوتے ہیں اسی طرح
ہر نبی کی امت میں بعض لوگ روحانی اور ایمانی کمالات کے سبب بارگاہ خداوندی
میں مقبول و باریاب ہو جاتے ہیں ۔ ان کی علمی اور عملی حالت امت کے دیگر افراد
سے ممتاز ہوتی ہے ۔ ایسے محرم اسرار اور مخزن انوار خدا رسیدہ بندگان خدا
کا وجود اسلام کی زینت و رونق ہے اور انہیں کے دم سے یہ دنیا باوجود اس
کثرت معصیت کے قائم و برقرار ہے اہل سنت والجماعت کا مسلّمہ عقیدہ ہے ۔ کہ
دنیا میں اولیاء اللہ کا وجود حق ہے اور ایسے باکمال اور پاکیزہ نفوس ہر زمانہ
میں موجود ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا ۔ (ملاحظہ ہو
العمالی شرح امالی ص ۵۷ ۔ ایضاً کشف المحجوب از داتا گنج بخش ہجویری ص ۲۹

.....

لفظ ولی قرب کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور دوست و حبیب کے معنی میں
مستعمل ہے ۔ شارح فقہ اکبر علامہ (م ۲۹۰ ھ) ابو المنتہی احمد بن محمد
الحنفی ولی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

" الولی ہو القریب فی اللغۃ اذا | ولی قریب کے معنی میں ہے ۔ یعنی جو

....

حاشیہ مذکور ۔

کان العبد قریباً من حضرۃ اللہ بسبب کثرۃ الطاعات وکثرۃ اخلاصہ وکان الرّب قریباً منہ برحمتہ و فضلہ واحسانہ فہناک حصلت الولایۃ "۔	بندہ کثرت طاعات اور کثرت اخلاص کے سبب خدا کے قریب ہوجاتا ہے اور خدا اپنے فضل و رحمت اور احسان سے اس کے قریب ہوجاتا ہے پس اس مقام پر ولایت حاصل ہوجاتی ہے۔

(شرح فقہ اکبر بیان " الکرامات للاولیاء حق " ایضاً ملاحظہ ہو تفسیر کبیر لامام فخر الدین محمد بن عمر رازی سورہ "الکہف)

علامہ تفتازانی (المتوفی ۷۹۱ھ) فرماتے ہیں ۔

" الولی ہوالعارف باللہ تعالی وصفاتہ حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانہماک فی اللذات والشہوات ۔	ولی وہ شخص ہے جو اللہ تعالی کی ذات و صفات میں حتی الامکان معرفت رکھتا ہو ۔ طاعات الہی میں مستغرق گناہوں سے مجتنب اور شہوات و لذات سے بیزار ہو ۔

(شرح عقائد بیان کرامات الاولیاء حق)

٭٭٭ ٭٭٭ ٭٭٭ ٭٭٭

حاشیہ مذکور۔

= حضرت امام حسن بصری (المتوفی ۱۱۰ھ-۷۲۸ء) ولی کی تعریف میں فرماتے ہیں۔

"ھوالذی یکون فی وجھہ حیاء ولی عینہ بکاء وفی قلبہ صفاء وفی لسانہ ثناءوفی یدہ عطاء وفی وعدہ وفاءوفی لحظۃ شفاء"	ولی وہ ہے جس کے چہرے پر حیاء آنکھوں میں گریہ دل میں پاکی زبان پر تعریف و ثناء ہاتھ میں بخشش و عطا وعدہ میں وفا اور بات میں شفا ہو۔

(کتاب الاسلام از مولانا نذیر الحق قادری مطبوعہ دہلی ۱۹۲۰ء ص ۵۲۷)

حضرت ابوعلی جرجانی فرماتے ہیں۔

الولی ھو الفانی فی حالہ والباقی فی مشاھدۃ الحق لم یکن لہ عن نفسہ اخبار ولا مع غیراللہ قرار۔	ولیؒ ہوتا ہے جو اپنے حال میں فانی اور خدا کے مشاہدہ میں باقی ہو اور اس کے لئے ممکن نہیں ہوتا کہ اپنے حال سے خبر دے یا اللہ کے سوا کسی اور کے پاس قرار پائے۔

مذکورہ بالا بیانات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ولی خدا کو بہت قریب و محبوب ہوتا ہے اور اس کے ہاں اس کو بہت کرامت و عزت کا مقام حاصل

=

...   .

حاشیہ مذکور ۔

— ہوتا ہے ۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ انبیاء کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں پر معجزات ظاہر فرماتا ہے اسی طرح اولیاء صادقین کی مقبولیت و قرب ظاہر کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں پر کرامات کا اظہار فرماتا ہے ۔ اگر چہ ان بندگان خدا کا امتیاز کرامت نہیں بلکہ کتاب و سنت کا اتباع اور خلاف اولیٰ امور سے اجتناب ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے کرامات حسی (مثلاً پانی پر چلنا ، حیوانات سے کلام کرنا ، ایک ساعت میں بہت سی مسافت طے کرنا ، مخلوق کے فکروں اور اندیشوں سے خبر رکھنا ، کسی چیز کا بے موقعہ ، بے محل اور بے وقت ظاہر ہونا اور اپنی یا دوسرے کی قبل از علم مشہور بات معلوم کرنا وغیرہ) بھی عطا فرماتا ہے ۔ یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے ۔ اسی پر اجماع ہے اور امت محمدیہ یعنی امۃ علیٰ صاحبہا کے تمام صوفیائے عظام کا اس پر اتفاق ہے اور عقائد و تصوف کی تمام مستند کتابوں میں یہ مسئلہ مفصل اور مدلل طور پر موجود ہے اور وجہ یہ ہے کہ کرامات کا منکر سب احکام منصوصہ اور علم عادی و ضروری کا منکر سمجھا جاتا ہے ۔ (ملاحظہ ہو تفسیر کبیر و تفسیر روح المعانی

... ...

حاشیہ مذکور ۔

ــ سورۂ الکہف ، سورۂ آل عمران و سورۂ مریم ، شرح فقہ اکبر ، شرح عقائد نسفی ۔ شرح مواقف ، شرح مقاصد (بیان کرامات الاولیاء حق) التعرف لمذہب اہل التصوف از امام ابوبکر بن ابو اسحاق (م ۳۹۵ھ) اردو ترجمہ از ڈاکٹر پیر محمد حسن طبع اول ۱۳۹۱ھ ص ۱۰۵ - ۱۱۸ ، کشف المحجوب از داتا گنج بخش ہجویری اردو ترجمہ از مولوی محمد حسین مطبوعہ لاہور ۱۳۲۲ھ ص ۲۲۲ - ۲۸۸ ، عوارف المعارف از شہاب الدین سہروردی اردو ترجمہ از حافظ سید رشید احمد ارشد مطبوعہ لاہور طبع اول ۱۹۲۲ء ص ۵۲ ، ۲۲۱ - ۲۲۲ ، مکتوب مجدد الف ثانی دفتر ۱ حصہ ۳ مکتوب ۲۹۲) ۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں آصف بن برخیا کی کرامت کا ذکر کیا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا تخت ان کے پاس آنے سے پہلے منگوانا چاہا اور خدا چاہتا تھا کہ آصف کی بزرگی مخلوق پر واضح ہو چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ شخص کون ہے جو کہ بلقیس کے تخت کو ان کے آنے سے پہلے لا حاضر کرے ۔ ” قال عفریت من الجن انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک ــ

... ...

حاشیہ مذکور ۔

یعنی ایک طرفہ نے کہا کہ میں اس تخت کو تیرے پاس اس جگہ سے تیرے اٹھنے سے پہلے
لا کھڑا کرتا ہوں ۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اس سے بھی جلدی چاہئے ۔ اس
کے بعد آصف نے کہا "انا آتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک" یعنی میں اسے تمہارے
پاس آنکھ جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا ۔ (سورہ النمل آیہ ۲۷ : ۴۰) حضرت سلیمان
علیہ السلام آصف کے اس کلام سے حیران نہ ہوا اور نہ انکار کیا اور نہ اس کو محال نظر
آیا ۔ قرآن کریم نے ہم کو مریم علیہا السلام کے قصہ کی اطلاع دی کہ جب زکریا علیہ
السلام ان کے پاس حجرہ میں آتے موسم سرما میں موسم گرما کا میوہ پاتے اور موسم گرما
میں موسم سرما کا میوہ ۔ مریم سے پوچھا "انی لک ھذا" (اے مریم تیرے پاس یہ
کہاں سے آتے ہیں) جواب دیا "ھو من عند اللہ" یہ اللہ کے پاس سے ۔ (سورہ
آل عمران ۳ : ۳۷) اسی طرح اللہ تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ اصحاب
الکہف کے ساتھ کتے نے کلام کیا ۔ یہ سب والیات و کرامات میں سے ہیں نہ کہ
معجزات سے ۔ کیونکہ مذکورہ سب حضرات پیغمبر نہ تھے ۔

(ملاحظہ ہو تفسیر کبیر لامام رازی ۔ سورہ النمل ۲۷ : ۴۰ ۔ سورہ آل عمران
۳ : ۳۲ ایضاً تفسیر روح المعانی ۲۷ : ۴۰ و ۳ : ۳۲ اس کے علاوہ کشف
المحجوب ص ۲۶۸ ۔ ۲۷۱ اور التعرف ص ۱۰۵ ۔ ۱۰۶ میں ملاحظہ ہو) ۔

حاشیہ مذکور ۔

اس کے علاوہ خلفائے راشدین سے بھی مختلف اوقات میں متعدد کرامات کا ظہور
ظہور ہوا ہے ۔ مثلاً جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے مزار مبارک کے دروازہ پر لایا گیا اور یہ ندا دی گئی "السّلام علیک یا
رسول اللہ ھذا ابوبکر بالباب" یعنی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام
ہو دروازے پر ابوبکر حاضر ہیں ۔ تو اسی وقت دروازہ خود بخود کھل گیا اور قبر سے
یہ آواز آنے لگی کہ "ادخلوا الحبیب الی الحبیب" (دوست کو دوست کے ساتھ ملاؤ) ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامات میں سے ایک بار یہ کرامت ظاہر ہوئی
کہ نماز جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اور اچانک منبر پر پکار کر کہا ۔ "یاساریہ یاساریۃ
الجبل" اے ساریہ پہاڑ پر چڑھ جاؤ ۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت مدینہ
میں تھے اور حضرت ساریہ ایک ماہ کی مسافت پر نہاوند میں دشمن کے ساتھ نبرد آزما
تھے ۔ کہتے ہیں کہ حضرت ساریہ نے یہ آواز سنی اور پہاڑ کا سہارا لے کر دشمن کو
شکست دے دی ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار میں راستے سے گزر رہا
تھا ۔ ایک عورت پر میری نگاہ پڑی ۔ اس کے بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس

... ...

حاشیہ مذکور ۔

آیا آپ نے مجھے مخاطب ہوکر فرمایا ۔کہ

"مالی اراکم تدخلون علی و آثار الزنا ظاہرۃ علیکم" (یہ کیا ہے کہ تم میرے
پاس آتے ہو اسی حالت میں کہ تمہارے چہروں پر زنا کے آثار ظاہر ہیں ۔حضرت انس
فرماتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی
ہے ۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ مومن کی فراست ہے ۔

(فراست مومن کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو تصوف ص ۲۲۲-۲۲۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے احباب میں
سے ایک سیاہ فام غلام نے چوری کی اس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لایا گیا ۔پوچھا
کیا تو نے چوری کی ہے ۔ جواب دیا ہاں ۔ پھر اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ۔وہ واپس لوٹا
کہ راستے میں حضرت سلمان فارسی اور ابن الکوا کے ساتھ ملاقات ہوئی ۔پوچھا تیرا ہاتھ
کس نے کاٹا ۔ جواب دیا کہ "امیر المومنین یعسوب المسلمین و ختن الرسول وزوج البتول" ۔
ابن الکوا نے کہا کہ اس نے تو تیرا ہاتھ کاٹا ہے اور تو اس کی تعریف کرتا ہے ۔جواب دیا
کہ میں کیوں اس کی تعریف نہ کروں کہ برحق میرا ہاتھ کاٹا اور آگ سے نجات دلائی ۔
حضرت سلمان نے حضرت علی کو اس واقعہ کی اطلاع دی ۔حضرت علی نے اس غلام کو بلا
بلایا اس کی کلائی پر ہاتھ رکھ کر کپڑا سے ڈھانپ لیا اور دعا فرمائی ۔اس دوران آسمان

... ...

حاشیہ مذکور۔

سے ایک شخص آواز آئی کہ کپڑا ہٹاؤ چاہیے؟ کپڑا ہٹایا گیا اور ہم نے دیکھا کہ اس کا ہاتھ بالکل صحیح و سالم ہے۔

(تفسیر کبیر سورہ کہف زیر عنوان "المسئلۃ فی بیان احتجاج اهل السنۃ الصوفیۃ علی صحۃ القول بالکرامات)۔

خلفائے راشدین کے علاوہ دیگر صحابہ کرام حتیٰ کہ تابعین، تبع تابعین اور متأخرین اولیاء اللہ کی کرامات کے واقعات سے تصوف و سلوک کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ جن کی تفصیلات بیان کرنا باعث طوالت ہوگا۔ البتہ راقم الحروف کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ محققین علماء کرام اور صوفیاء نے کرامت کی جو تصریح و توضیح کی ہے اس کا مختصر تذکرہ کیا جائے۔

علماء حق فرماتے ہیں کہ کرامت اس امر کا نام ہے جو کسی ولی کے کسی متبع کامل سے صادر ہو اور عام قانون عادت سے خارج ہو۔ یہی وجہ ہے کہ کرامت کو خرق عادت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ چیز اصول قدرت کے خلاف نہیں ہوتی مگر اس کے اسباب ایسے دقیق اور مخفی ہوتے ہیں کہ منکرین خوارق کے علم و عقل سے خارج ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ۔

"معجزات و کرامات اور اسباب ہیں لیکن ان پر کمال غالب ہوگیا ہے اس

حاشیہ مذکورہ۔

== وجہ سے وہ نور اسباب اور سے ممتاز ہیں"۔(تفہیمات الٰہیہ بحث کرامت) حضرت مولانا

اشرف علی تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) فرماتے ہیں کہ۔

"کرامت کے لئے یہ شرط ہے کہ اسباب طبعیہ سے وہ اثر پیدا نہ ہو وہ اسباب جلی ہوں یا خفی بعض لوگ جو مطلق عجیب امور کو کرامت سمجھتے ہیں اور عامل کے کمال کے معتقد بن جاتے ہیں۔ مثلاً مسمریزم۔ طلسمات۔ شعبدات اور چشم بندی وغیرہ کہ ان میں بعض آثار تو محض خیال ہیں اور بعض جو واقعی ہیں اسباب طبیعیہ خفیہ سے مربوط ہیں کرامت ان سب خرافات سے پاک اور منزہ ہے"۔(مقدمہ کرامات امدادیہ از مولانا اشرف علی تھانوی مطبوعہ رشید پبلیکیشنز لیاقت آباد کراچی ۱۳۱۹ھ ص۱۰)۔

آپ فرماتے ہیں کہ کرامت کے لئے کامل اتباع شریعت لازمی ہے۔ چنانچہ مشائخ عظام کا قول ہے کہ اگر کسی شخص کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھو اگر وہ شریعت کا پابند نہیں تو اس کو بالکل ہیچ سمجھو اور یہ کرامت نہیں بلکہ استدراج ہے۔(کرامات امدادیہ ص ۸-۹)۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۴۹ء) کرامت و استدراج کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

"وہ خوارق عادات اور جو گاہ بگاہ کسی بدکار۔ گمراہ۔ فاسق یا کافر مشرک ==

حاشیہ مذکورہ

اور معجزات انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ سے ظاہر ہوتے ہیں ۔ اگر چہ یہ خوارق بھی صورۃً ان خوارق کے مشابہ ہو سکتے ہیں جن کا نام ہم نے کرامات رکھا ہے لیکن سمجھنے والوں کے نزدیک ان دونوں میں ایسا ہی بڑا فرق ہے ۔ جیسا کہ ایک صحیح النسب مولود اور ایک ولد الزنا میں کہ بظاہر دونوں ہی یکساں شکل و صورت رکھتے ہیں اور حسی طور پر دونوں ایک ہی طرح کی حرکت و عمل کا نتیجہ ہیں مگر ان میں سے ایک بیجا فعل حرام کا نتیجہ اور دوسرا عمل مشروع کا ثمرہ ہے ۔ ہم پہلے کے تولد کو مذموم اور قابل نفرت اور دوسرے کی ولادت کو مسعود اور موجب مسرت سمجھتے ہیں ۔ ٹھیک اسی طرح جو " خوارق عادات " امور اتباع رسول اور خدائے واحد کی پرستش کا نتیجہ ہیں ۔ وہ " کرامات اولیاء " کہلاتی ہیں جن کے مبارک و مسعود ہونے میں کوئی شبہ نہیں اس کے برخلاف جو خوارق اتباع شیطانی ، عبادت غیراللہ اور فسق و فجور کے ثمرات ہوں ان کا نام " استدراج " اور " نصرت شیطانی " ہے ۔ "

(معجزات انبیاء از مولانا شبیر احمد عثمانی ص ۱۳۰-۱۳۱)

ولی کے ہاتھ پر جو کرامت ظاہر ہوتی ہے ۔ دراصل وہ امر ولی کا فعل اور تصرف نہیں بلکہ اللہ کا فعل و تصرف ہوتا ہے ۔ اس کا ظہور کسب

... ...

حاشیہ مذکورہ۔

[illegible] سے ممکن نہیں بلکہ خدائی بخشش سے ہوتا ہے۔

(کشف المحجوب ص ۲۲۶ ایضاً ملاحظہ ہو معدن السرور از مولانا شمس الحق افغانی ص ۲۱)۔

بعض اولیاء نے کرامۃ کی قوت ایک حد خاص تک مقرر کی ہے۔ اور جو امور نہایۃ عظیم ہیں جیسے بغیر والد کے اولاد کا پیدا ہونا یا کسی جماد کا حیوان بن جانا وغیرہ ان کا صدور کرامۃ کے ذریعے ممتنع قرار دیا ہے مگر محققین کے نزدیک کوئی حد نہیں کیونکہ وہ اللہ کا پیدا کیا ہوا فعل ہے صرف ولی کے ہاتھ پر اس کا ظہور ہوگیا ہے۔ اور اللہ کی قدرت کی جب کوئی حد نہیں تو پھر کرامۃ کیسے محدود ہوسکتی ہے۔ البتہ جس خرق عادت امر کی نسبت نبی نے محال ہونے کی خبر دی ہو وہ بطور کرامۃ موجود نہیں ہوسکتا۔

(کرامات امدادیہ ص ۹ ایضاً ملاحظہ ہو دار العلوم دیوبند نمبر ص ۵۵۶)۔

صوفیائے محققین نے اس بات کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ کرامۃ میں معجزے کے مانند مساوات لازم آنے کا احتمال اور نبی و غیر نبی میں امتیاز مشکل ہونے کا خیال قطعاً باطل ہے اس لئے کہ صدق مقال ولایۃ کی شرط اولین ہے۔ اور دعوی مخالف معنی جھوٹ ہوتا ہے اور جھوٹا ولی نہیں ہوتا اور اگر ولی نبوت کا دعوی کرے تو وہ معجزہ میں دخل دینے والا ہوگا۔ اور معجزہ میں دخل دینا کفر ہے اور کرامۃ بجز مؤمن مطیع کے کسی کو =

... ...

حاشیہ مذکور۔

== صبر نہیں ہوتی ۔(کشف المحجوب ص ۲۹۷ و تعرف ص ۱۰۹ و ۱۰۷)

حضرت مجدد الف ثانی اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

"معجزہ نبی مقرون بہ دعوی نبوت است وکرامت ولی ازین معنی خالی است بلکہ بہ اعتراف متابعت آن نبی فلا اشتباہ بین المعجزۃ والکرامۃ کما زعم المنکرون"۔ (مکتوبات دفتر اول حصہ ۴ مکتوب ۲۹۹)

نبی کا معجزہ دعوی نبوت کے ساتھ ہوتا ہے اور ولی کرامت اس بات سے خالی ہے بلکہ اس نبی کی متابعت کے اعتراف سے (کرامت سرزد ہوتی ہے) پس معجزہ اور کرامت میں اشتباہ لازم نہیں آتا جیسا کہ منکرین کرامت خیال کرتے ہیں۔

علامہ ابن خلدون معجزہ اور کرامت میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ معجزہ میں تحدی ہوتی ہے اور کرامت میں تحدی نہیں ہوتی ۔(مقدمہ ابن خلدون اردو ترجمہ از مولانا سعد حسن یوسفی مطبوعہ جاوید پریس کراچی ص ۲۵۱)۔

آگے چل کر علامہ موصوف منکرین کرامت کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

"عقلی مجوزات کو بھی ایک طرف رکھیں تو مشاہدہ ہے تو کہاں لے جائیں گے اور دیکھی بات کو کیسے جھٹلائیں گے ۔صحابہ کرام اور سلف صالحین سے کرامت صادر

(۳) اس مقام میں سالک(۱) کا مقصد و مدعا رضائے الٰہی(۲) حاصل کرنا ہوتا ہے۔

اس وجہ سے سالک کو اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ بلکہ دنیا کے معاملات پر نگاہ

ہوتی ہے۔

شادی

لہذا علامہ یوسفی کی ایک بانوے اور نیک شخصیہ ملکہ مولہ علی زئی آپ کے انحالات

حاشیہ مذکور۔

ہونہن مزارہا اولیاء اور صوفیاء سے کرامات کا ظہور ہوا اور ہو رہا ہے۔ لہذا ان تمام

مشاہدات کو کون غلط ثابت کرے گا حالانکہ اگر کوئی غلط بتاتا ہے تو یہ اس کی سراسر

ہٹ دھرمی اور ضد ہے اور وہ انصاف کا خون کرتا ہے۔

(مقدمہ ابن خلدون اردو ترجمہ ص ۴۵۱)۔

•••••••

(۲) خرق عادت تصوف کی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں کہ صوفی جو بات کرتا ہے اسی طرح

کام ہونے لگتا ہے۔

•••••

(۱) "سالک" سلوک سے نکلا ہے۔ سلوک کے لفظی معنی ہیں راستہ چلنا یا راہ طے کرنا

اور اصطلاح تصوف میں اس سے مراد ہے شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ

سے متأثر ہوئے اور اپنی ہمشیرہ بی بی مریم سے شادی کرنے کا پیغام بھیجا ۔جسے آپ نے قبول کیا
اور اس کا اور مقصد آپ کو علاقہ سدوم میں مستقل ٹھہرانے کا تھا ۔[۱] افغان قوم کا قاعدہ ہے
کہ جب بھی وہ کسی نیک آدمی کو دیکھتے ہیں تو ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس کو مستقل
اپنے علاقے میں سکونت پذیر کریں اور اس سلسلے میں باعزت لوگ ان سے رشتہ کرنے کی کوششیں کرتے
ہیں ۔تاکہ ان سے رشتہ داری قائم ہوجائے ۔ یہی کام حضرت پیر بابا سے بھی ہوا ۔اور ان کو
اسی مقصد کے تحت پیشکش کی گئی ۔[۲]

چنانچہ آپ کو اپنے پیر و مرشد حضرت سالار رومی کی نصیحت یاد آئی ۔کہ انہوں نے
آپ کو ہندوستان جانے کا حکم دیا ہے ۔لہذا شادی کرکے وہیں مستقل رہائش پذیر ہوگئے ۔اللہ
تعالی نے آپ کو اولاد کی دولت سے نوازا ۔آپ کی لڑکیاں اور لڑکے پیدا ہوئے ۔اور اسی دوران آپ

—— کا قرب حاصل کرنے کے لئے ریاضت اور جدوجہد کرنا جو شخص تلاش حق کی اس کوشش
میں مشغول ہوتا ہے ۔اس کو سالک کہتے ہیں ۔ (ماخوذ سرِ دلبراں ص ۹۹)۔

(۲) روحانی رابطہ ص ۲۲۶ ۔

•••••••

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۱ ۔

(۲) روحانی رابطہ ص ۲۲۳ ۔

نے قندس جانے کا ارادہ فرمایا ۔تاکہ اپنے والدین سے شرف ملاقات حاصل کرسکوں ۔ چنانچہ
قندس پہنچنے پر پتہ چلا کہ آپ کے والد وفات پا گئے ہیں اور آپ کی والدہ ماجدہ بقید حیات
تھیں ۔کچھ دیر والدہ ماجدہ کے ساتھ بیٹھنے پر انہوں نے گزری ہوئی زندگی کے بارے میں
پوچھا ۔پیر بابا نے ان کو تمام حالات سے بالعموم فرمایا اور اپنی شادی کے متعلق بالخصوص آگاہ
کیا ۔تو والدہ نے آپ کو واپس اپنے بچوں کے پاس جانے کا حکم دیا ۔اور کہا ۔

"من حق خود را بشما بخشیدم" (۱)

ترجمہ :- میں نے اپنا حق تم کو بخش دیا ہے ۔

چنانچہ آپ واپس آئے اور ملاکہ کوہستان میں بمقام بونیر (۲) اپنے شیخ کے حکم سے خانقاہ قائم
کرکے تبلیغ شروع کردی ۔ اپنے مریدوں میں سادات بھی اور متبحر عالم پیدا ہوئے ۔ جنہوں نے

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۱ ۔

(۲) بونیر ضلع سوات کی ایک اہم تحصیل ہے ۔اس کو سوات بریکوٹ سے بھی پہاڑوں کے
درمیان سے ہوتا ہوا راستہ جاتا ہے ۔اور رستم مردان سے بھی ایک سڑک پہاڑی
راستوں سے گزرتے ہوئے جاتی ہے ۔

••••••

سلسلہ چشتیہ(۱) میں بھی آپ سے بیعت کی۔اور پھر اس میں شہرت(۲) حاصل کی۔

آپ کا طریقہ تھا۔کہ آپ عام لوگوں کو بیعت شریعت(۳) سے مشرف فرماتے اور طالبو صالحاء

کو بیعت طریقت سے طور فرماتے۔ہر شخص کو اس کی طاقت اور استطاعت کے مطابق تعلیم دیتے(۴)۔

---

(۱) چشت ایک قصبہ ہے جو افغانستان میں واقع ہے۔اس جگہ چند خدا کے نیک بندے معتد کو اس کا ذکر کرنے لگے۔انہوں نے اپنا تزکیہ نفس کیا۔اور اپنے اصلاح باطن کی توجہ کی۔لہذا اس جگہ کی سے یہ سلسلہ چشتیہ کے نام سے مشہور ہوا۔
(ماخوذ از تاریخ مشائخ چشتیہ ص ۱۲۹۔۱۲۵)۔

(۲) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۱۔

(۳) اوامر اور نواہی کی پوری پوری تقلید اور احکام قرآنی اور سنۃ نبوی کی مکمل پیروی کیا جاتا ہے۔

(۴) شرعی عبادت کے ساتھ ساتھ دوسری عبادتوں کی طرف بھی توجہ دینا۔کیونکہ شریعت و طریقت ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔

......

اگر دیہاتوں میں جاکر جاہل اور کمزور عقیدے کے لوگوں کو اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کی تعلیم دیتے ۔اگر کوئی شخص دنیاوی غرض کے لئے دعا کا طالب گار ہوتا ۔تو بھی آپ اس کے حق میں دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے ۔ (۱)

---

(۱) دعا اور اس کی اہمیت و اثرات

دعا ایک نافع ترین دوا اور آفات و بلیات کا عدو مقابل ہے ۔ ہر بلا و مصیبت کو آنے سے روکتی ہے ۔ اور اسے دفع کرتی ہے اور اگر مصیبت آ چکی ہے تو اسے ہلکا اور کم کر دیتی ہے ۔ (دوائے شافی ترجمہ الجواب الکافی امام محمد بن ابی بکر بن القیم الجوزیہ تصحیح و تعلیق از مولانا عبدالقدوس ہاشمی مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ص۲۲) ۔

دعا نہایت مفید اور مومن کے لئے ایک زبردست حربہ ہے ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ۔

الدعاء سلاح المؤمن وعماد الدین ونور السموات والارض یعنی دعا مومن کا ہتھیار دین کا ستون اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے (صحیح حاکم) اللہ تعالی فرماتے ہیں ۔
واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ۔ (اور اے نبی جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کرتے ہیں تو میں نزدیک ہوں دعا کرنے والے کی دعا

... ...

حاشیہ مذکورہ ۔

== قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے) ۔ اس آیت میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے

کہ انسان جب کبھی مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں اور دعا قبول کرتا

ہوں ۔ (سورہ بقرہ ۲ : ۱۸۶) ۔

ہمارا ایمان ہے کہ اگر کسی جائز مقصد کے لئے اللہ تعالی کی درگاہ میں دعا

کی جائے تو دعا ضرور قبول ہوتی ہے ۔ بشرطیکہ دعا کے ساتھ حضور قلب اور جمعیت

خاطر موجود ہو حرام غذا سے اجتناب ہو قلب پر گناہوں کا میل چڑھا ہوا نہ ہو

غفلت و سہو اور لہو و لعب کی تاریکی چھائی ہوئی نہ ہو ۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت

ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ واعلموا ان اللہ لا یقبل دعاء قلب غافل لاہ

(بارگاہ الہی میں تم اس طرح دعا کرو کہ تمہارے اندر اجابت دعا کا پورا پورا یقین

موجود ہو ۔ خوب سمجھ لو کہ غافل بے خبر قلب کی دعا اللہ تعالی قبول نہیں فرماتا ۔

(مستدرک حاکم) حضرت ابوہریرہ سے منقول ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ

" الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدیہ الی السماء یا رب یا رب ومطعمہ حرام

ومشربہ حرام وملبسہ حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذلک " یعنی ایک آدمی

طویل سفر کرتا ہے اور اس حال میں کہ خستہ حال اور گرد و غبار سے اٹا ہوا ہے ==

آپ کی سخاوت اتنی بے مثال تھی کہ کوئی سائل بھی خالی ہاتھ واپس نہ جاتا ۔ مسافروں کو سفر خرچہ اور بیماری کی عیادت آپ کی خاص صفات میں سے ہیں ۔ (۱)

وفات و مزار :

آپ ۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء کو ۸۱ برس کی عمر میں فوت ہوئے ہیں ۔ بونیر کے پاچا کلی نامی جگہ میں آپ مدفون ہیں ۔ اس مزار کا محل وقوع بہت خوبصورت ہے ۔ اس کی پشت پر ایلم نامی پہاڑی ہے ۔ آپ کا مزار آج بھی پختون قوم کا مرکز ہے ۔ آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے سید حبیب اللہ کی قبر ہے ۔

ــــ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر خدا سے دعا مانگتا ہے ۔ اے پروردگار اے پروردگار اور حال یہ ہے کہ اس کی غذا حرام اس کا پینا حرام ہے اس کا لباس حرام ہے حرام غذا کھائی ہے ۔ اس کی دعا کس طرح قبول ہوگی ۔ (صحیح مسلم)

******

(۱) تذکرہ مشائخ سرحد ص ۱۲-۱۱ ۔

... ...

حاشیہ مذکور۔

= و ضلالہ کی تمام آلائشوں سے پاک کرکے اپنے نور ہدایت سے منور کرلیتا ہے۔

اور اس طرح اس کو خدا کے ولی و دوست اور حبیب و محبوب ہونے کا بلند مرتبہ

نصیب ہوجاتا ہے۔(ملاحظہ ہو تفسیر سورۂ البقرہ ۲ : ۲۲۲ و سورۂ

اعراف ۷ : ۱۹۶ و سورۂ مائدہ ۵ : ۵۵ و سورۂ محمد ۴۷ : ۱۱ و سورۂ

البقرہ ۲ : ۱۹۵ و سورۂ مائدہ ۵ : ۵۴ و سورۂ بقرہ ۲ : ۲۵۸) ۔

ولایہ ایک دولت عظمی ۔انسانیہ کی معراج ۔سکون و اطمینان کا ذریعہ

اور دنیا و آخرت میں کامیابی کی بشارت ہے ۔اولیاء اللہ کی شان یہ ہوتی ہے

کہ جب جب دوسرے لوگ ڈرتے ہیں وہ خوفزدہ نہیں ہوتے اور جب دوسرے لوگ

غمگین ہوتے ہیں وہ غمزدہ نہیں ہوتے ۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

الا انّ اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون الذین آمنوا وکانوا یتقون لھم البشری فی الحیوة الدنیا وفی الآخرة لا تبدیل لکلمات اللہ ذلک ھوالفوز العظیم ۔

(سورۂ یونس آیات ۶۲ ۔ ۶۴)

جان لو اولیاء اللہ کو نہ خوف لاحق ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے ان کیلئے دنیا اور آخرت میں (فوز و فلاح) کی بشارت ہے ۔خدا کی باتوں کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا ۔اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

چارد یواری کے اندر دو بڑی قبریں ہیں ۔ مشرق کی جانب پیر بابا کی قبر ہے ۔ اور

مغرب کی جانب آپ کے شیخ کی قبر ہے ۔(۱)

اس وقت آپ کے مزار کے ساتھ بہت بڑی مسجد ہے ۔ جس میں مولانا عبد

الظہیر صاحب پشتہا پشت سے اس مسجد کے امام ہیں ۔ اور اس علاقے کے قاضی بھی

ہیں ۔ موسم بہار میں ہر سال یہاں پر میلہ لگتا ہے ۔ ہزاروں کی تعداد میں

لوگ آتے ہیں اور شرف زیارت حاصل کرتے ہیں ۔

اولاد و خلفاء

آپ کی بیوی کا نام بی بی مریم تھا ۔ ان کے بطن سے اللہ تعالی نے

آپ کو دو صاحبزادے عطا کئے ۔ بڑے صاحبزادے کا نام میاں سید حبیب اللہ ہے ۔

جو عہد جوانی ہی میں اللہ کو پیارے ہو گئے ۔ غیر شادی شدہ تھے ۔

دوسرے بیٹے کا نام میاں سید مصطفی ہے ۔ اور ان سے آپ کا سلسلہ نسب

چلتا ہے ۔ اور والد صاحب کی زندگی میں افغانستان کی مشرقی سمت طاقہ کلا میں

مقیم ہوئے تھے ۔ اور پھر وہیں وفات پا گئے ۔ ان کا مزار بھی طاقہ کلا میں

(۱) روحانی رابطہ ص ۲۲۸ ۔

وضع ووتانی کی پھٹہ پو ہے ۔(۱)

میاں مصطفیٰ کے تین بیٹے تھے ۔ایک کا نام میاں عبدالوہاب جو میاں عبدل کے نام سے مشہور ہوا ۔اور علاقہ بونیر کے تختہ بند نامی جگہ میں ہے ۔دوسرے کا نام میاں محمد قاسم ہے جو علاقہ پیر کلی میں مدفون ہے ۔اور تیسرے کا نام میاں محمد حسن ہے ۔جو سوات کے حسین علاقہ وزار میں دفن ہیں۔(۲)

حضرت پیر بابا کی تین صاحبزادیوں کے نام بھی ملتے ہیں ۔(۱) سیدہ رحیمہ ۔ (۲) سیدہ کریمہ اور (۳) سیدہ زلیخہ ۔(۳)

آپ کی اولاد میاں سید مصطفیٰ سے پھلی پھولی ۔آپ کی اولاد میں جید علماء اور صلحاء پیدا ہوئے ۔جنہوں نے دین اسلام کی خدمت کی ۔جن میں میاں سید جمال الدین افغانی(۴) ثانی شخصیت بھی مشہور ہے ۔

---

(۱) حیاۃ طیبہ ص ۲۱ ۔۳۰

(۲) روحانی رابطہ ص ۲۲۸ ۔

(۳) تذکرۂ صوفیائے سرحد ص ۸۱ ۔

(۴) سید محمد جمال الدین افغانی بن صفدر تیرھویں صدی ھجری / انیسویں صدی عیسوی کے عالم اسلام کی ممتاز ترین شخصیتوں میں سے ہیں ۔آپ مفکر اور حکیم بھی تھے ۔

... ...

حاشیہ مذکور ۔

اور عالم و رہنما بھی ۔ ان کی بصیرت کا فیصلہ یہ تھا کہ مسلم اقوام
کی نشاۃ ثانیہ کا راز ان دو باتوں میں مضمر ہے ۔ اولاً افکار کی غلامی سے نجات اور ثانیاً
اتحاد عالم اسلامی ۔ چنانچہ اس کے حصول کے لئے اپنی تمام زندگی اور صلاحیتوں کو
وقف کردیا ۔ بے مثل دماغی اوصاف اور اعلی اخلاقی خوبیوں کی وجہ سے ان کی شخصیت
میں ایسی جاذبیت اور الفاظ میں اس قدر اثر و نفوذ تھا کہ وہ جس جس ملک میں جاتے
وہاں کثرت سے لوگ ان کی تحریک اتحاد عالم اسلامی کے حامی و مددگار بن جاتے ۔

آپ نہ صرف مفکر و حکیم تھے بلکہ اہل نظر بھی تھے ۔ اور ان کی بصیرت نے
اس عہد کے حالات کا مثلاً اسلامی ممالک کے زوال و انحطاط اور جمود و بے حسی ان
کی اقتصادی اور سیاسی زندگی پر مغربی ممالک کا روزافزوں تسلط و اختیار اور مشرق میں
دہریت کی نشرو اشاعت جس کا منبع ڈارونیت ((DARNINISON)) تھی ۔
صحیح اندازہ لگایا ۔ گو ان کے وسائل و اسباب کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور نہ
انہوں نے ایسا کیا ۔ تحریک اصلاح جس نے پہلے سلفیہ اور پھر بعد میں اخوان المسلمین
کو پیدا کیا ۔ انہیں کی ذات کی مرہون منت ہے ۔ انہوں نے تحریر و تقریر کے ذریعے
مسلمانوں کے فکر و عمل کی نشاۃ ثانیہ کی اہمیت پر زور دیا ۔

ان کے اپنے بیان کے مطابق وہ حنفی کنڑ گھرانے میں ۱۲۵۴ھ / ۳۹-۱۸۳۸

...   .

بقیہ حاشیہ مذکور -

= میں ضلع کابل افغانستان میں مشرق کی جانب کنڑ (KONAR) کے نزدیک سعد آباد میں پیدا ہوئے - کابل میں مروجہ تعلیم حاصل کی اور اس کے علاوہ انہوں نے فلسفے اور علوم طبیعی کی طرف بھی توجہ دی - بعد ازاں ہندوستان چلے گئے - جہاں ایک برس قیام کیا اور جدید تعلیم حاصل کی - مارچ ۱۸۷۱ء میں آپ قاہرہ گئے - وہاں مستقل قیام کا ارادہ نہ تھا - جہاں حالات کی بنا پر مستقل ٹھہر گئے -

آپ نے محمد عبدہ سے مل کر پیرس میں ہفتہ وار اخبار عروۃ الوثقیٰ نکالا - آپ کی زندگی آپ کے قول و اعمال کے مطابق تھی - جمال الدین افغانی کی زندگی اور افکار تین اوصاف کی وجہ سے ممتاز ہیں اولاً لطیف روحانیت - ثانیاً گہرا دینی احساس اور ثالثاً بلند اخلاقی معیار - مادی لذائذ سے ان کی بے تعلقی - روحانی اقدار کی تلاش اور اپنے نصب العین کے انہماک میں یہ اوصاف واضح طور پر جلوہ نما ہیں -

جمال الدین افغانی کا معزز و محترم نام لوگوں کے حافظے میں اب بھی زندہ ہے - اور ان کی دعوت اب بھی مسلمانوں کے لئے ایک کشش رکھتی ہے - افغانی مشرق جدید کی تاریخ میں ایشیا کے پہلے مجاہد تھے - جن کی محسوس نے ایک اصلاحی پلان کی ضرورت محسوس کی اور اسے امن عالم کی ضروری شرط ٹھہرایا - علامہ اقبال نے بھی جمال الدین افغانی کو زمانہ حال کے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا موسس قرار دیا ہے =

حاشیہ مذکورہ

۹/ مارچ ۱۸۹۷ء کو جبڑے کے سرطان کی بیماری سے ان کا انتقال ہوا - ایک افواہ کے مطابق آپ کو زہر دیا گیا تھا - جس سے آپ کی وفات واقع ہوئی -

(ماخوذ دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۷ ص ۳۸۰ ـ ۳۷۹)

جمال الدین افغانی کی زندگی کے آخری ایام اندوہناک تھے - انہوں نے یہ دن قسطنطنیہ کے "طلائی قفس" میں بسر کئے - جہاں سلطان عبدالحمید نے انہیں اپنے سفیر لندن کے ذریعے دو دفعہ طلب کیا تھا - (غالباً ۱۸۹۲ء) - پہلے تو انہوں نے انکار کیا - لیکن پھر وہاں جانے پر رضامند ہوگئے - اتحاد عالم اسلامی کے اس مبلغ کو اپنے پاس بلانے میں کیا سلطان کی نیت نیک تھی - کیا سلطان واقعی چاہتا تھا - یہ کہ وہ اس کے ساتھ مل کر اتحاد عالم اسلامی کی تحریک کو جس میں ترکیہ اہم کردار ادا کرسکتا تھا - کامیاب بنانے کی کوشش کرے - یا جیسا کہ احمد امین کا خیال ہے کہ سلطان جمال الدین افغانی کو اپنے پاس اس لئے بلانا چاہتا تھا کہ وہ انہیں اپنے پاس رکھ کر ان کے اثر و نفوذ کو زیادہ موثر انداز سے ختم کرے - اس پر کچھ کہنا بہت مشکل ہے - بہرحال جمال الدین افغانی قسطنطنیہ پہنچے تو انہیں یلدز کے قصر شاہی کے قریب کوہ نشانتاش پر ایک خوبصورت مکان میں اتارا گیا - انہیں پچھتر عثمانی پونڈ وظیفہ ماہانہ ملتے تھے - اور انہیں اپنے ملاقاتیوں سے ملنے جلنے کی اجازت تھی -

...   .

حاشیہ مذکور ۔

سلطان اپنے مہمان کے ساتھ مشفقانہ انداز سے پیش آیا ۔اور کم از کم شروع میں ان کی باتوں پر کان دھرتا تھا ۔لیکن اس نے جمال الدین افغانی کو شاہ ایران کے خلاف معاندانہ رویہ کو ترک کر دینے کی ترغیب دی ۔اس نے انہیں "شیخ الاسلام" کے عہدے کی بھی پیشکش کی ۔لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا ۔یہیں سے شکر رنجی کا آغاز ہوتا ہے ۔حسد و بغض اور سازشوں نے جن میں ابو الہدیٰ نے جو دربار کا ممتاز عالم دین تھا ۔خصوصیت سے اہم کردار ادا کیا ۔اور معاملہ انتہا کو پہنچا دیا ۔ سلطان اور اس کے مہمان کے درمیان تعلقات انتہائی کشیدہ ہوگئے ۔جمال الدین افغانی نے ملک چھوڑنے کی متعدد بار درخواست کی ۔لیکن ہر بار اس کا جواب نفی میں دیا گیا ۔اس وقت جو ان کی حالت تھی ۔اس کا کچھ اندازہ ہمیں ان کے ملاقاتیوں کے ذریعے ہوتا ہے ۔وہ اپنے ارد گرد بزدلی کے نظارے سے بہت دل گرفتہ اور دل برداشتہ تھے ۔وہ مسلمانوں پر ان کی مشکلات اور بے حسی پر سخت نکتہ چینی کرتے تھے ان کے تصورات کو مسخ کر کے پیش کیا گیا ۔اور ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ نوجوان خدیو عباس کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں ۔وجہ یہ ہوئی کہ ایک دن خدیو عباس نے سیر کرتے ہوئے بلا وجہ ان سے ملاقات کی تھی ۔لیکن جمال الدین افغانی بدستور آئینی آزادی اور اسلام پر اپنے خیالات کی ترویج و اشاعت کرتے رہے ۔جن پر اتحاد عالم

حاشیہ مذکور۔

اسلام کی بنیاد رکھی جاسکتی تھی ۔ ۱۱/ مارچ ۱۸۹۶ء کو جب شاہ ایران کو ان
کے ایک وفادار اور پیروکار نے قتل کردیا تو ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس میں ان کا
بھی ہاتھ ہے ۔انہوں نے اس الزام کے خلاف اپنی برئیت ثابت کرنے کی کوشش کی ۔ خاص
کر ان کے بیانات میں جو انہوں نے اس کے فوراً بعد پیرس کے روزنامہ (LETEMPS)
کے نامہ نگار کو دیے لیکن اس سے معاملے کی صورت حال اور بھی زیادہ مخدوش ہوگئی۔

آخر مارچ ۱۸۹۷ء کو ٹھوڑی کے سرطان کی بیماری سے ان کا انتقال ہوگیا ۔
ایک افواہ یہ گرم ہوئی کہ ابوالہدیٰ نے ان کے معالج کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ
محض دکھاوے کا علاج کرے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے انہیں زہر دلوا دیا تھا۔
بہرحال آپ کو نشانتاس کے قبرستان میں دفن کیا گیا ۔ دسمبر ۱۹۲۲ء کے اواخر میں ان
کی نعش کو افغانستان لے جایا گیا ۔ جہاں ۲/ جنوری ۱۹۲۵ء کو کابل کے مضافات میں
علی آباد کے قریب انہیں دفن کیا گیا ۔ اور ان کا مقبرہ تعمیر کیا گیا ۔

(ماخوذ دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۷ ص ۳۸۰ ـ ۳۸۲)

....

آپ کے خلفاء میں حضرت اخوند درویزہ کے علاوہ ملا صالح اکوزئی ، ملا یوسف بن الیاس گدائی اور میاں کریمداد بن اخوند درویزہ بہت مشہور ہیں ۔ (۱)

پیر بابا کا سلاطین مغلیہ سے تعلق :

ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کا بانی بابر تھا ۔ اس نے مغلیہ خاندان میں بہت نام پیدا کیا ۔ کیونکہ یہ بہت کم سنی میں تخت نشین ہوا ۔ وہ ان تمام خوبیوں اور صفات کا مالک تھا ۔ جو ایک نیک اور شریف انسان میں ہوتی ہیں ۔ وہ انتہائی بہادر اور حوصلہ مند انسان تھا ۔ لہذا اس نے ان تمام سازشوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور کامیابی حاصل کی ۔ اس کی زندگی کا اکثر حصہ لڑائیوں میں گزرا ۔ اور جو فرصت بھی اس کو حاصل ہوئی اس میں اس نے رعایا کے آرام و سکون کا خیال رکھا ۔ اور ان کو سہولتیں دینے کی بڑی کوشش کی ۔ (۲)

بابر قدرتی طور پر بڑا ذہین تھا ۔ اس نے ملک کی تعمیر و ترقی اور

---

(۱) روحانی رابطہ ص ۲۲۸-۲۲۹ ۔

(۲) منتخب التواریخ ص ۲۳۳ ۔

میوہ زاری کی طرف توجہ کی اور بہت سے باغات لگائے ۔ جگہ جگہ مسجدیں بنوائیں اور محلات تعمیر کئے ۔ بابر کو علم سے بھی بہت شوق تھا ۔ اور اسی وجہ سے اس نے اپنی سوانح عمری " تزک بابری " بھی لکھی ۔ اس میں بابر نے اپنے خیالات اور جذبات کی مسلسل روانی کے علاوہ اپنی خامیاں اور کوتاہیاں بھی بیان کی ہیں ۔ [1]

بابر کی کوشش تھی کہ وہ ہر خطہ کے لوگوں سے اچھے تعلقات استوار رکھے ۔ اور کسی سے بھی کسی قسم کے امتیازات نہ رکھے ۔

حضرت پیر بابا کے والد سید قنبرعلی بابر کی فوج میں افسر کی حیثیت رکھتے تھے ۔ اور بابر نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت پیر بابا کے والد سے کردیا تھا ۔ [2]

جس وقت بابر نے ہندوستان پر حملہ کیا تو پیر بابا کے والد ان کے ہمراہ تھے ۔

بابر کی دو پھوپھیاں تھیں ۔ فخر جہان اور خدیجہ بیگم ۔

وہ نومبر ۱۵۲۷ء میں ہندوستان پہنچیں تھیں ۔ وہ کس کے ساتھ ہندوستان آئیں ۔ یہ تو معلوم نہ ہو سکا البتہ یہ معلوم ہے کہ پہلی خاتون اپنے فرزندی سید سے بیاہی تھیں

---

(۱) تزک بابری ص ۱۵۱ از رشید اختر ندوی ۔

(۲) حیات طیبہ ص ۲۵-۲۲

تھیں۔ یہ لوگ سید ایک بڑے مذھبی گھرانے سے منسلک تھے۔ اور اس خاندان کے تعلقات شاہی
گھرانے سے بھی قائم تھے۔ اور اس کے بہت سے آدمی فوج میں شامل تھے۔ (۱)

مندرجہ بالا آرا قابل قبول اس لئے نہیں کہ حضرت پیر بابا کے مرید حضرت اخوند درویزہ
نے اپنے پیر و مرشد کے تمام واقعات بیان کئے ہیں۔ اور ان کی زندگی کے اکثر حالات حضرت اخوند
درویزہ کی مشہور کتاب تذکرۃ الابرار والاشرار میں موجود ہیں۔ حضرت اخوند درویزہ نے آپ کی
صحبت میں کافی وقت گزارا۔ اور آپ کے تمام رشتوں اور قرابت داریوں سے واقف تھے۔ اگر اس
قسم کی کوئی بات ہوتی تو وہ ضرور اس کو ذکر فرماتے۔

ھمایون چونکہ ایک قدردان آدمی تھا اس لئے وہ اپنے مذھبی جذبہ کے تحت جب وہ
کابل گیا تو پیر بابا کے والد کو بطور تبرک اپنے ساتھ لے گیا۔ اور پیر بابا کے والد قنبر علی (جو
ھمایون کے سالاروں میں سے ایک تھے) اکثر پیر بابا کو جب ھمایون کے دربار میں لے جاتے تو وہ پیر
بابا کو خلعت شاہی سے نوازتے۔ ھمایون جب ۹۲۲ ھ / ۱۵۱۲ ء میں واپس کابل آیا۔ تو جناب پیر
پیر بابا کے والد صاحب کو بطور تبرک ساتھ لے گیا۔ (۲)

---

(۱) ھمایون نامہ ۔ گلبدن بیگم ترجمہ رشید اختر ندوی ص ۲۹۲ ۔

(۲) تذکرہ علماء و مشائخ سرحد ص ۳ ۔

فیض باطنی

سلسلہ طریقت میں آپ کو سلسلہ کبرویہ کی اجازت و اپنے دادا جان کی طرف سے حاصل ہوئی ۔ اور دیگر سلسلوں میں علم تصوف کی تعلیم آپ کو اپنے شیخ سالار رومی کی طرف سے ملی ۔ آپ اپنے شیخ سے کچھ وظیفہ لے کر خلوت خانے میں کئی ہفتے ذکر و فکر کرتے ۔ جس کے بعد آپ کو سلسلہ چشتیہ میں بالخصوص اور باقی تین سلسلوں سہروردیہ ، شطاریہ اور ناجیہ حلاجیہ میں بالعموم اجازت ملی ۔

حضرت اخوند درویزہ کا قول ہے "مدت مدید عہد بعید در خدمت حضرت ایشان بودم و روز گار طویل عمر جلیل را در تحت اقدام او بسر بردم و چون حضرت ایشان ماذون و مجاز بودند از جانب شیوخ متقدمین خود ها باذن پنج خوانده چهار از جانب شیخ سالار رومی علیہ الرحمۃ والغفران و یکے از جد خود قدس اللہ سرہ ۔ (۱)

ترجمہ :- میں ایک طویل مدت تک آپ کی خدمت میں رہا ۔ اور میں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ آپ کے قدموں میں بسر کیا ۔ حضرت متقدمین مشائخ کی طرف سے پانچ خانوادوں میں مجاز تھے ۔ ان میں سے ایک میں آپ کو اپنے دادا کی طرف سے اجازت ملی تھی ۔

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۵ ۔

اور چار میں شیخ سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے ۔

ان سلسلوں کی تفصیل یہ ہے ۔

الف ۔ سلسلہ کبرویہ ۔

سید علی خواص ۔ سید احمد نور ۔ سید یوسف نور ۔ محمد نور بخش ۔ شیخ اسحاق ختلانی

شیخ علاؤ الدولہ ۔ سید علی ہمدانی ۔ شیخ محمود مزدقانی ۔ شیخ عماد الدین سمنانی

شیخ علی لالہ ۔ شیخ نور عبدالرحمن ۔ شیخ نجم الدین کبریٰ ۔ شیخ عمار بن یاسر ۔

شیخ نجیب الدین سہروردی ۔ شیخ احمد غزالی ۔ شیخ ابابکر نساج ۔ شیخ ابوالقاسم

جرجانی ۔ شیخ ابوعثمان مغربی ۔ شیخ ابو علی کاتب ۔ شیخ علی رودباری ۔ شیخ

جنید بغدادی ۔ شیخ سری سقطی ۔ شیخ معروف کرخی ۔ شیخ امام علی رضا ۔ امام موسیٰ

کاظم ۔ امام جعفر ۔ امام محمد باقر ۔ امام زین العابدین ۔ امام حسین شہید کربلا ۔

لہ امیرالمؤمنین علی المرتضیٰ ۔ امیرالمؤمنین عثمان ذی النورین ۔ امیرالمؤمنین ابوبکر صدیق

(۱)
رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔ سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔

یہ وہ سلسلہ تھا جس کی اجازت سید علی کو اپنے دادا سید احمد نور نے

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص۱۱۸ ۔

ہوئی مرگ عطا فرمائی ۔ ان کے علاوہ جن میں شیخ سالار رومی نے حضرت کو اجازت فرمائی

حسب ذیل ہیں ۔

۲ ۔ ۔ سلسلہ چشتیہ نظامیہ ۔

سید علی ترمذی ۔ شیخ سالار رومی ۔ شیخ بہلول الدین صاحب ۔ شیخ حامد

الدین ۔ شیخ حسام الدین ۔ شیخ نور قطب عالم ۔ شیخ علاؤ الدین عمر اسعد اللہ نوری

شیخ سراج الدین ۔ شیخ نظام الدین دہلوی ۔ شیخ فرید شکرگنج ۔ قطب الدین بختیار

اوشی ۔ شیخ معین الدین چشتی ۔ شیخ عثمان ہرونی ۔ شیخ حاجی شریف زندانی

شیخ خواجہ قطب الدین مودود چشتی ۔ خواجہ ابویوسف چشتی ۔ خواجہ محمد چشتی

خواجہ احمد چشتی ۔ خواجہ ابواسحاق علوی شامی چشتی ۔ خواجہ ممشاد علی دینوری

خواجہ ابوہبیرہ بصری ۔ خواجہ ابوحذیفہ مرعشی ۔ خواجہ سلطان ابراہیم ادھم ۔

خواجہ فضیل بن عیاض ۔ خواجہ عبدالواحد بن زید ۔ خواجہ امام حسن بصری ۔ حضرت

علی المرتضی سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔[1]

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۸ ۔

ج - سلسلہ سہروردیہ -

سید علی غواص - سالار رومی - شیخ نظام الدین مہاجری - شیخ قطب الدین مہاجری - شیخ فخرالدین محمودی - سید جلال جہانیاں - شیخ رکن الدین - شیخ صدرالدین عارف - شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی - شیخ شہاب الدین سہروردی - شیخ وجیہہ الدین محمد سہروردی - شیخ محمد بن عبداللہ معروف بعمویہ سہروردی - شیخ احمد اسود دینوری - شیخ جنید بغدادی - شیخ سری سقطی - شیخ معروف کرخی شیخ داؤد طائی - شیخ حبیب عجمی - شیخ امام حسن بصری - امیرالمؤمنین علی المرتضیٰ - رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم - (۱)

اس کے علاوہ دو سلسلوں - سلسلہ شطاریہ اور نوشاہیہ حلاجیہ کا ذکر تو حضرت اخوند درویزہ نے بھی کیا ہے - لیکن ان کی تفصیل بیان نہیں کی - بلکہ لکھا ہے - کہ

" چہارم ازین سلسلہ فاخرہ شطاریہ ایشان را ہم از جانب شیخ سالار رومی بودہ اکثر اوراد و اذکار کہ بروایت ہو لوزانی داشتہ شاید بود - ازین سلسلہ متبرک بودہ

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص۱۲۹ -

اما اسامی شیوخ را نفرموده سو فقیر از ادب نپرسیده ۔ (۱)

ترجمہ ۔ چوتھے سلسلہ شطاریہ میں بھی حضرت کو حضرت سالار رومی کی طرف سے اجازہ حاصل ہوئی تھی ۔ آپ نے اس کے اکثر اذکار مجھے تلقین فرمائے ۔ لیکن اپنے شیوخ کا تذکرہ کبھی نہیں کیا ۔

اور آداب خاطر ملحوظ رکھتے ہوئے اس سلسلے میں کبھی پوچھا نہیں ۔

پانچویں سلسلے "قادریہ جلالیہ" کا ذکر کرتے ہوئے اخوند درویزہ صاحب فرماتے ہیں کہ

"پنجم اذن سلسلہ قادریہ جلالیہ حضرت ایشان از جانب شیخ خود شیخ سالار رومی بود ۔ اما این فقیر و بیچارہ مشرف این اذن مشرف نشده ۔" (۲)

ترجمہ ۔ سلسلہ قادریہ جلالیہ کی اجازت بھی حضرت کو سالار رومی کی طرف سے حاصل تھی ۔ لیکن مجھے شیخ نے اس کی اجازت نہیں عطا فرمائی ۔

روشنائی تحریک کی مخالفت ۔

روشنائی تحریک کے بانی بایزید انصاری تھے ۔ حضرت سید علی ترمذی اور آپ کے خلیفہ

---

(۱) تذکرۃ الابرار و الاشرار ص ۱۲۹ ۔
(۲) ایضاً

حضرت اخوند درویزہ نے اس کی بہت مخالفت کی ۔ اور ان دونوں بزرگوں کی مخالفت کی وجہ سے عوام بھی بایزید سے مخالفت کرنے لگے تھے ۔

بایزید نے ایک دعوت نامہ حضرت سید علی ترمذی کو بھی بھیجا ۔ لیکن جب یہ دعوت نامہ ان کو ملا ۔ تو انہوں نے فرمایا ۔ کہ افغانوں پر ایک طاقتور بلا نازل ہو چکی ہے ۔ کیا معلوم کہ وہ اس بلا کی وجہ سے نابود ہو جائیں ۔ اس علاقہ میں کوئی بادشاہ اسلام نہیں ہے ۔ اور دین کی تقویت اسی سے ہے ۔ جبکہ اس حدود میں باوجود تفحص کے علماء اتقیا اور اولیائے عظام کا انساف معدوم ہے ۔ تو یہاں کے لوگوں کا حال معلوم ۔ اندیشہ ہے کہ یہ سب کفر و ضلالہ میں پڑ جائیں گے ۔ (1)

بایزید کے علاوہ جلال دین کلال (2) نامی گمراہ کا بھی ظہور ہوا ۔ آپ نے اس کے ساتھ بھی لڑائی لڑی ۔ اور اس کو شکست دے کر اس کے پیروکاروں کو راہ حق اور دین حق پر مستقیم کر دیا ۔ (3)

---

(1) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۵۲ ۔ ۱۵۱ ۔

(2) اس کا اصل نام جلال ولد سید تھا ۔ جو قبیلہ امان زئی کا ایک مشہور فرد تھا ۔ اور کلال پشتو میں مٹی کے برتن بنانے والے کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ لہذا یہ لفظ بطور تذلیل کے آپ کے ساتھ مشہور ہوا (یوسفزئی پٹھان ص ۲۷۹)

(3) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۱ ۔

اخلاق و عادات ۔

آپ بچپن ہی سے سنجیدہ تھے ۔ بری عادات اور خصائل سے بالکل دور تھے

آپ کا کوئی عمل بھی خلاف شرع نہ تھا ۔ آپ اپنے استاد کی کافی عزت کرتے تھے ۔ آپ کو جو سبق

اپنے استاد کی جانب سے ملتا آپ اسے خوب یاد کرتے ۔

ہر کسے را کہ از علم تصوف از شیخ بہرہ می باشم

مدہ یک ہفتہ خلوت را اختیار می کردم [1]

ترجمہ ۔ تصوف کے متعلق جو کچھ مجھے شیخ عطا کرتے ، میں ایک ہفتہ خلوت میں رہ کر اس

پر ریاضت کرتا ۔

اسی طرح آپ کو جب مانوس کیا گیا ۔ جو لوگوں کی آمد کی وجہ سے آپ کے وظائف

میں خلل واقع ہوتا ۔ جس کی بناء پر آپ نے اپنے شیخ سے نجات کی درخواست کی ۔

آپ کا اخلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی کا آئینہ تھا ۔ آپ

کے معتقدین اور تلامذہ سب آپ کے حسن اخلاق کے مداح تھے ۔ آپ طلباء کی طرف حصول علم کے

سلسلے میں خاص توجہ فرماتے ۔

.....

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۰ ۔

باب چہارم

حضرت اخوند درویزہ کا علمی مقام

پختونخواہ کی تاریخ میں مذھبی اور علمی اعتبار سے حضرت اخوند درویزہ خوشحال خان خٹک (۱) (المتوفی ۱۱۰۱ھ/ ۱۶۸۹ء) اور حضرت میاں عمر چمکنی (۲) (المتوفی ۱۱۹۰ھ/ ۱۷۷۶ء) کے خاندان کو زیادہ شہرت حاصل ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے نقطہ نظر اور دائرہ کار کے اندر نمایاں کام انجام دئیے ہیں۔

---

(۱) خوشحال خان خٹک بمقام اکوڑہ خٹک ۱۰۲۲ھ/ ۱۶۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شہباز خان تھا۔ وہ نسباً خٹک کے قبیلے حسن خیل باترہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اٹھائیس برس کی عمر میں والد کی وفات کے بعد جانشین مقرر ہوا۔

شاہ جہان المتوفی ۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۵ء اس کی وفاداری، علم و فضل اور تدبیر و سیاست کے باعث اس کی قدر کرتا تھا۔ مگر شاہ جہان کے بعد جب اورنگ زیب عالمگیر نے تخت سنبھالا۔ تو دربار شاہی میں آپ کا اثر و رسوخ کم ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کو قلعہ رنتھمبور میں محبوس رکھا گیا۔ اور آپ کے پاؤں میں پانچ چھ سیر کی بیڑیاں ڈال کر دی گئیں تھیں۔ اسی وجہ سے آپ کے دل میں مغلوں کی مخالفت کا ایک الاؤ بھڑک اٹھا۔ اسی زمانے میں اس کی مغلوں سے محبت نفرت سے بدلی۔ جس کا

... ...

بقیہ حاشیہ :

سب سے بڑا بدقسمتی رنگ زیب تھا ۔ پشتو شاعری کے اس سرتاج شعراء نے جو بیک وقت صاحب سیف بھی تھا اور صاحب قلم بھی ۔ مغلوں کے خلاف اپنی نفرت کو شاعری کے سانچے میں ڈال کر ایک آگ لگا دی ۔ سوء قسمت کی اسیری کے زمانے میں اپنی بے گناہی کو نہایت مظلومیت اور حسرت ناک طریقے سے بیان کرتا رہتا تھا ۔

خوشحال خان حنفی المذہب تھا ۔ اور شیخ رحمکار صاحب المعروف کاکا صاحب کا مرید تھا ۔ وہ ایک بہادر اور جنگجو سپہ سالار ہونے کے علاوہ ایک ممتاز عالم ۔ شاعر اور صاحب تصنیف و تالیف بھی تھا ۔ اسی وجہ سے آپ صاحب سیف و قلم اور بابا ئے پشتو کے لقب سے بھی یاد کیے جاتے ہیں ۔ جہاں تک آپ کی شاعری کا تعلق ہے وہ پشتو شاعری میں اقلیم سخن کا وہ تاجدار ہے جس کا کوئی حریف اس زبان میں ہمیں دوسرا نظر نہیں آتا ۔ آپ ایک آفاقی شاعر ہیں ۔ اس شاعری میں جامعیت اور تنوع ہے ۔ اس کی ہمہ گیر شاعری ہمیں اردو کے مشہور شاعر نظیر اکبرآبادی کی یاد دلاتی ہیں ۔ اس کی شاعری کے حسین و جمیل گلدستے میں ہمیں سیاسیات و اخلاق حسن و عشق تصوف اور حب وطن کے وہ خوشرنگ اور سدا بہار پھول ملتے ہیں ۔ کہ جنکی پہلوین کبھی خزاں نہیں دیکھ سکیں گی ۔

آپ کی تصانیف دو سو سے زائد شمار کی جاتی ہیں ۔ ان میں مشہور یہ ہیں ۔

...   .

بقیہ حاشیہ -

(۱) دیوان کلیات - (۲) بازنامہ -(۳) فرخ نامہ -(۴) فراقنامہ -(۵) سوات نامہ -
(۶) زنجیری - (۷) فضل نامہ -(۸) بیاض - (۹) ریاض المحبتہ -(۱۰) دستارنامہ -

(ماخوذ حالات خوشحال خان خٹک از دوست محمد کامل)

رمضان ۱۰۷۴ھ/ اپریل ۱۶۶۴ء تک خوشحال خان دہلی اور غربی گوالیار
کے قلعہ رنتھمبور میں محبوس کیا (اس کے بعض اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہنشاہ
کا مخالف بننا نہیں چاہتا تھا اور دشمنوں نے اس پر ناحق تہمت لگا کر قید کرادیا تھا -
: میں ناحق اورنگ زیب کی قید و بند میں پڑا ہوں - خدا شاہد ہے کہ میں محض تہمت
اور بہتان کی بناء پر مورد عتاب ہوں - میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ کہتا ہوں
کہ میں اپنا کوئی گناہ و خطا نہیں دیکھتا لیکن لوگ طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں
شاید میری ہنرمندی اور روشنی طبع ہی میرے لئے مصیبت بن رہی ہے - میں دیانتداری
اور خلوص سے میں نے مغلوں کی خدمت کی ہے - اس کی مثال کوئی دوسرا افغان پیش نہیں
کر سکتا ") - قید سے رہائی پانے کے بعد بھی اس پر ملاقاتہ دربار میں حاضر رہنے کی
پابندی تھی - اس نے حبس نامہ کے عنوان سے دو سو بیس اشعار کی ایک نظم لکھی ہے -
[illegible] (۶ رجب ۱۰۷۷ھ / یکم جنوری ۱۶۶۷ء) جس میں وطن اور یاران وطن سے
جدائی پر فریاد کی ہے - ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء میں خوشحال خان کی جلاوطنی ختم

... .

حاشیہ مذکور ۔

ـــ رکھ دیا گیا ۔ تاہم خوشحال خان بدستور بر سر پیکار رہا اور اس نے ایک بار پھر (۱۰۸۶ھ / ۱۶۷۵ء) میں خاپش اور بعد ازاں گنبت میں مغل فوج کو شکست دی ۔ (بہرحال مجموعی طور پر صورت حال پر قابو پالیا گیا تھا ، چنانچہ دسمبر ۱۶۷۵ء میں مغل شہنشاہ نے دہلی کی طرف مراجعت کی ۔ ۱۶ء میں امیر خان کابل کا صوبہ دار مقرر کیا گیا ۔ اور اپنی وفات (۱۶۹۸ء) تک اس علاقے میں بڑی کامیابی سے نظم و نسق چلاتا رہا ۔ باین ہمہ خوشحال خان کا ولولہ سرد نہ ہوا اور اس نے پٹھانوں کی خود مختاری کی جنگ جاری رکھی) جو لوگ شاہی دربار کی طرف سے مامور ہوئے تھے انہوں نے اس کے خاندان میں نفاق کا بیج بو دیا ، حتی کہ خود اس کا بیٹا اشرف خان اس کی مخالفت پر اتر آیا پھر ۱۰۹۱ھ / ۱۶۸۰ء میں اس کے دوسرے بیٹے بہرام خان نے اس کے خلاف جنگ کی ۔ رفتہ رفتہ خوشحال خان کی قوت گھٹتی گئی اور آخر پیرانہ سالی کے ہاتھوں مجبور ہوکر اس نے گوشہ نشینی اختیار کرلی ۔ آخرکار بروز جمعہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۱۰۰ھ / ۱۹ فروری ۱۶۸۹ء کو اٹھتر برس کی عمر میں وفات پائی ۔ اکوڑہ خٹک سے چار میل مغرب میں اسوڑی کے مقام پر پہاڑ کے دامن میں اس کا مدفن ہے

(۲) آپ کا نام محمد عمر والد کا نام ابراہیم اور دادا کا نام کاکاخان ہے

حاشیہ مذکور ۔

پشاور شہر سے مشرق کی جانب سات میل دور واقع ایک گاؤں چمکنی میں سکونت کی مناسبت سے میاں صاحب چمکنی کے نام سے مشہور ہوئے ۔ آپ باجوڑ کے رہنے والے تھے ۔ آپ کے دادا کاکا خان بہت بڑے عالم دین اور طریقہ قادریہ و چشتیہ کے روحانی پیشوا تھے ۔ جناب کاکا خان شاہ جہان (المتوفی ۱۰۶۸ھ) ———— ا کے دور حکومت میں لاہور تشریف لے گئے ۔ لاہور میں آپ کی کافی عزت و تکریم کی گئی ۔ اور شاہ جہان نے دریائے راوی کے کنارے موضع فرید آباد کی جائیداد بطور جاگیر کے دے دی ۔

اس کے کچھ دنوں بعد پشاور اور اس کے گرد و نواح میں سخت قحط پڑا ۔ لوگوں نے تنگ آکر مجبوراً ترک وطن کیا ۔ تو ان میں میاں محمد عمر صاحب کے نانا ملک سعید خان بھی تھے ۔ جو اپنے وطن چمکنی کو چھوڑ کر فرید آباد پہنچے ۔ ملک سعید نے اپنی لڑکی جناب محمد ابراہیم سے بیاہ دی ۔ جس کے بطن سے تین لڑکے پیدا ہوئے ۔ ان میں ایک کا نام محمد عمر المعروف میاں صاحب چمکنی تھا ۔

آپ نے اپنے زمانے کے جید علماء سے علوم رسمیہ و دینیہ کی تحصیل کی علوم ظاہری نے میاں صاحب کے قلب میں سلوک اور تزکیہ باطن کے چراغ کو روشن

... ...

حاشیہ مذکورہ

کردیا ۔ مگر میاں صاحب نے زندگی کے کسی خاص شعبہ کے ساتھ اپنے آپ کو محدود نہیں رکھا ۔ بلکہ مذہب ۔ سیاست ۔ علم و ادب ۔ اور رفاہ عامہ ہر میدان میں نمایاں کردار ادا کیا ۔

بارھویں صدی ہجری میں خادمان دین کی حیثیت سے جن بزرگوں کو تاریخ میں جگہ ملی ہے ۔ ان میں حضرت میاں صاحب کا نام بہت نمایاں اور اہم حیثیت رکھتا ہے ۔ آپ انتہائی سادگی اور بے ریا زندگی بسر کرتے ۔ عموماً روزہ سے ہوتے ۔ اور کبھی کبھار افطار بھی کرتے تو بہت ہی کم کھاتے ۔ بغیر ضرورت کے گفتگو نہ فرماتے ۔ انتہائی درجے کے متبع سنت تھے ۔ تمام اوقات عبادت الٰہی اور اللہ کی مخلوق کی خدمت میں بسر کرتے ۔ لنگر جاری کیا ۔ اور ہر آنے جانے والوں کو لنگر سے کھانا ملتا ۔ آپ وحدت شہودی کے قائل تھے ۔ انہوں نے اہل السنت والجماعت کے عقیدے کی کافی خدمت کی ۔ اور اپنی ساری زندگی سیر الی اللہ ۔ سیر مع اللہ ۔ سیر فی اللہ اور سیر عن اللہ میں گزاری ۔

آپ کی تصنیفات میں خلاصہ کیدانی کا منظوم پشتو ترجمہ "توضیح المعانی" کے نام سے بمقام بازار میں فاروق شاہ ملوری کے پاس موجود ہے ۔ ایک اور کتاب "سر الاسرار" بھی ہے اور مذکورہ کتب خانے میں پڑا ہے ۔

آپ کے تین صاحبزادے ہیں ۔ (۱) میاں گل ۔ (۲) محمدی اخوندزادہ

... ...

حاشیہ مذکورہ

(۳) عبداللہ۔

آپ کے صاحبزادوں میں محمدی اخوندزادہ نے علمی مقام میں بہت نام پیدا کیا۔
آپ رجب المرجب ۱۱۹۰ھ / ۱۷۷۶ء میں وفات پا گئے۔ ورسا چمکنی جو شاہی سڑک
پر پشاور سے تین میل دور ہے۔ آپ کا مزار ہے۔ مرجع عام و خاص ہے۔ آپ کا عرس ہر سال
رجب کی پہلی جمعہ جمعرات کو بڑے اہتمام سے منعقد ہوتا ہے۔

(ماخوذ از تذکرہ صوفیائے سرحد۔ تذکرہ مشائخ سرحد)

حضرت میاں صاحب چمکنی نہ صرف ایک پیر کامل تھے بلکہ علم و فضل کے
میدان میں بھی آپ کو قابل رشک شہرت حاصل تھی۔ آپ جامع الصفات شخصیت کے حامل
تھے۔ ایک طرف اگر عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ، جود و سخاوت اور عجز و انکسار
کے لحاظ سے آپ کا مرتبہ نہایت بلند تھا تو دوسری طرف مذہبی، علمی، ثقافتی اور
ادبی خدمات کے لحاظ سے بھی خطہ سرحد میں بے مثال تھے۔

آپ نے احیائے دین کے سلسلے میں ہر محاذ پر لادینی قوتوں کا مقابلہ کیا۔
اور زبان، قلم اور تلوار تینوں کے ذریعے باطل پرستوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔
معاشرہ کی اصلاح و فلاح کے لئے منظم تحریک چلائی اور اس میں اس حد تک کامیابی
حاصل کی کہ دو سو برس گزر جانے کے باوجود آج بھی اس علاقے میں آپ کی تعلیمات

حضرت اخوند درویزہ اپنے زمانے کے جید عالم دین تھے ۔آپ کا حافظہ

اور ذہن انتہائی قوی تھا ۔اور بچپن ہی سے آپ میں علم دین کے حصول کا شوق تھا ۔

آپ نے قرآن پاک ایک سال میں مکمل حفظ کیا ۔اور اس کے ساتھ ساتھ علم دین کی چند

اہم کتابیں بھی پڑھ لی تھیں ۔(۱)

حاشیہ مذکور

کے اثرات موجود ہیں ۔ آپ مادرزاد ولی اللہ تھے ۔اور استعداد کے لحاظ سے اویسی

تھے ۔جلال و جمال کی صفات سے آراستہ و پیراستہ تھے ۔آپ کے فیوض و برکات کا دائرہ

بہت وسیع تھا ۔آپ کے مریدین و خلفاء کی تعداد بے شمار تھی ۔یہاں تک کہ بادشاہ

وقت احمد شاہ درانی ان کے صاحبزادے اور تقریباً تمام امراء وزراء آپ کے حلقہ بگوش

خدام میں شامل تھے ۔

خداوند تعالیٰ نے نہایت بابرکت زندگی عطا فرمائی تھی ۔ارشاد و ہدایت اور

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے کام میں بھی مصروف رہتے ۔آپ نے تقریباً

دو سو برس تک یہاں کی فضا کو اپنے انوار سے منور رکھا ۔

(ماخوذ مقالہ میاں محمد عمر صاحب چمکنی از ڈاکٹر محمد حنیف ص ۲-۱) ۔

......

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۰ ۔

آپ کا علمی مقام آپ کی تصانیف سے بالکل واضح اور صاف ظاہر ہوتا ہے۔

اور یقینی طور سے کہا جاتا ہے کہ آپ نے علم سیکھا تھا ۔ آپ کو علم فقہ اور احادیث کی عبارات تک زبانی یاد تھیں ۔ شرح عقائد علم کلام کی ایک اور مشکل ترین کتاب ہے ۔ آپ کو اس پر کافی عبور حاصل تھا ۔

سید عریم الحق کاکاخیل نے لکھا ہے کہ حضرت اخوند درویزہ ہمیشہ اپنے پیر و مرشد سید علی ترمذی کے ساتھ مباحثوں کے دوران جہاں بھی بحث پڑ جاتی ۔ مسئلہ حضرت اخوند درویزہ بیان فرماتے ۔ اور کتاب سے سیاق و سباق کا حوالہ دیتا ۔ اور کام حضرت سید علی ترمذی کا ہوتا ۔(۱)

یہاں تک کہ پیر بابا کی طرف سے دی جانے والی سند کو مستند سمجھا جاتا ۔ آپ نے اپنے مخالف بلکہ بایزید انصاری کے علاوہ دیگر لوگوں سے بھی بحث و مباحثے کئے ۔(۲)

آپ کے اعادہ نے صرف آپ کو علم دین ہی نہیں سکھایا ۔ بلکہ دین الہی کی محبت سے بھی آپ کو سرشار رکھا ۔ اور آپ کے دل میں ہر چھوٹے بڑے

---

(۱) مقالہ علمائے کرام ص ۷۰-۷۱

(۲) تذکرہ الابرار والاشرار ص ۱۲۸-۱۷۰

مسئلے کی اتنی ہیبت اور وقعت تھی کہ آپ نے ہمیشہ ان کو یاد رکھا ۔ اور لوگوں تک بغیر کسی خوف و ڈر کے پہنچایا ۔(۱)

آپ علم کے ساتھ ساتھ عالم باعمل بھی تھے ۔ یہاں تک کہ جو مسئلہ یا جو بات اپنے کسی بزرگ میں از روئے شرع خلاف دیکھتے تو آپ اس کو بھی واضح کرتے اور خود بھی عمل پیرا رہتے ۔

آپ کے متعلق یہ واقعہ مشہور ہے کہ حضرت پیر بابا سلسلۂ چشتیہ میں ماذون تھے ۔ اور سماع کو پسند فرماتے تھے ۔ حضرت اخوند درویزہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت پیر بابا کو اس سے منع فرمایا کہ " یہ شریعت کے بالکل مخالف ہے " چنانچہ پیر بابا نے سماع کو چھوڑ دیا ۔(۲)

حضرت اخوند درویزہ صاحب قلم اور صاحب علم انسان تھے ۔ ان کا مرتبہ مصلح اور مجدد سے کم نہ تھا ۔ انہوں نے نہ صرف بایزید کی مخالفت کی اور اس کے عقائد کو باطل ٹھہرایا بلکہ اسلام کے بنیادی عقائد کے خلاف متعلق جو بات بھی غلط سامنے آئی ۔ اپنا دینی اور مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے اس کے خلاف قلم و لسان سے

---

(۱) مقالات علمائے کرام ص ۴۳ ۔

(۲) ایضاً ص ۴۵ ۔

... ...

حاشیہ مذکور ۔

زمانہ ظہور کرتا ہے ۔آپ کا نام حسن ہے ۔آپ ۵۳۶ھ / ۱۱۴۱ء میں یا اس سنہ کے
قریب سجستان میں پیدا ہوئے ۔ابھی بیس سال کے نہ ہوئے تھے کہ ان کے والد سید
غیاث الدین انتقال کرگئے ۔اور ترکے میں آپ کے آٹے کی چکی اور ایک میوے کا باغ چھوڑا ۔
غز ترکوں کے ہاتھوں سجستان کی تاخت و تاراج کے بعد وہ احوال باطن کی طرف متوجہ
ہوئے ۔اور مسلک صوفیہ کی جانب بہت تو رجحان پیدا ہوگیا ۔سب مال و متاع بانٹ
دیا ۔اور مسافر کے لئے تنگ کھڑے ہوئے ۔سمرقند اور بخارا کی درسگاہوں میں اس زمانے
کے ممتاز علماء سے مذہبی علوم کی تحصیل کی ۔عراق جاتے ہوئے قصبہ ہرون سے گذرے ۔
جو ضلع نیشاپور میں ہے ۔یہاں خواجہ عثمان سے ملاقات ہوئی ۔اور ان کے مریدوں کے
حلقے میں داخل ہوگئے ۔تعلیم و تربیت کی غرض سے بیس برس تک وہ اپنے ان مرشد کے
ہمراہ سیر و سیاحت کرتے رہے ۔اس کے بعد بطور خود سیاحت پر کمر باندھی ۔اور اس
اثناء میں مشاہیر مشائخ و علماء سے ملاقات کی ۔جیسے شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ نجم
الدین کبری شیخ نجیب الدین عبدالقاہر سہروردی ۔شیخ ابو سعید تبریزی ۔شیخ
عبدالواحد غزنوی یہ سب کے سب وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اپنے ہم عصر مذہبی افکار
پر بہت گہرا اثر ڈالا ۔حضرت خواجہ نے مملکت اسلامیہ کے تقریباً تمام بڑے مرکزوں کی
جو اس عہد میں موجود تھے ۔مثلاً سمرقند ۔بخارا ۔بغداد ۔نیشاپور ۔تبریز ۔اوش

کام لیا ۔ (۱)

آپ کی سب سے بڑی جدوجہد یہ تھی کہ افغانوں سے جہالت دور ہو ۔ان میں علم کی روشنی عام ہو ۔کیونکہ تمام خوبیوں کا سرچشمہ علم ہے ۔اور بغیر علم کے مادی اور روحانی ترقیوں کے دروازے انسان پر نہیں کھل سکتے ۔جو لوگ علم کو حجاب اکبر کہتے ہیں وہ ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ قول صحیح ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خداوند تعالی سے یہ دعا نہ فرماتے ۔ (۲) "رب زدنی علما" ۔ (۳) ترجمہ ۔ اے اللہ میرے علم کو بڑھا ۔

چنانچہ آپ نے اس علم کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے اور گمراہی و الحاد کو دیکھتے ہوئے آپ نے اسلامی علوم کے پھیلانے کا فیصلہ کیا ۔اور شب و روز اپنی کوششیں تیز کیں ۔کیونکہ جب بھی آپ ایک افغان کو سمجھاتے ۔تو پھر دوسرا کوئی اس کو گمراہی کے لئے پہنچ جاتا ۔

اسی طرح تبلیغی نقطہ نظر سے صوبہ سرحد کے صوفیائے کرام میں حضرت اخوند درویزہ کا وہی مقام ہے جو برصغیر پاک و ہند میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (المتوفی (۴)

---

(۱) روڈ کوثر ص ۳۶۹ ۔ ۳۶۸

(۲) تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۲۴۶

(۳) سورۃ ۲۰ آیت ۱۱۴

(۴) حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا شمار ان نامور اولیائے کرام میں سے ہے جن پر

حاشیہ مذکورہ

اصفہان ، سبزوار ، میمنہ ، ہرات ، استرآباد ، بلخ اور غزنہ اور لیون وسطی کے
مسلمانوں کی مذہبی زندگی کے تقریباً تمام اہم رجحانات سے واقفیت حاصل کی ۔ اس
کے بعد ہندوستان کا رخ کیا ۔ اور کچھ دن لاہور میں ٹھہر کر اپنا کچھ وقت شیخ
علی ہجویری (المتوفی ۴۵۶ھ) کے مزار پر مراقبے میں صرف کیا ۔ اس کے بعد اجمیر
پہنچے ۔ جسے اس وقت تک غوریوں نے فتح نہیں کیا تھا ۔ یہیں انہوں نے بڑی عمر
میں شادی کی ۔ عبدالحق دہلوی (المتوفی ۱۰۳۲ھ / ۱۶۰۲م) کا بیان ہے کہ
انہوں نے دو شادیاں کیں ۔ اور ان کی ایک زوجہ ایک ہندو راجا کی لڑکی تھی ۔ ان
دو بیویوں سے ان کے تین لڑکے ہوئے ۔ شیخ ابو سعید ۔ شیخ فخرالدین اور شیخ
حسام الدین ۔ اور ایک لڑکی بی بی جمال ہوئی ۔ بی بی جمال کا تصوف کی طرف زبردست
رجحان تھا ۔ لیکن لڑکوں کا رجحان تصوف کی طرف نہ تھا ۔

خواجہ معین الدین نے ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کی بنیاد رکھی ۔
اور اجمیر میں جو اس وقت چوہان حکومت کا مرکز تھا اس کے اصول مرتب کئے ۔ اس امر
کی مستند تفصیلات نہیں ملتیں کہ انہوں نے ایسے لوگوں کے درمیان کس طریقے سے
کام کیا ۔ جو ہر اجنبی کو ترچھی نظر سے دیکھتے تھے ۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان
کا وہاں قیام پرتھوی راج اور اونچی جاتی کے ہندوؤں کو پسند نہ تھا ۔ مگر عوام الناس

... ...

حاشیہ مذکور ۔

جوق در جوق جمع ہوتے تھے ۔ آپ کا سلسلہ طریقہ چشتیہ تک اس طرح ہے ۔ معین الدین حسن ۔ عثمان ہرونی ۔ حاجی شریف زندانی ۔ مودود چشتی ابی یوسف ۔ ابی محمد ۔ ابن احمد ۔ ابن فرسنافہ ۔ ابو اسحاق شامی ۔

خواجہ معین الدین کی وفات اجمیر کے اندر ۶۳۳ھ / ۱۲۳۶ء میں ہوئی ۔ ان کے مزار کا ہندو اور مسلم دونوں احترام کرتے ہیں ۔ اور ان کے عرس کے موقع پر وہاں پاکستان و ہند سے لاکھوں آدمی جمع ہوتے ہیں ۔ درگاہ کے احاطے میں بہت سی عمارتیں شامل ہیں ۔ دروازے ۔ مسجدیں ۔ مسافرخانے ۔ لنگر وغیرہ جو مالوے کے فرمانرواؤں مغل بادشاہوں ۔ رئیسوں ۔ سوداگروں اور صوفیوں نے گذشتہ صدیوں میں وہاں تعمیر کرائے ۔ محمد بن تغلق (۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء تا ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء) دہلی کا پہلا سلطان تھا ۔ جو خواجہ صاحب کے مزار پر حاضر ہوا ۔ مالوے کے خلجی سلاطین نے اس ولی اللہ کا مقبرہ تعمیر کروایا ۔ اکبر (۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء) تا (۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء) کے زمانے میں انکا مزار ملک کی سب سے بڑی زیارت گاہ کے طور پر شہرت پا چکا تھا ۔ مغل بادشاہ اس مقبرے سے بہت اظہار عقیدت کرتے تھے ۔ چنانچہ اکبر اجمیر تک پیادہ پا چل کر گیا ۔ اور کہا جاتا ہے کہ شاہ جہان کی دختر جہان آرا نے اپنی پلکوں سے مقبرے میں جھاڑو دیا اور اسے صاف کیا ۔ (ماخوذ از دائرہ معارف اسلامیہ

(۲)

۴۲۳ھ / ۱۰۳۲ء) اور سید ابو علی ہجویری (المتوفی ۴۵۶ھ / ۱۰۹۰ء) کا ہے۔ حضرت

اخوند درویزہ نے اپنے طور پر اور اپنے پیر و مرشد کے حکم سے دشمنان اسلام کے خلاف بھرپور مقابلہ

کیا۔ اور کامیابیاں حاصل کیں۔

حاشیہ مذکورہ۔

— جلد ۷ ص ۹۲۴۔۹۲۵)۔

آپ کو غوث المشائخ۔ قطب العارفین۔ خواجۂ خواجگان چشتی اور سرکار غریب نواز کے

القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ (روحانی رابطہ ص ۲۰۷)۔

****

(۱) آپ کا نام شیخ علی ہجویری کنیت ابو الحسن والد کا نام عثمان ابن علی ہے۔

تاریخ ولادت کی ماخذ میں صحیح نہیں ملتی۔ قرائن تواریخ ۴۰۰ھ / ۱۰۱۰ء کے حق

میں ہے۔ یہ سلطان محمود غزنوی کا عہد ۳۸۸ھ / ۹۹۸ء تا ۴۲۱ھ / ۱۰۳۰ء اور

دارالسلطنت غزنہ کے عروج کا زمانہ تھا۔

آپ کا خاندان علم و تقوی میں مشہور تھا۔ لہذا بچپن ہی سے آپ نیکی اور

بھلائی کی طرف میلان رکھنے لگے۔ کشف المحجوب کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ان

میں زہد و تقوی کا میلان پایا جاتا تھا اور وہ اکثر مجاہدات و ریاضات شاقہ کیا کرتے

تھے۔ جیسے اس زمانے کے اعلی طبقے کے مسلمانوں کی خصوصیت محبت جاہ و جلال =

... ...

حاشیہ مذکورہ

اسراف و تکلفات کا شدید رد عمل کہا جاسکتا ہے ۔

سلسلۂ طریقت میں آپ کے پیر ابو الفضل محمد بن الحسن الختلی کا نام

سولھواں ہے ۔

اس کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ بوقت انتقال ان کا سر داتا صاحب کے

زانو پر تھا ۔ ص ۱۲۱ ۔ مگر اس کے علاوہ بھی داتا صاحب نے بہت سے شیوخ سے

استفادہ کیا ۔ جن میں ابو القاسم الجرجانی ۔ القشیری اور ابوالعباس الاشقانی کا خاص

طور پر ذکر ہے ۔ تاہم آپ نے ظاہری علوم کے اساتذہ کا ذکر نہیں کیا ہے ۔ لیکن تفسیر

و حدیث کی طرح فقہ اور معقولات میں یقیناً دسترس رکھتے تھے ۔

آپ کی تالیفات و تصنیفات میں دس کتب کا نام ملتا ہے ۔ صرف کشف المحجوب

کے علاوہ دیگر نو کتابوں کے نام باقی رہ گئے ہیں ۔ سب سے مشہور کشف المحجوب ہے ۔

جو تصوف کی مشہور اور معتبر کتابوں میں سے ہے ۔ اور اس میں اسلامی تصوف کا بہت بلند

معیار پیش کیا گیا ہے ۔ صوفی اشتیاق خدا سے اور اس کی خوشنودی اللہ ، لطف نور اللہ سے

دل کا انقطاع بتاتے اور اس نتیجہ تک پہنچتے ہیں کہ درحقیقت صوفی کامل ولی ہی

کا نام ہے ۔ (دائرہ معارف علوم اسلامیہ جلد ۱ ص ۹۳)

نیز اس میں اولیائے عظام کی کرامات اور خوارق کا بھی ذکر ہے ۔ ان کے اکثر

... ...

حاشیہ مذکور ۔

حکیمانہ اقوال اور نصائح کے ساتھ اوصاف حسنہ صبر و قناعت ۔ ایثار و سخاوت ۔ ہمت
و استغنا ۔ صداقت و اخلاص کی وہ سبھی مثالیں پیش کیں ہیں ۔ جو ان بزرگوں کے فضل
و شرف کی اصلی برہان اور اسلامی تہذیب و اخلاق کی عظمت کی دلیل ہیں ۔ مجموعہ
ملفوظات درنظامی کے قلمی نسخہ میں ہے کہ اگر کسی کو مرشد نہ ملے تو اس کے
پڑھنے سے مل جائے گا ۔

دیگر کتب کے نام یہ ہیں ۔ (۱) دیوان ۔ (۲) منہاج الدین ۔ (۳) الملمعہ
(۴) منصور حلاج ۔ (۵) رسالہ اسرار الخرق والمؤنات ۔ (۶) کتاب فنا و بقا ۔ (۷)
کتاب البیان لاہل العیان ۔ (۸) بحر القلوب ۔ (۹) الرعایۃ لحقوق اللّٰہ ۔

(تصوف اسلام ص ۲۵)

حضرت داتا گنج بخش تفسیر و حدیث کی طرح فقہ اور معقولات میں بھی دسترس
رکھتے تھے ۔ ایک جگہ مسائل فقہ خود پڑھانے کا ذکر کیا ہے ۔ منطق اور عقلی
مناظروں کا بھی ذکر آیا ہے ۔ ایک دلچسپ مثال یہ ہے کہ غزنین کے کسی مدعی علم و
امامت نے لباس میں پیوند لگانے کو بدعت قرار دیا ۔ داتا صاحب نے فرمایا ۔ ریشم اور زری
کے کپڑے جو ملوک جابر سے تم بالحاح مانگ کر لاتے ہو ۔ انہیں تو مطلقہ جائز سمجھتے
ہو ۔ اور جامہ حلال جو جائے حلال اور زر حلال سے حاصل کیا گیا ہے اسے پہننا

*** *** *** ***

حاشیہ مذکور ۔

*** بدعت بتاتے ہو ۔

داتا صاحب اہل السنت اور حنفی تھے ۔ ملاحدہ ، قرامطہ ، باطنیہ
اور روافض کی مدلل تکذیب کرتے تھے ۔ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کمال
عقیدت کے سلسلے میں یہ امر لائق ذکر ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ ہی کو طریقت یا ولایت کا امام مانتے ہیں ۔ موزوں طبیعت پائی تھی ۔
بعض منتخب عربی اشعار ان کے ذوق لطیف کے گواہ ہیں ۔ خود شاید جوانی
میں شعر کہے اور اپنا دیوان مرتب کیا ۔ جو کوئی چرا کر لے گیا ۔ اسے اپنے
نام سے مشہور کردیا ۔ بعض تذکروں میں ایک بڑی غزل ان کے نام سے درج
ہے ۔ انشا پردازی کی بہترین مثال اور اس کا ثبوت ان کی یہی کتاب
" کشف المحجوب " ہے ۔

کشف المحجوب میں داتا صاحب نے وفات اور مقام دفن کی صریح نہیں
کی ۔ اگرچہ ایک جملے سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاہور میں [illegible] کی حالت تھی
اسی سے داتا صاحب کے لاہور میں ورود اور قیام کا سوال سامنے آتا ہے ۔
بعض قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ غالباً شاید وہ کئی بار لاہور آئے ۔ آخری
قیام اور سال وفات کا مسئلہ پھر بھی حل نہیں ہوتا ۔ (ماخوذ دائرہ معارف

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے شدت دینی کی وجہ سے ان لوگوں کے خلاف کافی لعن طعن کی ۔ جو ان سے ذرا بھی اختلاف رکھتے تھے ۔ مگر یہ ان کی بشری کمزوری تھی ۔ تاہم آپ کے خلوص ہمت پر کوئی حرف نہیں لایا جاسکتا آپ نے افغانوں سے بدعات دور کرنے علم کو عام کرنے اور طریقت کو شریعت کے ساتھ ہم آہنگ کرنے اور روحانی مطلق العنانی کو دور کرنے میں آپ کی زبان اور قلم کا بڑا حصہ ہے ۔

حضرت اخوند درویزہ نے اپنے طور پر اور اپنے پیر و مرشد کے حکم سے دشمنان اسلام کے خلاف بہت مقابلہ کیا اور کامیابیاں حاصل کیں ۔

جس وقت آپ کے مرشد حضرت پیر بابا نے آپ کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم دیا تو آپ نے اس سلسلے میں ایک طویل سفر اختیار کیا ۔

پس بہ امر حضرت شیخ از وطن و مکان خویش، بیرون بیدم

وطے نمودم اطراف عالم او بلادم ۔(۱)

ترجمہ ۔ پس اپنے شیخ " حضرت پیر بابا " کے حکم سے میں مختلف ممالک اور اطراف کی طرف روانہ ہوا ۔

(ﷺ) معارف اسلامیہ ص ۹۲-۹۳) ۔
(ﷺ) (۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۲ ۔

چاہیئے آپ نے تبلیغ اسلام اور اشاعت سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلاف بدعات و رسوم کیں ۔ اسی اثناء میں آپ علماء اور صلحاء سے استفادہ بھی کرتے گئے ۔ اور تبلیغ کرتے کرتے آپ " کاشغار " پہنچے (۱) اس تبلیغ اور وعظ و نصیحت میں آپ کے پیر و مرشد کا بھی کافی ہاتھ تھا ۔ اور انہوں نے آپ کے ساتھ خود جاکر مختلف مقامات میں لوگوں کی ظاہری و باطنی اصلاح فرمائی ۔ حضرت اخوند درویزہ فرماتے ہیں ۔

اگر دراں حضرت شیخنا دریں حدود نبودے ۔ معلوم نیست کہ فردے
از افراد ایں مردم مسلمان ماندے ۔(۲)

اگر اس جگہ ہمارے شیخ (پیر بابا) نہ ہوتے تو معلوم نہیں کہ ان افراد
میں سے کوئی مسلمان بھی ہوتا ۔

آپ نے ان تمام جماعتوں ، بے پیر پیروں ، بے عمل علماء اور بدعتی مشائخ کے خلاف عملی قدم اٹھایا ۔ اور اپنے شیخ کے ارشاد پر پھر ان منکرین کے خلاف جہاد بالقلم اور باللسان آخری دم تک جاری رکھی ۔ آپ ان گمراہیوں اور کوتاہیوں کا ایک سبب یہ

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۹ ۔

(۲) ایضاً ص ۱۳۲ ۔

بھی بیان کرتے تھے کہ "یہ سب کچھ صوفیائے خام اور طریقہ کی غلط ترجمانی کی وجہ سے ہی ہے۔" (۱)

ان تمام واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حصول علم کے بعد آپ نے سچائی کو اپنایا۔ اور سچائی کی تبلیغ کی محنت کی وجہ سے آپ کے دشمن بہت زیادہ ہوئے۔ اور افغانان میں جہاں کوئی بھی بدعات اور غلط عقائد کا اظہار کرتا تو انہیں (حضرت اخوند درویزہ اور حضرت پیر بابا) کی طرف لوگ متوجہ ہوتے۔ اور ان سے فتوے اخذ کرتے۔ (۲)

حضرت اخوند درویزہ ایک آتش بیان خطیب اثر انگیز مقرر و مؤلف اور نہایت سخت گو محتسب تھے۔ پشتو، فارسی، اور عربی میں تقریر کیا کرتے تھے۔ شعر کہتے تھے۔ اور تبلیغ کرتے تھے۔ افغان انہیں "بابا" کہتے تھے۔ (۳)

---

(۱) ارشاد المریدین ص ۴۔

(۲) جائزہ پوشان ص ۸۵ از قیام الدین خادم۔

(۳) دائرہ معارف علوم اسلامیہ ص ۲۱۲۔

" تصوف کا مفہوم "

تصوف کے متعلق جس قدر اختلاف رائے ہے اس سے کہیں بڑھ کر اس کی تعریف و مفہوم میں اختلاف فکر و نظر پایا جاتا ہے ۔ علمائے متقدمین ہوں یا متأخرین ۔ محققین مشرقی ہوں یا مغرب ۔ سب نے مسلک تصوف کے الگ الگ معانی اور مفہوم بیان کئے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ ایک ذاتی ۔ شعوری ، ذوقی اور وجدانی شے ہے ۔ اس حالت میں تمام اصحاب رائے کا ایک ہی بات پر متفق ہونا محال ہے ۔ ہر ایک کا ذوق و وجدان جداگانہ ہے ۔ اس کے علاوہ مسلک تصوف نے کسی زمانے میں بھی کوئی واحد اور مستقل صورت اختیار نہیں کی ۔ ہر عہد میں اس کی شکل و صورت بدلتی رہی ہے ۔ وجہہ اسلئے اس کی کوئی جامع تعریف نہ ہوسکی ۔

۱) حضرت معروف الکرخی (المتوفی ۲۰۰ ھ) نے کہا ہے کہ تصوف

" حقائق کو گرفت میں لانا ۔ دقائق پر گفتگو اور خلائق کے پاس جو کچھ ہے اس سے ناامید ہونا ہے "۔ (۱)

۲) حضرت سہل بن عبداللہ تستری (المتوفی ۲۸۳ ھ) سے مروی ہے کہ تصوف کے معنی ہیں کم کھانا اور خدا سے قرب حاصل کرنا اور مخلوقات سے بھاگنا "۔ (۲)

---

(۱) الرسالۃ القشیریۃ ص ۵۴ ۔ ۵۵ از ابی القاسم عبدالکریم قشیری ۔ دارالکتب عربیۃ الکبری مصر ۱۳۸۵ ھ ۔

۳- حضرت ذوالنون المصری (المتوفی ۲۲۵ھ) سے پوچھا گیا کہ صوفی کون لوگ ہیں۔ کہا "وہ لوگ صوفی ہیں جنہوں نے تمام کائنات میں صرف خداتعالی کو پسند کیا"۔ (۱)

۴- حضرت جنید البغدادی (المتوفی ۲۹۷ھ) سے مروی ہے کہ عارف وہ ہے کہ جب حق تعالی اسرار معانی سے گفتگو کرتا ہے تو وہ خاموش رہتا ہے"۔ معرفت خدا تعالی کے ساتھ مشغول رہنے کا نام ہے۔ (۲) صوفی وہ ہے جس کا دل دنیا سے متنفر اور فرمان الہی کو ماننے والا ہو۔ جس میں تسلیم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح، زہد حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح فقر حضرت عیسی علیہ السلام کی طرح، صبر حضرت ایوب (علیہ السلام) کی طرح، شوق حضرت موسی (علیہ السلام) کی طرح اور اخلاق جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہو۔

= (۲) الطبقات الکبری ص ۱۰۹-۱۰۸ از عبدالوہاب شعرانی شرکۃ مکتبہ و مطبع مصطفی البابی ۱۳۷۳ھ۔

(۱) الرسالۃ القشیریۃ ص ۶۱۔

(۲) الطبقات الکبری ص ۱۰۲۔

کہ
"تصوف ایک ایسی نعمت ہے جس میں بندہ قائم ہے۔"

"تصوف یہ ہے کہ بغیر علائق کے خدا سے تیرا تعلق ہو۔"

"تصوف ذکر ہے پھر وجد ہے پھر نہ یہ ہے نہ وہ ہے

اور کچھ باقی نہیں رہتا ہے۔"

"صوفی وہ ہے جن کا قیام اللہ کے ساتھ ہے اور وہی جانتا ہے۔"(۱)

(۳) حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کشف المحجوب میں تصوف کی

تعریف کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں۔

"تصوف از صفا بود و صفا بتکلف اقتضا کند صوف ورنہ اصل باشد و فرق این

معنی از حکم لغت و معنی ظاهر است الصفا ولاية ولها آية و رواية والتصوف حكاية للصفا

بلا شكاية ۔ پس صفا معنی ہلالی و ظاهر است و تصوف حکایت ازان معنی و اهل آن

معنی اندرین درجه بر سه قسم اند۔ یکی صوفی بود و دیگر متصوف و سه دیگر مستصوف

پس صوفی آن بود که از خود فانی بود و بحق باقی و از قبضه طبائع رسته و بحقیقت

پیوسته و متصوف آنکه بمجاهده این درجه را همی طلبد و اندر طلب خود را هم

(۱) الطبقات الکبری ص ۱۲۵۔

معاملہ ایشان درست ہیں کند و مستصوف آنکہ از برائے مال و منال و جاہ و حظ دنیا

خود را مانند ایشان کردہ و از این ہر دو چیز ہیچ خبر ندارد "۔ (۱)

ترجمہ :۔

کلمہ تصوف باب تفعل سے ہے ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تکلف فعل کا

مقتضی ہو ۔ اور یہ اصل کی فرع ہے ۔ اور لغوی و معنوی حکم میں اس معنی (اہل کمال

صوفی کہلاتے ہیں) کا تفاوت ظاہر ہے ۔ پھر کہف صفا ولایت ہے ۔ اور اس کی واضح اور

بین دلائل ہیں اور تصوف فسانہ "صفا ہے ۔ اور صفا کا مطلب تاباں اور آشکارا ہے ۔ اور

تصوف اپنے معانی سے عبارت ہے ۔ اور اہل تصوف اس لحاظ سے تین طبقوں میں تقسیم

ہیں ۔ ایک ان میں سے صوفی ہے ۔ دوسرا متصوف اور تیسرا مستصوف ۔ پس صوفی وہ

ہے جو اپنے آپ کو فنا کرکے واصل بحق ہو جائے اور خواہش نفسانی سے آزاد ہوکر

حقیقت کو پالے ۔ اور متصوف وہ ہے جو مجاہدہ کرکے اس مقام کو حاصل کرنے کی کوشش

کرے اور یہ کہ حصول مقصد میں صادق اور صحابی ہو اور مستصوف وہ ہے جو مال و

منال اور جاہ و دنیا منوانے کے لئے خود کو ان جیسا (صوفی و متصوف جیسا) ظاہر کرے

---

(۱) کشف المحجوب ص ۳۶ از سید علی ہجویری ۔ شیخ غلام محمد اینڈ سنز لاہور

اور اسے فی الحقیقت ان دونوں کے مقامات کی مطلق خبر نہ ہو ۔

(۶) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں ۔

" اصطلاح اور عرف میں تصوف اس علم کا نام ہے ۔ جس پر عمل کرنے سے باطن کی وہ صفائی نصیب ہوتی ہے ۔ جس سے انسان مقبول بارگاہ اور صاحب مدارج اور مقام ہوتا ہے ۔

" شریعت کے پانچ اجزاء ہیں ۔ (۱) عقائد ۔ (۲) عبادات ۔ (۳) معاملات (۴) معاشرت (۵) پانچواں جز تصوف ہے جس کو شریعت میں اصلاح نفس کہتے ہیں " ۔

" تصوف نام ہے فقہ باطن کا " ۔

" تصوف کی حقیقت خدائے تعالیٰ سے تعلق بڑھانا ہے " ۔ (۱)

مندرجہ بالا چند آراء مختلف صوفیا نے تصوف کے متعلق بیان کی ہیں ۔ ہر ایک نے اپنے ذاتی وجدان اور کیفیت کے مطابق اس کا مفہوم واضح کیا ۔ مگر یہ مفہوم کہ " تصوف نام ہے فقہ باطن کا " از حد وسیع اور قابل قبول ہے ۔ کیونکہ جس طرح ظاہری جسم و جوارح کے اعمال و احکام وغیرہ کی صلاح و فساد کا نام فقہ ہے ۔ اس طرح باطنی

---

(۱) شریعت و طریقت ص ۱۹ از مولانا اشرف علی تھانوی ۔ مکتبہ تھانوی کراچی ۔

اعمال یا ان کے اوامر و نواہی یا ان کی صلاح و فساد کو تصوف کہا جاتا ہے ۔

قرآن پاک اگر اسے تزکیہ کا نام دیتا ہے تو حدیث میں اسے احسان کہا گیا

ہے اور صوفیاء اسے علم قرب ۔ علم باطن یا تصوف کے نام سے تعبیر کرتے ہیں ۔

تصوف کی ضرورت و اہمیت ۔

تصوف سراپا علم ہے ۔ اس کو ثابت کرنے کے لئے حقیقت کا جائزہ لینا چاہئیے ۔

کیونکہ "العلم نور" علم روشنی ہے ۔ تو پھر روشنی کی حالت بدلتی رہتی ہے ۔ کبھی

تیز ۔ کبھی کم ۔ کبھی کسی دوسری حالت میں ۔ لہذا اہل قلب نے علم کی قسمیں بیان

کی ہیں ۔ کبھی یہ روشنی علم ۔ علم الیقین کہلاتی ہے ۔ جس کے خود کئی مراحل ہیں ۔

اور کبھی یہ روشنی علم عین الیقین کہلاتی ہے ۔ اس کے بھی کئی مراتب ہیں ۔

اور کبھی کبھار حق الیقین کہلانے کی مستحق ہوتی ہے ۔

اس روشنی علم کو تصوف بلکہ قربت مشاہدہ معائنہ ادراک حقیقت اور

یا حق کہدو ۔ تو معلوم ہوا کہ تصوف علم کا نام ہے ۔ اگر باہر روشنی کی کرنیں نظر نہ

آئیں تو اندر چلو ۔ یعنی ظاہر میں کچھ نہ دکھائی دے تو باطن میں غور و فکر کرو ۔

فارجع البصر هل ترى من فطور ۔ ثم ارجع البصر كرتين ينقلب اليك البصر

خاسئا وهو حسير ۔(۱)

ترجمہ ۔ ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھو ۔ بھلا تجھ کو (آسمان میں) کوئی شگاف نظر آتا ہے ۔ پھر دوبارہ (سہ بارہ) نظر کر ۔ تو نظر میں پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی ۔

گویا خارج میں اگر کچھ نہ ملے تو باطن میں سکون کی تلاش کرنا تصوف کی خاصیت ہے ۔ تاکہ دور سکینت کی باعث ہو ۔ اس لئے دنیا کے تمام مذاہب میں اور تمام عالمین میں تصوف کی جھلک پائی جاتی ہے ۔

تصوف میں دین ہے ۔

دین اسلام میں تصوف کی اہمیت یا ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ۔ جیسا کسی بھی چیز کی حیثیت و اہمیت کے لئے اس کے مغز یا جوہر کا جو مقام ہے ۔ وہی مقام دین میں تصوف کا بھی ہے ۔ اور یہ بات واضح ہو گئی کہ تصوف میں دین ہے ۔ تو پھر دین کی ضرورت انسان کے لئے کوئی منطقی یا محتاج بیان چیز نہیں ۔ اس جہان آب و گل میں اور اس کے بعد آمدہ حیات

---

(۱) ۶۷ : ۳ ۔ ۴ ۔

جامع مسجد حضرت اخوند درویزہ" کا ایک منظر

لنگر تقسیم کرنے کی جگہ

اخروی میں انسان کی فلاح کا دارو مدار اسی پر ہے کہ وہ دین اسلام کو اپنے لئے مشعل راہ بنائے
اور جملہ احکام شریعت کی بجاآوری اپنا نصب العین بنائے اور ہر حکم شرعی اپنے کمال کو پہنچنے میں
تصوف کا محتاج ہے - بغیر تصوف اس پر عمل کرنے سے وہ ثمرہ ہرگز ہرگز مرتب نہیں ہوسکتا - جس کے
حصول کے لیے وہ حکم پورا کیا گیا - مثلاً ایک شخص نماز پڑھتا ہے - نماز کے لئے ظاہری جملہ
احکام و شرائط موجود ہیں - لیکن اس نماز میں حضور قلب نہیں (جس کا تعلق تصوف سے ہے) -
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے - یہ نماز نماز ہی نہیں -

"لا صلوٰۃ الا بحضور القلب" (۱) ترجمہ : نماز بغیر حضور قلب کے نہیں ہوتی -

اس سے معلوم ہوا کہ دین میں تصوف کافی اہمیت رکھتا ہے - کیونکہ کمال
دین تصوف سے وابستہ ہے - تصوف کی اہمیت کو نظرانداز کرکے دین کی روح حاصل ہو ہی نہیں سکتی
اور نہ دین کامل ہوسکتا ہے - اس لئے جس قدر اہمیت و ضرورت ظاہر شریعت کی ہے - اسی طرح
تصوف کی بھی ضرورت ہے - اور دونوں لازم و ملزوم ہیں -

وہ تصوف ہی ہے - جس کی بدولت انسان انسانیت میں کمال کو پہنچتا ہے -

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مثال جنہوں نے اپنے آپ کو ایک مرد کامل (حضور) کے

---

(۱) اتحاف السادۃ المتقین ص ۱۱۵ الخبر الثالثہ ازعلامہ سید محمد ابن محمد حسینی
مطبوعہ مصر ۱۳۵۰ ھ -

حاشیے پامال کیا ۔

صحابہ کرام کا یہ عمل تصوف ہی کا ایک شعبہ ہے معاملات کا تغیر اصلاح

و انقلاب تصوف ہی کے ذریعے ممکن ہے ۔ارشاد خداوندی ہے ۔

"ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم" (۱)

ترجمہ :۔ خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی ۔ نہ ہو خیال جس کو خود اپنی حالت کے

بدلنے کا ۔

تغیر باطن یا انقلاب قلب تصوف ہی کی راہ میں ۔سکون و اطمینان کا حصول

تصوف ہی سے ہو سکتا ہے ۔ "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" ۔ (۲)

ترجمہ : جان لو کہ اطمینان قلب صرف ذکر الٰہی سے حاصل ہوتا ہے ۔

ذکر تصوف کی خاص تعلیم ہے ۔اتحاد و اتفاق سے تمام دشواریوں پر غلبہ حاصل

کیا جاسکتا ہے ۔اور اتحاد و اتفاق حاصل ہوتا ہے ۔باہمی تواضع سے ۔اور پھر تواضع تصوف کا

خاصہ ہے ۔

"اس گئی گذری حالت میں بھی مسلمانوں کے اندر اوروں سے زیادہ جہاںبانی

---

(۱) ۱۳ : ۱۱

(۲) ۱۳ : ۲۸

کی صلاحیتیں موجود ہیں ۔ مثلاً عدل و انصاف ترحم وغیرہ ۔ یہی یہ کمی ہے کہ ان میں نظم نہیں ۔ اور نظم نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ اتفاق و اتحاد نہیں ۔ اور اتحاد و اتفاق کی جڑ تواضع ہے ۔ اگر ہر شخص دوسرے کو اپنے سے افضل سمجھنے لگے (جو تصوف کی تعلیم و تربیت کا لازمہ ہے) تو پھر نااتفاقی کی نوبت ہی نہ آئے ۔[1]

فکر و تدبر تصوف کا شعبہ ہے ۔ اس کے نتیجے میں انسانی اذہان جلا پاتے ہیں ۔ تصوف خالق سے رشتہ استوار کرنے کا ذریعہ ہے ۔ تصوف کی حقیقت خدا تعالی سے ملانا ہے ۔ اس کے بغیر چارہ نہیں ۔ اور جب ایک انسان کا تعلق مع اللہ قائم ہوجائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے ۔

غرضیکہ انسان کو اپنی دنیاوی عملی زندگی کو بہتر بنانے اپنے خالق کو پہچاننے انسانیت سے روشناس ہونے دنیا میں غلبہ و تفوق حاصل کرنے فساد و شر سے بچنے سکون و اطمینان کی زندگی گزارنے کے لئے علم تصوف کی ضرورت ہے ۔ اور آخرت میں تو جملہ اعمال کا مدار ہی تصوف پر ہے ۔ جو اعمال اپنے باطن سے خالی ہوں گے ۔ ان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی ۔ بلکہ ایسے اعمال الٹا وبال جان ثابت ہونگے ۔

---

(۱) تاریخ تصوف اسلام ص ۱۷۶ ۔ ۱۷۵ از عبدالصمد صارم کتاب منزل لاہور ۱۹۵۰ء

تصوف کی شرعی و باطنی حیثیت :

صوفیاء نے نفس کے دقائق بتلائے ۔ موٹے موٹے ڈھالے کپڑے (صوف) پہن کر زندگی گزاری ۔ ورع اور محاسبہ پر قلم اٹھایا ۔ قشیری کی کتاب الرسالہ سہروردی کی عوارف المعارف غزالی کی احیاء العلوم انہی مسائل پر ہے ۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ روح جب حسن ظاہری کو چھوڑ کر حسن باطنی کی طرف رجوع کرتی ہے تو حس کمزور ہو جاتی ہے ۔ اور روح قوی ہو جاتی ہے ۔ جب اس میں بیداری آجاتی ہے تو وہ ذکر و شغل میں مدد دیتی ہے ۔ اور یہی ذکر اس کی غذا کا کام دیتا تھا ہے ۔ اب اس کو علم شہود کا درجہ ملتا ہے ۔ نظر عین ادراک بن جاتا ہے ۔ علوم لدنیہ (1) کے دروازے کھل جاتے ہیں ۔ نظر ملاء اعلیٰ میں پہنچ کر ذات الہی کی طرف بڑھتا ہے ۔ پھر موجودات عالیہ میں تصرف کرنے لگتی ہے ۔ صحابہ کو اہا کرامت تھے ۔ لیکن غیب کی بات زبان پر نہیں لاتے تھے ۔

---

(1) علمائے کرام اور صوفیائے عظام نے اس علم کی تشریح و تعریف میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے ۔

علم لدنی آنست کہ مسبوق بہ عملی نباشد بلکہ بر صاحبہ علی حق	علم لدنی وہ علم ہے کہ کسی عمل و کسب پر منحصر نہ ہو بلکہ بلا کسب و عمل اللہ =

... ...

حاشیہ مذکور۔

= سبحانہ بمحض عنایت بے علت بہ علمی خاص از نزد خود بندہ را مشرف گرداند کما قال سبحانہ وعلمناہ من لدنا علما۔

تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی عنایت بے علت سے اس علم سے مشرف کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "ہم نے اس کو اپنی طرف سے علم عطا فرمایا"۔

(رشحات عین الحیاۃ از واعظ کاشفی (قلمی) ورق ۲۹۶ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور)

صاحب تفسیر روح المعانی علامہ محمود آلوسی بغدادی (المتوفی ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۴ء) اس علم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

لا یکتنہ ولا یقادر قدرہ وهو علم الغیوب واسرار العلوم الخفیة

اس کی حقیقت تک رسائی نہیں ہو سکتی اور نہ اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور وہ علم غیوب اور مخفی اسرار علوم خفیہ ہیں۔

(تفسیر روح المعانی سورہ الکہف ۱۸ : ۶۵)۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے شاگرد مولانا شیر محمد کہانی لکھتے ہیں۔

علم لدنی علم است کہ اہل قرب را بہ تعلیم الٰہی و تفہیم ربانی معلوم ومفہوم می شود و نہ بہ دلائل

علم لدنی وہ علم ہے جو کہ اہل اللہ کو تعلیم و تفہیم الٰہی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے نہ کہ دلائل عقلی اور قواعد عقلی

... ...

حاشیہ مذکورہ

علی و شواھد نقلی جناتیہ در کلام قدیم در حق خضر علیہ السلام فرمود و علمناہ من لدنا علماً ۔ | کے ذریعے جناتیہ اللہ حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو اپنی طرف سے علم (خاص) عطا فرمایا ۔

(الفتح السمیق (قلمی) ورق ۲۱۵ ریکارڈ آفس لائبریری پشاور ۔ قلمی نسخہ کا ایک دوسرا قلمی نسخہ ڈاکٹر سلیم صاحب ماھی (پیارھنٹ پشاور یونیورسٹی کے پاس محفوظ ہے) ۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (المتوفی ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۹۴۳ء) علم لدنی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

" جب ذکر اللہ کی مواظبت اور ریاضات و مجاھدات کی کثرت سے ظلمات نفسانیہ و کدورت طبعیہ کا ازالہ ہو جاتا ہے اور قلب و روح کو اللہ تعالی کے ساتھ ایک نسبت خاصہ و تعلق مخصوص پیدا ہو جاتا ہے اس وقت قلب پر بلا واسطہ اسباب ظاہری تحصیل و سماع وغیرہ کے کچھ اسرار و علوم غریبہ کا ورود و القا ہونے لگتا ہے ۔ اس علم کو علم لدنی اور علم وھبی کہتے ہیں " ۔

(التکشف من مہمات التصوف مطبوعہ دھلی ۱۳۲۷ھ ص ۳۲۸ ۔ ۳۲۹ و ایضاً ملاحظہ ہو ص ۳۳۲) ۔

اس علم کو علم باطن بھی کہتے ہیں اور قرآن و حدیث دونوں سے اس کا اثبات

... ...

حاشیه مذکور ۔

== ہوتا ہے ۔حضرت مولانا اشرف علی تھانوی و علمناہ من لدنا علماً کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ۔

" یہ تعلیم ممکن ہے کہ بواسطہ " وحی ہو یا بواسطہ "الہام اور یہ الہام انبیاء اور غیر انبیاء سب کو ہوتا ہے ۔اور یہ آیۃ اصل ہے اثبات علم لدنی میں " ۔ (بیان القرآن سورۃ الکہف ۱۸ :۶۵ و التکشف ص ۲۲۶ ایضاً تفسیر روح المعانی سورۃ الکہف ۱۸ :۶۵) ۔

حضرت ابو ھریرۃ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

اذا رأیتم العبد یعطی زھدا	یعنی جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ زہد
وقلۃ منطق فاقتربوا منہ فانہ یلقی الحکمۃ	فی الدنیا اور قلت کلام اس کو عنایت ہوا ہے
(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)	تو اس سے نزدیک رہا کرو ۔

کیونکہ اس کو حکمت یعنی اسرار وھبیۃ کی تعلیم و تلقین من جانب اللّٰہ ہوا کرتی ہے ۔حضرت مولانا تھانوی اس حدیث کی توضیح میں لکھتے ہیں کہ :۔

" اس حدیث سے علم اسرار غیر منقولہ کا اثبات ہوتا ہے ۔اور اس کو علم لدنی کہتے ہیں ۔جس کا عطا ہونا اہل اللّٰہ کو بکثرت و بہ تواتر منقول ہے ۔(التکشف ص ۲۲۹) ==

... ...

حاشیہ مذکور۔

علم لدنی کے حصول میں اسباب ظاہری کا کچھ دخل نہیں ہوتا بلکہ صرف خدا کے فضل و مشیت پر اس کا انحصار ہوتا ہے۔ اس کی ایک نمایاں مثال شیخ ابن العربی کی ذات گرامی ہے۔ جن کے قلب و ذہن کو خداوند تعالیٰ نے اسی علم خاص کے انوار سے منور فرما کر علوم و اسرار سے معمور فرمایا تھا۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ۔

كان اولا من الموظفين عند بعض الملوك والعرب ثم انه طرقه طارق من الله فخرج هائما في البراري على وجهه الى ان نزل في قبر فمكث فيه مدة ثم خرج من القبر يتكلم بهذه العلوم التي تقلت عنه ۔

ابتداء میں کسی عرب بادشاہ کے ہاں ملازم تھے پھر خدا کی طرف سے اچانک ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس کے نتیجے میں وہ صحرا کی جانب چل پڑے یہاں تک کہ ایک پرانی قبر میں اتر گئے وہاں کچھ مدت ٹھہرے پھر قبر سے باہر نکل آئے۔ اور یہی علوم جو ان سے منقول ہیں بیان کرنے لگے۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر (قلمی) ورق ۶ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور)

حاشیہ ... ...

شیخ صلاح الدین فرمایا کرتے تھے کہ ۔

من اراد ان ینظر الی کلام اهل العلوم اللدنیة فلینظر فی کتب الشیخ ابن العربی ۔	جو شخص چاہتا ہے کہ صاحبان علم لدنی کا کلام دیکھے تو چاہئے کہ شیخ ابن العربی کی کتابوں کا مطالعہ کرے ۔

(الیواقیت والجواہر صفحہ ۸)

علم لدنی حق ہے اور اس سے انکار کرنا درست نہیں ہے ۔

حضرت مولانا تھانوی صاحب علم لدنی پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

" اہل کشف پر بے سمجھے بوجھے انکار کرکے اس شعر کا مصداق بنتے ہیں ۔

وکم من عائب قولاً صحیحاً

وآفته من الفهم السقیم

(التکشف ص ۳۲۸ – ۳۲۹) (ترجمہ ۔ اکثر ایک عیب جو درست بات میں عیب نکالتا ہے اور اس کی یہ عیب و آفت اس کی فہم سقیم (کج وجہ سے) ہے ۔

****

متأخرین نے کشف کو بڑی اہمیت دی ۔ جوع و بھوک اور خلوت سے بھی
کشف ہو جاتا ہے ۔ یہ مسلہ ہے کہ وجدانیات پر برہان کو دسترس نہیں ۔ ہروی
نے کتاب المقامات لکھی ۔ ابن العربی (۱) نے فصوص الحکم لکھی ۔

---

(۱) شیخ ابوبکر محی الدین محمد ابن علی جو بالعموم ابن العربی (یا
ابن عربی بالخصوص بلاد مشرق میں) اور الشیخ الاکبر کے نام سے مشہور
ہیں ۔ ۱۷ رمضان ۵۶۰ھ ۲۸ جولائی ۱۱۶۰ ء کو مرسیہ میں پیدا ہوئے
جو اندلس کے صوبہ مشرق میں واقع ہے ۔ ۵۶۸ھ میں ابن العربی اشبیلیہ میں
چلے آئے ۔ جو اس دور میں علم و ادب کا بہت بڑا مرکز تھا ۔ یہاں وہ
تیس سال تک اپنے زمانے کے مشہور علماء سے تحصیل علم کرتے رہے ۔

ابن العربی کے متعلق مختلف رائے ہیں ۔ بعض لوگوں کی رائے میں آپ
ولی کامل تھے ۔ قطب زمان تھے اور علم باطن میں ایسی سند تھے جس میں
کلام ہی صحیح نہیں ہو سکتا ۔ دوسری طرف ایک ایسا گروہ تھا جس کے
نزدیک آپ بدترین ملحد تھے ۔ آپ کے بہت سے مداح جلیل القدر علماء بھی
تھے ۔ جمہور نے آپ کے عقائد کے حق میں کتابیں لکھیں ۔

ابن عربی نے جو کچھ لکھا ۔ اسلوب میں یکسانیت نہیں رکھی ۔ ان
کا انداز بیان بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا انداز فکر بھی وقتاً فوقتاً بدلتا —

... ...

حاشیہ مذکور ۔

رہا ۔ اگر وہ چاہیں تو واضح اور سلیس انداز اختیار کر لیتے ہیں ۔ ورنہ وہ پیچیدہ
مغلق اور مبہم اسلوب سے بھی کام لے سکتے ہیں ۔ دراصل اس کا انحصار اس بات
پر ہے کہ انہوں نے کس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور وہ مذہبی نقطۂ نظر سے کتنی
اہمیت کا حامل ہے ۔ اسی طرح آپ کے ہاں شاعرانہ رنگین بیانی بھی ملتی ہے
اور سادہ نثر بھی ۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا ۔ کہ آپ کی آخری
تصنیفات بالخصوص فصوص مبہم ترین ہے ۔ اس کا اسلوب رمزیہ ہے اور بیان انتہائی
اصطلاحی قسم کا ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے تنگ خیال ۔ راسخ العقیدہ اور راہ
تصوف سے بے خبر لوگوں کی نظر سے اپنے وحدۃ الوجودی عقائد کو چھپایا ۔

ابن عربی کے فلسفہ تصوف کی جڑیں اسلامی تصوف اور الٰہیات کی تاریخ
میں گہری چلی گئی ہیں ۔ اگرچہ بحیثیت مجموعی ان کا نظام فکر ان کا اپنا ہی
رہتا ہے ۔ لیکن ان کا [illegible] ہر شعبے میں ہے اور وہ اپنا مواد ہر ممکن ماخذ
سے مستعار کر لیتے ہیں ۔ اسلام کے فلسفہ توحید یعنی باری تعالیٰ کی وحدت
مطلق کے بارے میں ابن عربی نے ہمیشہ یہ تشریح کی ہے کہ اس سے مراد وجود کل
کی وحدت مطلق ہے ۔ انہوں نے قدیم مصنفین اور الٰہیین سے بھی بہت کچھ اخذ
کیا ہے ۔ چنانچہ انہوں نے وحدت و کثرت اور حقیقت واحد کے عالم اشیاء کی مختلف

خلاصہ یہ ہوا کہ جس طرح انسان کامل کے دو رخ ہیں - ظاہر و باطن یا قلب و قالب اسی طرح دین کامل کے بھی دو رخ ہیں - شریعت و طریقت - اور جس طرح شریعت نام ہے ظاہر یا قالب کے اعمال و احکام کا - اسی طرح طریقت یا تصوف نام ہے باطن کی فقہ کا - جس طرح نماز - روزہ وغیرہ کے ارکان و اعمال کی ایک ظاہری صورت ہے - جس کے احکام فقہ میں بیان ہوتے ہیں - اسی طرح خشوع و خضوع - حضور قلب یا دل سے اللہ تعالی کی یاد و ذکر قلب و باطن کے اعمال ہیں - جس طرح ترک اکل و شرب روزہ کا ظاہر ہے - اسی طرح اس کا باطن تقوی ہے - پھر جس طرح مختلف اعمال شرعیہ اپنی اپنی قالبی صورت رکھتے ہیں - اسی طرح ان سب کی صحت و سلامتی - قبول و عدم قبول کا معیار نیت پر ہے - سب سے بڑھ کر ایمان و عقائد جن پر نجات اور ظاہر و جوارح کے سارے اعمال کی صحت و قبولیت کا مدار ہے - اور جن کے بغیر نہ نماز نماز ہے اور نہ روزہ روزہ ہے - وہ بالکلیہ باطن اور اذعان کے قلبی و باطنی فعل ہی کا نام ہے - لہذا شریعت کا وجود طریقت سے الگ اور طریقت کا وجود شریعت سے الگ نہیں ہو سکتا - اور دونوں کو جدا سمجھنا گمراہی ضلالت اور دین میں ایک نئی اختراع ہے -

---

شکلوں میں مسلسل ظہور کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اور لکھا ہے "وہ" جوہر و اعراض اور اعراض کی دائمی تخلیق نو کے اشعری نظریے پر مبنی معلوم ہوتا ہے -

(ماخوذ دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱ ص ۲۰۵-۲۱۱)

مولانا شبیر احمد عثمانی "حدیث جبریل" میں "احسان" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں -

"جاہل صوفی جو کہتے ہیں کہ طریقہ شریعت کے علاوہ اور کوئی چیز ہے - یہ بالکل غلط ہے - یہ لوگ جہل کی وجہ سے دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں - شریعت جو ایمان و اسلام کا مجموعہ ہے اس کی باقاعدہ اور متواتر مشق سے "احسان" (تصوف) حاصل ہوتا ہے - یہی طریقہ ہے - پھر اس پر دنیا میں کچھ ثمرات باطنیہ ملتے ہیں - اس کو "معرفت" و عرفان سے تعبیر کیا جاتا ہے " - (۱)

مولانا الشیخ اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں -

" شریعت احکام تکلیفیہ کے مجموعے کا نام ہے - اس میں اعمال ظاہری و باطنی سب آگئے اور متقدمین کی اصطلاح میں لفظ فقہ کو اس کا مترادف سمجھا جاتا ہے - جیسے امام ابو حنیفہ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے - " معرفۃ النفس ما لہا وما علیہا " - یعنی (نفس کے حقوق و فرائض کو پہچاننا) پھر متاخرین کی اصطلاح میں شریعت کے جزو اول متعلق باعمال ظاہرہ کا نام "فقہ" ہوگیا - اور دوسرے جزو متعلق باعمال باطنہ

---

(۱) فضل الباری شرح صحیح البخاری (اردو) ص ۵۳۱ جلد اول ادارہ علوم شرعیہ کراچی ۱۹۶۱ء -

کا نام "تصوف" ہوگیا"۔(۱)

مولانا تھانوی تصوف کو قرآن و حدیث کی تعلیم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"تصوف کے اصول صحیح قرآن و حدیث میں سب موجود ہیں۔اور یہ کہ قرآن و حدیث تصوف سے لبریز ہے۔اور واقعی وہ تصوف ہی نہیں جو کہ قرآن وحدیث میں موجود نہ ہو۔غرض جتنے صحیح اور مقصود مسائل تصوف کے ہیں سب قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔"(۲)

ان آرا کی روشنی میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ شریعت اور طریقت الگ الگ نہیں بلکہ طریقت یا تصوف شریعت ہی کا ایک جزو ہے۔اور یہ کہ شریعت کے علاوہ طریقت کا الگ کوئی وجود نہیں ہے۔اگر کوئی تسلیم کرتا ہے تو یہ اس کا جہل ہے۔کیونکہ جس طرح شریعت میں اعمال ظاہرہ نماز،روزہ،زکوۃ وغیرہ کا ذکر اور حکم موجود ہے۔اس طرح جملہ تعلیمات تصوف تزکیہ نفس تواضع حب الہی صبر شکر رضا،تسلیم اخلاص خشوع و خضوع توکل بحیوسہ فکر ذکر و اذکار خوف و رجا دعا اور صدق وغیرہ نیز دنیاوی علائق سے کنارہ کشی

---

(۱) تربیت السالک ص ۹۹ از مولانا اشرف علی تھانوی برقی پریس دہلی۔

(۲) شریعت و طریقت ص ۲۴ تا ۲۵

فقر و استغناء کا اختیار کرنا قرآن و حدیث سے بصراحت ثابت ہے ۔ اور جس طرح کہ احکام ظاہرہ پر عمل ضروری ہے ۔ اور واجب ہے اسی طرح ان احکام پر بھی ۔ پس ثابت ہوا کہ تصوف عین شریعت ہے ۔ اور شریعت کے سوا کوئی چیز نہیں ۔

قرآن مجید میں علم تصوف کے اظہار :-

لفظ صوفی کے معنی صفائی قلب سے کیا جائے ۔ تو مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا قرآن مجید علم تصوف سے بھرا ہوا ہے ۔ اور تقریباً تمام احادیث اس پاک علم پر مطابقہ دلالت کرتی ہیں کیونکہ اللّٰہ اور اس کا رسول ہر مومن کی صفائی قلب چاہتے ہیں تاکہ ہر لمحہ ایک لطیف عالم کی طرف اس کے قدم بڑھیں ۔ اور یہی علم تصوف کی غایت ہے ۔ جس کی صحیح تصویر تقوی و رضا تسلیم صبر و شکر اور ذکر ہے ۔

قرآنی آیات میں تصوف (صفائی باطن) کے اشارے :-

۱۔ فان اللّٰہ یحب المتقین ۔ (۱)

۲۔ واعلموا ان اللّٰہ مع المتقین ۔ (۲)

---

(۱) ۳ : ۷۶ ۔

(۲) ۲ : ۱۹۴ ۔

۳۔ ان اولیاؤه الا المتقون ولکن اکثرهم لا یعلمون ۔[۱]

۴۔ ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنه مسئولا ۔[۲]

۵۔ حبب الیکم الایمان وزینه فی قلوبکم وکره الیکم الکفر والفسوق والعصیان

اولئک هم الراشدون ۔[۳]

۶۔ ویحب المتطهرین ۔[۴]

۷۔ ان الذین اتقوا اذا مسهم طائف من الشیطان تذکروا فاذا هم مبصرون ۔[۵]

۸۔ واذکر ربک فی نفسک تضرعاً وخیفة ودون الجهر من القول بالغدو والاصال

ولا تکن من الغافلین ۔[۶]

۹۔ انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبهم ۔[۷]

---

(۱) ۸ : ۳۴ ۔

(۲) ۱۷ : ۳۶ ۔

(۳) ۴۹ : ۷ ۔

(۴) ۲ : ۲۲۲ ۔

(۵) ۷ : ۲۰۱ ۔

(۶) ۷ : ۲۰۵ ۔

(۷) ۸ : ۲ ۔

۱۰- واعلموا ان الله يحول بين المرء وقلبه وانه اليه تحشرون ـ (۱)

۱۱- ورضوان من الله اكبر ـ ذالك هوالفوز العظيم ـ (۲)

۱۲- قد افلح من زكها ـ وقد خاب من دسها ـ (۳)

۱۳- يا ايها النفس المطمئنة ارجعى الى ربك راضية مرضية ـ (۴)

۱۴- وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون ـ (۵)

۱۵- لن تنالو البر حتى تنفقوا مما تحبون ـ (۶)

۱۶- انتم الاعلون ان كنتم مؤمنين ـ (۷)

۱۷- وتبتل اليه تبتيلا ـ (۸)

۱۸- واحسن كما احسن الله اليك ـ (۹)

۱۹- واسجد واقترب ـ (۱۰)

---

(۱) ۸ : ۲۴ ـ

(۲) ۹ : ۷۲ ـ

(۳) ۹۱ : ۹ ، ۱۰

(۴) ۸۹ : ۲۷-۲۸

(۵) ۵۱ : ۵۶

(۶) ۳ : ۹۲

(۷) ۳ : ۱۳۹

(۸) ۷۳ : ۸

(۹) ۲۸ : ۷۷

(۱۰) ۹۶ : ۱۹

احادیث شریفہ میں صحت (صفائی باطن) کے اشارے :-

۱- ان اللہ لا ینظر الی صورکم بل ینظر الی قلوبکم ۔(۱)

۲- ان فی الجسد مضغۃ ۔ اذا صلحت صلح الجسد کلہ ۔ واذا فسدت فسد الجسد کلہ ۔ الا وھی القلب ۔(۲)

۳- ان تعبد اللہ کانک تراہ ۔ فان لم تکن تراہ فانہ یراک ۔(۳)

۴- من سعادۃ ابن ادم رضاہ لما قضی اللہ لہ ۔ (۴)

۵- من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ۔ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ ۔(۵)

۶- لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتہم الملائکۃ وغشیتہم الرحمۃ ونزلت علیہم السکینۃ وذکرھم اللہ فیمن عندہ ۔(۶)

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الصلۃ والادب ، المطبعۃ المصریۃ مصر ۱۹۲۳ء ۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الایمان ۔

(۳) مشکوۃ المصابیح ۔ کتاب الایمان فصل اول ۔

(۴) جامع ترمذی ۔ باب القدر ۔

(۵) جامع ترمذی جلد اول ص ۱۲۶ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۔

(۶) صحیح مسلم ۔ باب الذکر ۔

۷۔ وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔ (۱)

۸۔ من لم یرض بقضائی ولم یصبر علی بلائی فلیطلب ربا سوائی ولیخرج من تحت سمائی (۲) (حدیث قدسی)

وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں فرق

وحدت الوجود میں اشیاء عین ذات ہیں جیسے حباب، حباب اور موجوں کو عین پانی کہا جاتا ہے۔ لیکن وحدت الشہود میں یہ درست نہیں سمجھتے۔ اس لئے اس نظریہ کے نزدیک انسان کے سائے کو انسان ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔

مرزا خان انصاری نے ان دونوں کے درمیان فرق پشتو کے اس شعر میں یوں بیان کیا ہے (۳)

---

(۱) طبرانی المعجم الکبیر۔

(۲) طہ حدیث قدسی، کشف الخفاء للعجلونی۔

(۳) مرزا خان انصاری پشتو کے متقدمین شعراء میں صف اول کا شاعر ہے۔ اوڑمڑ قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ آپ ۹۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اور باون برس کی عمر میں ۱۰۴۰ھ میں دکن کی جنگ میں شہید ہوئے۔

آپ کے کلام سے آپ کی جائے سکونت کا جو مزید اندازہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ

وحدت الوجود کا مفہوم

ہر مذہب کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے
کا اپنا انداز ہے - لیکن ان سب کے راستے اور طریقے آپس میں مختلف ہیں - اور جس طریقے اور
راستے کو اختیار کریں تو یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے - کہ اس دنیا میں جو کچھ بھی ہے
خداوند تعالیٰ کا دیا ہوا ہے - اور خدا کے بغیر کوئی دوسرا ایسا کرنے والا نہیں ہے - مثلاً ان
قرنوں میں یونانیوں کا افلاطون - عیسائیوں کا فلاطینوس سکندری - مسلمانوں کا شیخ محی الدین
العربی (المتوفی ۶۳۸ھ) وغیرہ - سب اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی ذات ہے تو وہ صرف ذات
خداوندی ہے - اس کی مثال اس طریقے سے ہے - جیسے سمندر کے درمیان میں پانی کا بلبلہ ہو -
جب وہ بلبلہ ختم ہوجائے تو وہ سمندر ہی میں پانی کی شکل اختیار کرتا ہے - تو اسی طرح اس
دنیا میں جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کا ہے - ان تمام اشیاء میں اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے -

لیکن وحدت الوجود کے متعلق ابھی تک کسی نے ایسا بیان نہیں کیا جس
سے دوسروں کی سمجھ آسانی سے اس عقیدے کو قبول کرے - بلکہ ہر ایک نے اسی پر اکتفا کیا - کہ
بیان کے لئے اور سمجھانے کے لئے الفاظ نہیں ملتے - لیکن جب صوفیاء کی یہ باتیں فلسفیوں تک
جا پہنچیں - تو انہوں نے تصویر کا دوسرا رخ اختیار کیا - اور لوگوں میں وہم شک و شبہ پیدا ہوا -

جس سے وہ اس قسم کی باتیں کرنے لگے ۔کہ معبود کی عبادت میں تھوڑی سی کوتاہی پر عذاب کیسے واقع ہو سکتا ہے ۔اور وہ معبود کیسا ہے ۔کہ پھر اپنے بندوں کو سزا دے ۔حالانکہ قرآن کا ارشاد ہے ۔ وان تعذبهم فانهم عبادك ۔ (۱) اگر تو ان کو عذاب دیتا ہے تو وہ تیرے بندے ہیں ۔

فلسفیوں نے جب ان باتوں کو سنا تو انہوں نے اس سے یہ مطلب لیا کہ خدا اور بندہ بلکہ جملہ کائنات سب ایک وجود ہے ۔یہ صرف ذہنی اور وہمی فرق ہے ۔اور اگر ایسا ہے تو پھر بندے اور مالک میں کیا فرق ہے ۔اور عابد اور معبود کا یہ حکم کیسے آیا ۔ان پر صوفیا اور فلاسفروں نے مختلف کتابیں اور مضامین لکھے جس سے فلسفہ وحدت الوجود عمل میں آیا ۔ (۲)

مرزا خان انصاری نے وحدت الوجود کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے ۔

لام الف دوار وخلق هستي يو ده
بيا دا يو يگانه توم شي لنا (۳)

ترجمہ ۔ لام اور الف (لا) معنی کچھ نہیں ۔تمام عالم کی ہستی ایک جیسی ہے ۔اور وہ ہستی (لا) فنا ہے ۔ خدا کی ہستی کے بغیر کوئی وجود نہیں ۔یعنی همه اوست

(۱) سورۂ مائدہ ۵ :۱۱۸ ۔
(۲) دیباچہ مخزن از تقویم الحق کاکاخیل ۔
(۳) دیوان مرزا خان انصاری (قلمی) ص ۵ ۔

ہے۔ جو کچھ بھی ہے وہی سب کچھ ہے۔ مرزا خان انصاری نے اپنے دیوان میں وحدت الوجود کی خوبصورت تعریف کرتے ہوئے کہا ہے۔

چه موجود تر ثریا دي تا ثرا
د ټینګښ له حکمه نه دي ماورا

ثریا (انتہائی اونچائی) سے ثرا (انتہا پستی) تک جو کچھ موجود ہے وہ سب کچھ (اللہ تعالیٰ) کے حکم سے باہر نہیں
خداوند
اللہ تعالیٰ سب موجودات پر عالم حاکم اور ظاہر ہے۔

له وحدته د کثرت په ننداره نه
محبت شي ترمیان راره ماجرا

وحدت سے (وحدت کی وجہ سے) کثرت کا تماشا اور مشاہدہ کرنے کا محبت ہی ہے۔ جس نے تماشا پیدا کیا۔

که مقصود ئي د خپل مخ ننداره نه دي
د انسان جامه ئي څه له پیدا کړه

اگر اپنی ذات کا تماشا دکھانا مقصود نہ ہوتا تو اس نے انسان کی پیدائش کیونکر کی۔

د کثرت محبت جز د وحدت دي
په تحقیق م اصل ذات دي د صفات نور هم

کثرت (مشاہدات) سے محبت وحدت کا جز ہے تحقیق اور حقیقت یہ کہ اصل میں "ذات" ہے اور "صفات" اجزا۔

جب دونوں دین اور شریعت میں علم کلام اور فلسفے کی آمیزش آپس میں جمع ہوئی ۔ تو اس آمیزش کی وجہ سے یہ مسئلہ وحدۃ الوجود پیدا ہوا ۔ تاریخ فلسفہ کا کہنا ہے کہ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں عیسائی علماء کے درمیان مسئلہ الوہیت کے متعلق موضوعات زیر بحث تھے تو یہ مسئلے مسلمان فلسفیوں کے درمیان زیر غور آئے ۔ (۱)

لیکن ان کے درمیان ایک واضح فرق کی وجہ سے جا نثرین نے ان کا نام "نو افلاطونی" رکھا ۔ نو افلاطونیوں کا عقیدہ تھا کہ اللّٰہ تعالی تمام کائنات کا منبع اور مرجع ہے ۔ اللّٰہ تعالی کی ذات ہر چیز کی ابتدا وسط اور آخر ہے ۔ اور اللّٰہ تعالی کی ذات میں فنا ہونا ہمارا مقصد ہونا چاہئے ۔

"اللّٰہ تعالی روح اور جسم کا اضداد اور مخرج ہے ۔ لیکن خود تمام اضداد سے پاک ہے وہ ایک ایسی وحدت ہے جس میں ہر شے موجود ہے "۔ (۲)

اس سلسلے میں بعض نے اللّٰہ تعالی کو ایک ایسے چشمے سے تشبیہ دی ہے جو ہمیشہ بہتا ہے ۔ اور اس میں کسی چیز کی کمی نہ آتی ہو ۔ یا اللّٰہ کی ذات سورج کی طرح ہے ۔ جس سے مسلسل روشنی نکلتی ہے ۔ اور کچھ کمی واقع نہیں ہوتی ۔ ایک مقام پر مرزا خان انصاری فرماتے ہیں

---

(۱) مقالات شبلی ج ۷ ص ۲۱۸ طبع اعظم گڑھ ۱۹۲۸ء

(۲) دیوان مرزا خان انصاری ص ص ۔

"کائنات اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے ۔لیکن وہ کائنات کا محتاج نہیں ۔کسی جاندار کی پیدائش کی طرح اس کی شان اسی طرح ہوتی ہے جیسے جاندار کی پیدائش سے پہلے تھی ۔"(۱)

مسلمانوں میں وحدۃ الوجود کا نظریہ صوفی فلسفے کا اہم جز ہے ۔لیکن اس میں دو نظریے ہیں ۔ایک وحدۃ الوجود اور دوسرا وحدۃ الشہود ۔

وحدۃ الوجود کا موجودہ نظریہ مسلمان صوفیاء میں تیسری صدی ہجری کے اختتام پر پڑا ۔اور اس کی تشکیل کے سلسلے میں حسین بن منصور حلاج (۲) (المتوفی ۳۰۹ ھ)

---

(۱) دیوان مرزا خان انصاری ص ۔

(۲) ابو المغیث الحسین بن منصور بن محمی البیضاوی ایک معروف صوفی اور عالم ۲۲۴ھ / ۸۰۶ء تا ۳۰۹ھ / ۹۲۲ء جن کی شخصیت متنازع فیہ ہے ۔

البیضاوہ قصبہ ہے جہاں عربی نحو کا عالم سیبویہ پیدا ہوا تھا ۔یہاں عربوں کا بڑا اثر تھا ۔کہا جاتا ہے کہ الحلاج ایک آتش پرست (گبر) کا پوتا تھا ۔اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت ابو ایوب انصاری کی اولاد میں سے ہیں ۔آپ کے والد جو غالباً ایک دھنیا تھا جس سے آپ کی نسبت حلاج ہوئی ۔آپ نے بارہ برس کی

... ...

حاشیہ مذکور -

ہی میں قرآن مجید حفظ کرلیا - آپ کم سنی ہی میں سورتوں کے باطنی معانی تلاش کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے - اور پھر اپنے آپ کو سہل علیہ التستری کے مدرسہ تصوف سے وابستہ کرلیا تھا -

بیس سال کی عمر میں سہل التستری کو چھوڑ کر بصرے چلے گئے - وہاں عمرو بن عثمان المکی کے سلسلے طریقہ میں وابستہ ہوکر خرقے سے مشرف ہوئے - وہاں ابو یعقوب الاقطع کی بیٹی ام الحسین سے شادی کرلی - اور اس کی یہ بیوی پوری زندگی اکٹھے رہے - ان کے کم از کم تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی - اس شادی کی وجہ سے عمرو بن عثمان المکی اس سے حسد کرنے لگا - اور اس کا مخالف ہوگیا - اس عرصے میں آپ نے بعض ایسے الدامات کئے - جن کی وجہ سے آپ پر غالی شیعہ ہونے کا الزام لگا - کرنبائی سلسلے کے لوگ جو ابو ایوب النلج کرنبائیؒ سے منسوب تھے ان کے ساتھ تعلق قائم کرنے پر الحلاج پر بھی شیعہ ہونے کا الزام لگا - مگر اکثر ماخذ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ حلاج ساری عمر عقیدۃً سنی ہی رہا -

آپ کی دعوت کا سب سے بڑا مقصد ہر ایک کو اس قابل بنانا تھا کہ وہ اپنے ہی دل کے اندر اللہ تعالی کو تلاش کر سکے یہ اس کی وجہ سے آپ کا لقب " [illegible] حلاج الاسرار " بھیدوں کا دھننے والا پڑ گیا - حلاج کے مختلف وقتوں اور مختلف

... ...

حاشیہ مذکور ۔

شہروں میں مختلف القاب مشہور ہوئے ۔

تیسرے اور آخری حج ادا کرنے کے بعد حلاج واپس بغداد آیا تو اس نے اپنے گھر میں کعبے کا نمونہ بنا لیا ۔ رات کے وقت مزاروں پر عبادت کرتا اور دن کے وقت بازاروں یا گلیوں میں اللہ تعالیٰ سے اپنے والہانہ عشق کا اظہار کرتا ۔ اور خود اپنے لئے قوم کی نظروں میں مردود ہوکر مرنے کی خواہش کا اعلان کرتا ۔ اور کہتا "اے مسلمانو ۔ مجھے اللہ سے بچاؤ" اللہ نے میرے خون کو تمہارے لئے جائز کردیا ہے ۔ مجھے مار دو" ۔ اس قسم کے اظہار خیال نے عوام کے جذبات کو ابھارا اور پڑھے لکھے طبقوں میں تشویش پیدا ہوگئی ۔ الحلاج کے اس اعلان سے محمد بن داؤد الظاہری بہت مشتعل ہوا ۔ اس نے عدالت میں الحلاج کو مجرم ٹھہرایا اور اسے سزائے موت دینے کا مطالبہ کیا ۔ اور اسی دوران الحلاج نے المنظور کی مسجد میں الشبلی کو یہ مشہور شطحیہ جملہ کہا کہ انا الحق " میں حق (خدا) ہوں ۔ کیونکہ خدا کے سوا میرے پاس کوئی انا نہیں ہے ۔

۔ مسلمانوں کے فکر کی تاریخ میں بہت کم ہستیاں الحلاج کے برابر زیر بحث آئی ہیں ۔ قانونوں کے متفقہ فیصلہ (اجماع) کے باوجود جنہوں نے اسے موت کی سزا دی عوام کی عقیدت مندی نے اسے اولیاء کی فہرست میں شامل کردیا ۔ فارس ۔ ترکی

کا نام بہت مشہور ہے۔ ساتویں صدی ہجری میں اس کی تدوین ایک مکمل صوفی طائفہ ہوا کے زیر سایہ ہوئی۔ جن میں ابو الفتاح شہاب الدین بن حبش السہروردی (المتوفی ۵۸۷ ھ) شیخ محی الدین ابن العربی (المتوفی ۶۳۸ ھ) ابن الفارض (المتوفی ۶۳۲ ھ) ابن سبعین (المتوفی ۶۶۸ ھ) عفیف الدین تلمسانی (المتوفی ۶۹۰ ھ) پر مشتمل تھے۔ ان تمام میں شیخ محی الدین ابن العربی نے اس عقیدے کو خوش آمدید کہہ کر اس کے پرچار میں کافی جدوجہد کی۔ (۱)

<u>وحدۃ الشہود کی تعریف :-</u>

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں باری تعالیٰ ممکن نہیں ہے۔ صوفیائے کرام "مرتبہ شہود" کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ مجاہدات و ریاضات سے

== اور اردو شاعری میں منصور حلاج کا نام جذبے کی بے باک اظہار کی علامت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے بھی اپنی تصنیف "جاوید نامہ" میں ایک نظم طاسین حلاج کے بارے میں لکھی ہے۔

(ماخوذ دائرہ معارف اسلامیہ ج ۸ ص ۵۴۰ - ۵۲۹)

....

(۱) مقالات شبلی ج ۷ ص ۲۸۵ -

جس قدر نفس کے پردے ہٹتے چلے جاتے ہیں ۔ اتنا ہی حق سبحانہ کی معیت کا انکشاف قلب میں زیادہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ انسان کو وہ درجہ نصیب ہوجاتا ہے ۔ کہ وہ علم شہود کے مرتبہ میں آجاتا ہے اور جو کچھ پہلے جانا جاتا تھا ۔ اب اسے نظر آنے لگتا ہے ۔ اور وہ بالآخر ایمان شہود (یا ایمان تحقیقی) کے مرتبہ پر سرفراز ہوجاتا ہے ۔ (۱)

مرزا خان انصاری نے وحدت الشہود کی تعریف اور مفہوم پشتو کے ان اشعار میں کچھ اس طرح بیان کیا ہے ۔

نمر یکسان پر عامو خاصو باندې پرېښې د هر رنګ په رنګ پوهیږي مبصر شب پرک چه په حجاب ګرځي له ورځې د دیدن طاقت ئې نه لري نډر کم دلیل له حقیقته خبر نه دي	سورج تو یکساں عام و خاص پر چمکتا ہے ۔ سورج یانی ہوا سب لوگوں (مشرک اور مسلمان) کے لئے ایک نعمہ ہے ۔ مگر مبصر (آنکھوں والا) نظرباز ہر رنگ کا رنگ جانتا ہے ۔ چمگادڑ دن کے وقت باہر نکلنے سے گریز کرتا ہے ۔ اس کی نظر میں دیدن کی طاقت نہیں ۔ (یعنی سورج کی روشنی برداشت نہ کرنے کی وجہ سے باہر نہیں نکل سکتا) کم دلیل (نادان)

---

(۱) مقدمہ ابن خلدون ص ۲۵۰ ـ ۲۲۸

د مجاز عالم ئې وينې سترګو [1]	حقیقت سے ناآشنا ہے مگر آنکھوں (والا بینا) انسان عالم مجاز دیکھتا ہے - دانا انسان کو مجاز عالم کی حقیقت معلوم ہے کیونکہ عالم غیر حق ہے -

مطلب یہ کہ عالم کی حقیقت اللہ تعالیٰ نہیں ہے بلکہ عالم علیحدہ ایک چیز ہے - اور صوفیاء نے عالم کو جو عین حق کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب صوفی ایک خاص مقام کو پہنچ جاتا ہے تو ہر چیز اس کی نظر میں آتی ہے - جس طرح دن کے وقت ستارے نظر نہیں آتے - مگر وہ فقط غائب بھی نہیں ہوتے ہیں - اس طرح عالم ان کی نظر سے چھپ جاتا ہے - اور ان کا یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید عالم چھپا ہوا ہے -

نظریہ وحدت الشہود

تاریخ شاہد ہے کہ انسان نے ہر دور میں اپنی عقل کی بنیاد پر ذات باری تعالیٰ کے متعلق مختلف نظریات قائم کئے ہیں - ان میں ایک مشہور نظریہ مسلمان فلاسفہ اور صوفیائے کرام کے "وحدت الوجود" اور "وحدت الشہود" کا نظریہ ہے -

---

(۱) دیوان مرزا خان انصاری ص ۴ -

وحدۃ الوجود کے قائل صوفی اسلام میں بہت پہلے ہی سے موجود تھے ۔ حضرت بایزید بسطامی (المتوفی ۲۶۱ھ مطابق ۸۷۴ء) کا مشہور مقولہ سبحانی ما اعظم شانی ہر ایک کے کان میں پہنچ گیا تھا ۔ حسین بن منصور حلاج (المتوفی ۳۰۹ھ مطابق ۹۲۱ء) کو اس بات کی پاداش پر سولی پر چڑھایا گیا تھا اور پھر بعد میں محی الدین ابن العربی (المتوفی ۶۳۸ھ مطابق ۱۲۴۰ء) نے تو اس مسلک کا اتنا ڈھنڈورہ پیٹا اور اپنے زور دار قلم سے اتنا کچھ لکھا کہ وہ اس مسلک کے پیروی کرنے والوں کا امام ہی کہا گیا ۔ اس کے علاوہ فارس کے مشہور شعراء شیخ فریدالدین(۱)

---

(۱) آپ کی پیدائش ۵۱۳ھ میں نیشاپور کے ایک مشہور تاجر حضرت ابراہیم کے ہاں پیدا ہوئے ۔ مگر بچپن ہی میں یتیم ہو گئے ۔

آپ کا اصل نام محمد ہے ۔ مگر فریدالدین کے لقب اور عطر فروشی کی وجہ سے شیخ عطار مشہور ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کرنے کے بعد مشہد و دیگر مقامات مقدسہ کی سیر و سیاحت کرکے علمی قابلیت میں اضافہ کیا ۔

آپ کا آبائی پیشہ عطر فروشی تھا ۔ اور بعض روایات کے مطابق سلطان خوارزم کے طبیب خاص تھے ۔ ایک فقیر کی نظر عنایت اور صحبت کے ذریعے دنیاوی کاروبار سے فارغ ہوکر حضرت رکن الدین اکاف کے ہاتھ پر توبہ کرکے —

(۱)

عطار (المتوفی ۶۲۷ھ مطابق ۱۲۱۹ء) اور مولانا جلال الدین رومی (المتوفی ۶۷۲ھ مطابق

حلقہ ولایت میں داخل ہوئے۔ اور خرقہ خلافت مقام ولایت حضرت مجد الدین بغدادی
کے ذریعے حاصل کیا۔

آپ نے بحیثیت عالم و حکیم اور شاعر و مصنف تقریباً چالیس کتب تصنیف فرمائیں
جو شریعت و طریقت، ادب و اخلاق اور حکمت و تصوف کے موضوعات پر مشتمل ہیں۔ ایک
کتاب تذکرۃ الاولیاء بھی لکھی جس میں چھیانوے اولیائے کرام کے حالات زندگی قلمبند
کئے ہیں۔

چنگیزی حملوں کے دوران آپ کو مغل سپاہیوں نے گرفتار کر کے شہید کر ڈالا۔
(ماخوذ تذکرۃ الاولیاء ص ۳ از شیخ فرید الدین عطار۔ تاج کمپنی اردو بازار لاہور
جولائی ۱۹۷۷ء)

****

(۱) "جلال الدین رومی"

مولوی اور مولانا کے عرف سے بھی مشہور ہیں۔ والد کا نام بہاؤ الدین
سلطان العلماء ولد تھا۔ ۶۰۴ھ / ۱۲۰۷ء میں بمقام بلخ پیدا ہوئے۔ ابتدائی
تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ بعد کی تربیت شیخ بہاؤ الدین کے ایک مرید خاص
سید برہان الدین محقق نے کی۔ اٹھارہ انیس برس کی عمر میں اپنے والد کے پاس

۱۲۷۳ء) جیسے مشہور صوفی حضرات بھی اس عقیدے کے علمبردار مانے جاتے تھے۔ (۱)

"وحدۃ الوجود" ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔صوفیاء نے اپنے کشف و وجدان سے اس کو

بیان کیا ہے مگر نہ تو وہ اس مسئلے کو بآسانی حل کر سکے ہیں اور نہ سب صوفیاء نے اس کو

پسند کیا ہے۔جو حضرات اسلام کی سادہ اور صاف عقیدہ جانتے ہیں۔انہوں نے ہمیشہ اس

مسئلے کی مخالفت کی۔

— قونیہ آگئے۔والد کی وفات کے بعد ۶۲۹ھ میں حلب اور دمشق کا سفر کیا۔حلب میں

کمال الدین بن عدیم حلبی اور بعض دوسرے فضلاء سے علوم حاصل کیے۔

آپ نے ۵ جمادی الآخر ۶۷۲ھ / ۱۷ دسمبر ۱۲۷۳ء میں بمقام قونیہ وفات

پائی۔جہاں آپ کا مزار اب بھی مرجع عام و خاص ہے۔آپ کے دو فرزند تھے۔علاؤالدین

محمد اور سلطان ولد۔

مولانا کے سلسلہ طریقت کو جلالیہ اور مولویہ کہا جاتا ہے۔اس فرقے کی

خصوصیت سماع اور رقص کا ایک خاص انداز ہے۔سلسلہ "مولویہ" کا اصل آغاز سلطان ولد

سے ہوتا ہے۔انہوں نے اس سلسلے کی اولین شاخ قائم کی۔اور انہیں کی کوششوں سے

اس سلسلے کی عزت و وقعت زیادہ ہوئی۔آپ کے تصنیفات میں مولوی و مثنوی کو بہت

شہرت حاصل ہوئی۔آپ کے کلام میں حکمت اور علم کلام کے بڑے بڑے مسائل شعری

(۱)
ان مخالفین میں سے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا نام نامی سرفہرست ہے ۔ جنہوں

زبان میں ادا ہوگئے ہیں ۔ صفات باری ۔ نبوت ۔ روح ۔ معاد ۔ جبر و قدر ۔ تصوف
وحدت اور علمی موضوعات میں سے تعدد امثال ~~ملتی~~ اور تقاء جیسے اصطلاحات کی
تعبیر موجود ہے ۔ (ماخوذ از دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۶ ص ۲۲۸ ۔ ۲۲۲)

۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

(۱) تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۵۸ از ابوالحسن علی ندوی ۔

۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

(۱) تقی الدین ابو العباس احمد بن شہاب الدین عبدالحلیم بن عبدالدین
عبدالسلام بن عبداللہ بن محمد بن الخضر بن علی بن عبداللہ بن تیمیہ الحرانی
الحنبلی ایک عرب عالم دین اور فقیہہ جو دمشق کے نزدیک حران نامی قصبے میں بروز
دوشنبہ ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ / ۱۲۶۳ء کو پیدا ہوئے ۔ آپ خاندانی اعتبار سے
علم و فن میں ماہر اور ممتاز گزرے ہیں ۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے قرآن ۔ فقہ و
استدلال میں سن بلوغ سے پہلے مہارت پیدا کرلی تھی ۔ اور والد کی وفات کے بعد ان
کی جگہ حنبلی فقہ کے استاد مقرر ہوگئے ۔ اور تقریباً تیس سال کی عمر میں آپ کو قاضی
القضاۃ کا عہدہ پیش کیا گیا ۔ لیکن انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا ۔ آپ بڑے
متقی ۔ پرہیزگار ۔ عابد ۔ صائم ۔ ذاکر اور حدود الہیہ کے پابند تھے ۔ اور آپ نے

نے ابن العربی اور اس کے پیروکاروں کی نہایت سخت الفاظ میں تردید کی ۔یہاں تک کہ وہ جماعات بڑھ کر ابن تیمیہ کے عقیدتمند یہ مشکل ابن العربی کو مسلمان کہیں گے ۔ (۱)

— عمر بھر شادی نہیں کی۔

آپ امام احمد بن حنبل کے پیروکار تھے ۔وہ ان کی کورانہ تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے آپ کو مجتہد فی المذہب سمجھتے تھے ۔آپ بدعت کے سخت دشمن تھے ۔ابن تیمیہ نے اولیاء پرستی اور مزارات کی زیارت کی شدید مذمت کی ہے ۔وہ کہا کرتے تھے ۔"کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ صرف تین مسجدوں کا سفر اختیار کرو ۔(۱) مکے کی مسجد الحرام ۔(۲) بیت المقدس کی مسجد ۔(۳) اور میری مسجد (مجموعہ الرسائل الکبری ۲ :۱۲) ۔

اس بنا پر بعض مسلمان علماء ابن تیمیہ کی راسخ الاعتقادی کے بارے میں مشکوک نہیں ہیں ۔ابن بطوطہ ۔ابن حجر الہیثمی ۔تاج الدین سبکی ۔تقی الدین سبکی ابو حیان الظاہری الاندلسی وغیرہ آپ کو ملحد سمجھتے تھے ۔

آپ ۲۰ ذیقعدہ ۷۲۸ھ / ۱۳۲۸ء کو وفات پا گئے ۔آپ کی وفات کی خبر سن کر تمام دوکانیں بند رہیں ۔جنازے میں تقریباً دو لاکھ کے قریب افراد نے شرکت کی ۔نماز جنازہ چار جگہوں پر ادا کی گئی ۔اور قبرستان صوفیہ میں دفن کیا گیا ۔

****

(۱) تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۴۸ ۔

اکبر اور جہانگیر کے زمانے میں وحدۃ الوجودی فلسفہ سرزمین ہند کے صوفیاء میں بے حد مقبول ہوگیا تھا۔ مگر چونکہ اس فلسفے کا ہندوؤں کے فلسفہ ویدانت (۱) سے امتیاز

---

(۱) ویدانت کے معنی ہیں "ویدوں کا آخری حصہ" یا ان کا نچوڑ۔ اس کی بنیاد اپنشدوں کے فلسفہ پر ہے۔ فلسفہ ویدانت سانکھیہ کے نظریہ آفرینش اور یوگ کے ہشت پہلو ضابطے کو بطور مفروضہ تسلیم کرتا ہے۔ یہ فلسفہ اخلاقی اور روحانی اور پر مخصوص بہت زور دیتا ہے۔ اس لئے اس فلسفے کو ہندو تصوف کہا جاتا ہے۔

اپنشد وید کی تفسیر ہے اور وید کا اصل میں اپنشد کو وہی حیثیت ہے جو اسلام میں وجودی تصوف کو۔ فرق صرف یہ ہے کہ اسلام میں توحید کو اس واضح اور غیر مبہم انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ کوئی بھی فلسفہ اس پر غالب نہ آسکا۔ لیکن وید میں توحید کی تعلیم واضح طور پر نہیں ہے۔ اس وجہ سے اپنشد کا فلسفہ یا فلسفہ ویدانت اس پر غالب آگیا۔ خدا اور توحید گم ہوگئی۔ اس فلسفے کو "ادویت واد" بھی کہتے ہیں۔ یعنی روح اور خدا میں کوئی فرق نہیں۔ خدا روح ہے اور روح خدا ہے۔ اس کے ماننے والے یہ نہیں کہتے کہ خدا ہر جگہ ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ ہر چیز میں موجود ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے نزدیک عالم کی ہر چیز قابل پرستش ہوئی۔ اور خدا کی احدیت دلوں سے نکل گئی۔

حاشیہ مذکور ۔

== اس فلسفے کو ماننے والے یہ کہتے ہیں کہ ہم غیر خدا کی پرستش نہیں کرتے ۔
بلکہ خدا ہی کی پوجا کرتے ہیں ۔ کیونکہ تمام اجرام ۔ اصنام اور اجسام میں خدا موجود
ہے ۔ اس لئے یہ سب خدا ہیں ۔ حالانکہ ان کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ وہ خود بھی
تو خدا ہیں ۔ ان میں بھی خدا موجود ہے ۔ پھر وہ دوسرے خدا کے سامنے کیوں
سجدہ ریز ہوتے ہیں ۔ گویا ویدانت فلسفہ "کثرت فی التوحید" کا قائل ہے ۔ یعنی
دنیا کی ہر شے خدا میں ہے ۔ اور ہر شے میں خدا ہے ۔

فلسفہ ویدانت نے ہندوؤں پر سب سے زیادہ اثر ڈالا ہے ۔ آج ہندوؤں کے
تمام فلسفیانہ نظریات فلسفہ ویدانت کے گرد گھومتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ اس فلسفہ
نے تمام ہندوؤں کو ایک اتحاد کی لڑی میں پرو رکھا ہے ۔ اگر یہ فلسفہ ایجاد نہ کیا
ہوتا تو ہندو سماج کا شیرازہ منتشر ہو چکا ہوتا ۔

اس فلسفے نے صرف ہندوؤں کے ذہنوں اور عقلوں کو متاثر نہیں کیا بلکہ یہ
فلسفہ مسلمانوں کے صوفی طبقہ پر اثرانداز ہوا ہے ۔ وہ طبقہ وجودی صوفیاء کہلاتے
ہیں ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابو الحسین حلاج ہندوستان آئے ۔ جہاں جوگیوں
کی صحبت میں رہے ۔ اور اس فلسفے کے اثرات لے کر یہاں سے گئے ۔

مختصراً یہ کہ اس فلسفے کی رو سے کائنات کی ہر شے اللہ تعالی کی عین

کرنا مشکل تھا ۔ اس لئے عام لوگوں کے عقائد اس سے بری طرح متاثر ہو رہے تھے ۔ یہی وجہ ہے

کہ حضرت مجدد الف ثانی (۱) وحدۃ الوجود فلسفہ کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے ۔ چنانچہ

وحدۃ الوجود کی جگہ "وحدۃ الشہود" کا فلسفہ پیش کرکے دونوں کا فرق بیان کیا ہے ۔ آپ

لکھتے ہیں کہ ۔

حاشیہ مذکورہ

= شہودی ہے ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور اشیائے کائنات مخلوق ۔ خالق اور
مخلوق میں نہ بن ہو سکے ۔ بلکہ خالق اور مخلوق کے رشتے میں ایک واضح خط امتیاز
ہے جو یہ ہے کہ خالق قیوم اور صمد ہے ۔ اور مخلوق اللہ کے سہارے قائم ہے ۔
اور اسی کی محتاج ہے ۔ اشیائے کائنات کو اللہ تعالیٰ کا عین ٹھہرانے سے خط امتیاز
اٹھ جاتا ہے ۔ اور توحید کا عقیدہ پانی شرک سے مکدر ہو جاتا ہے ۔
(ماخوذ از مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ ص ۱۸۳ ـ ۱۸۲ از چودھری غلام رسول)

....

(۱) مجدد الف ثانی :-
نام نامی شیخ احمد لقب بدرالدین کنیت ابوالبرکات ۹۷۱ھ مطابق ۱۵۶۴ء
میں بروز جمعہ بمقام سرہند پیدا ہوئے والد شیخ مخدوم عبداللہ ہیں ۔ جو ایک عالم
=

— ... ...

حاشیہ مذکور ۔

— اور بزرگ ولی اللہ تھے ۔ جناب مجدد نے حدیث ، فقہ اور تصوف کی کچھ کتابیں اپنے والد ماجد سے ہی پڑھیں بعد میں مولانا کمال کشمیری ، مولانا یعقوب کشمیری اور مولانا بہلول بدخشانی سے حدیث ، فقہ اور معقولات وغیرہ سے متعلق کتابیں پڑھیں ۔ ظاہری علوم کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اس سلسلہ میں آگرہ جانے کا اتفاق بھی ہوا ۔ وہاں ابوالفضل اور فیضی سے ملاقات ہوئی لیکن ان دونوں بھائیوں کی مذہب کے معاملے میں حد سے بڑھی ہوئی آزاد خیالی کو دیکھ کر ان سے قطعی بیزاری کا اظہار فرمایا اور یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ الحب للہ والبغض للہ اللہ ہی کے لئے دوستی ہے اور اللہ ہی کے لئے دشمنی ۔

سلسلہ ہائے طریقت میں جناب خواجہ مخدوم عبدالاحد جناب مجدد کے والد گرامی جناب کے مرشد طریقت اول ہیں جن سے جناب ممدوح نے ۱۵ سلاسل میں خلافت حاصل کی ۔ اس سے کافی عرصہ بعد جناب مجدد خواجہ محمد باقی باللہ کے حلقہ طریقت میں داخل ہوئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی بنیاد رکھی گئی ۔ اور یہ واقعہ ۱۰۰۷ھ کا ہے جبکہ جناب مجدد کے والد ماجد کا وصال ہو چکا تھا ۔ —

... ...

حاشیہ مذکورہ ۔

— جناب مجدد کا وجود گرامی جن حالات میں دنیائے اسلام کے افق پر آفتاب بن کر طلوع ہوا وہ وہی حالات ہیں جن سے تاریخ اسلام کا ہر چھوٹا بڑا طالب علم بخوبی واقف ہے ۔ ہندوستان اور افغانستان پر اکبری حکومت کا دم دار ستارہ اپنی پوری حکومت کے ساتھ چھایا ہوا تھا ۔ ایران ، ترکی اور وسط ایشیا کی اسلامی حکومتیں اپنے مذہبی اور سیاسی اختلافات کو تلوار کے ذریعے حل کر رہی تھیں ۔ مذہبی بحران اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا جس کو علمائے سوء اور بزعم خود غلط صوفی اپنے نفسانی اغراض کے حصول کے لئے خوب خوب ہوا دے رہے تھے یہ وقت تھا اور یہ اس درجہ بگڑے ہوئے حالات جبکہ جناب مجدد نے اصلاح اور تجدید دین کے لئے اپنی تبلیغی آرائے سرگرمیاں شروع کیں اکبری عہد ختم ہو گیا ۔ جہانگیر سریر سلطنت ہوا ۔ بابر کی پیدا کی ہوئی تمام خرابیاں ملک اور اہل ملک میں موجود تھیں اور جہانگیر ہے کہ سلطنت شہر را گرد کردہ ملک بہانہ نورجہاں اور اس کے بھائی آصف جاہ کے دام گلوگیر کی گرفت میں ہے ۔ اب جناب مجدد کی ذات گرامی ہی ہے جو ان حالات میں آگے بڑھتی ہے اور ان بگڑے ہوئے حالات میں وہ کام کر جاتی ہے ۔ جو اور کسی سے نہ ہوا تھا یعنی جہانگیر کی مدہوشی کسی حد تک ہشیاری

... ...

حاشیہ مذکور ۔

میں تبدیل ہوجاتی ہے ۔شاہجہان تعمیر گر اور دینداو بن جاتا ہے ۔اور اورنگ

زیب درویش صفت خدا ترس اور عادل سلطان کی صورت میں آگے آتا ہے ۔جس کی پوری

کی پوری زندگی ہندوستان کے ہندوؤں کی اثار کی اور مسلمانوں کی دینی مزاروں

اور خانہ براندازیوں کی اصلاح اور درستی میں بسر ہوتی ہے ۔یہ وہ عظیم الشان انقلاب

تھا جو جسموں اور دلوں کی دنیا میں لایا گیا اور اس درجہ خاموشی اور سکون کے ساتھ

کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی ۔

جناب مجدد کا طریقہ تبلیغ نہایت سادہ خاموش لیکن نہایت ہی موثر

اور زود اثر تھا ۔جناب ممدوح کی تبلیغی سرگرمیوں کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اس

کے چار پہلو سامنے آجاتے ہیں ۔

(۱) عوام الناس سے دینی اور اصلاحی رابطہ ۔

(۲) متوسط طبقے سے دینی اور اصلاحی رابطہ ۔

(۳) طبقہ امراء سے دینی اور اصلاحی رابطہ ۔

(۴) سلاطین وقت سے براہ راست اور بالواسطہ دینی اور اصلاحی رابطہ ۔

مذکورہ بالا ان چار رابطوں کو جب دیکھا جاتا ہے تو ان کی گرفت میں

مسلمانوں کی ہر دینی اور دنیوی تحریک آجکی تھی اور انہی رابطوں نے وہ اصلاحی

... ...

حاشیہ مذکورہ

= وصلت اور روحانی سمان پیدا کردیا تھا کہ جس کی وجہ سے ہندوستان افغانستان اور وسط ایشیا ہی نہیں بلکہ عرب شام ایشیائے کوچک اور ترکی تک ان اصلاحی اور تبلیغی سرگرمیوں کے اثر میں آگئے ۔ چنانچہ حضرت شاہ غلام علی نقشبندی مجددی سے منسلک جناب خالد ترکی شام میں پہنچے اور شام ایشیائے کوچک وغیرہ میں اس سلسلے کی تبلیغی سرگرمیوں کے داعی بنے جن کے سلسلے سے منسلک لوگ اب تک ان علاقوں میں پائے جاتے ہیں ۔

بظاہر یوں نظر آتا ہے کہ ایک خاموش اور منکسر مزاج درویش مرشد کی ایک خانقاہ میں بیٹھا ہوا اپنے مخلصین اور معتقدین کی ایک جماعت کی اصلاح میں مشغول ہے اور ان مخلصین میں سے جب بعض دوستوں کو اس قابل دیکھتا ہے کہ وہ دوسروں کی اصلاح کے قابل ہو چکے ہیں ۔ تو ان کو ملک کے مختلف اطراف میں تبلیغ اور اصلاح کی غرض سے کسی خاص مقام کا تعین فرما کر بھیج دیتا ہے ۔ اور یہ فرستادہ مبلغ اور درویش نہایت خاموشی کے ساتھ اس ماحول کو اپنے رنگ میں رنگنا شروع کردیتے ہیں اور تھوڑے عرصے کے بعد ہر تبلیغی حلقہ اپنے اندر سینکڑوں ہزاروں تبلیغی حلقے پیدا کرلیتا ہے اور اس طرح سے اندر ہی اندر یہ تحریک بڑی سرعت مگر نہایت خاموشی کے ساتھ بڑھتی چلی جارہی ہے ۔ چند سالوں میں ملک گیر ہی نہیں بلکہ جہان گیر

وحدت دو قسم است - شہودی	وحدت کی دو قسمیں ہیں - وحدت شہودی
و وجودی سو آنچہ لا بد است وحدت شہودی	اور وحدت وجودی - اور جو ضروری ہے وہ
است کہ فنا بہ آن مربوط است سو وحدت شہودی	وحدت شہودی ہے - کیونکہ فنا اس کے ساتھ

حاشیہ مذکور -

= ہو جاتی ہے اور اس طرح سے اصلاح اور تبلیغ اسلام کا وہ عظیم الشان مقصد جو مجدد الف ثانی کی ذات گرامی کو درگاہ رب العزت نے سونپا تھا - ۱۰۳۴ھ تک جناب مجدد کے ذریعے پورا ہوتا ہے - جس کے بعد جناب کے صاحبزادگان اور خلفاء اس کو اور آگے بڑھاتے ہیں اور یہ سلسلہ آج بھی اسی طرح اپنے مقصد کی تکمیل میں مصروف ہے - اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک اسی طرح مصروف رہے گا -

جناب مجدد کا وصال قصبہ سرہند (مشرقی پنجاب) میں باسٹھ سال کی عمر میں ہوا - صبح کا وقت تھا - صفر کی ۲۸ تاریخ اور ۱۰۳۴ھ تھا - جہاں آپ اپنی آخری آرامگاہ میں لیٹے ہوئے استراحت فرما رہے ہیں کسی کو آج بھی اسی اضطراب کے عالم میں دیکھ رہے ہیں جو زندگی بھر مسلمانوں کی اصلاح اور فلاح کے لئے آپ کو بے تاب کئے رہا - رضی اللہ تعالیٰ عنہ -

(ماخوذ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص ۱۲۷۱ - ۱۲۷۰)

•••••••••

با عقل و شرع مخالفت نه دارد - بخلاف توحید
وجودی ــ توحید شهودی یکی دیدن است
یعنی مشهود سالک جز یکی نباشد - و توحید
وجودی یک وجود دانستن است - و غیر او را
معدوم انگاشتن - و موجود [illegible] مجالی
و مظاهر آن یکی پنداشتن - پس توحید وجودی که
نفی ما سوای یک ذات است تعالی و تقدس بعقل
و شرع در جنگ است - بخلاف شهودی که دو یکی
دیدن هیچ مخالفت نیست - مثلاً در وقت طلوع آفتاب
ستاره ها را نفی کردن و معدوم دانستن مخالف
واقع است - اما ستاره ها را در آن وقت نادیدن
هیچ مخالفت نیست - بلکه آن نادیدن بواسطہ غلبہ
ظهور نور آفتاب است - و اقوال مشائخ که ناظر به
توحید اند به توحید شهودی باید فرود آورد -

مربوط ہے - اور توحید شہودی عقل و شرع کے
ساتھ مخالفت نہیں رکھتا - بخلاف توحید وجودی
کے - توحید شہودی ایک ذات دیکھتا ہے -
یعنی سالک کو سوائے ایک ذات کے کچھ نظر نہیں
آتا - اور توحید وجودی ایک ذات کو وجود اور
غیر کو نابود اور اس نابود کو اسی ایک ذات کے
مظاہر سمجھتا ہے - پس توحید وجودی میں ماسوا
کی نفی ہے اور شریعت کے خلاف عقیدہ ہے -
اور توحید شہودی میں شرع کی مخالفت نہیں ہے
اس کی مثال یہ ہے کہ سورج طلوع ہوتا ہے تو
ستارے دکھائی نہیں دیتے - اگر کوئی کہے
ستارے معدوم ہو گئے - تو یہ غلط کہتا ہے -
اور اگر یہ کہے کہ میں ستاروں کو نہیں دیکھتا
تو یہ درست ہے بلکہ وہ نہ دیکھنا سورج کے

تا مخالفت را گنجائش نباشد ۔
اکثر اعزۂ این وقت بعضے بہ تقلید
و بعضے بمجرد علم و بعضے دیگر
بہ علم ممتزج بذوق علم ولو فی
الجملة و بعضے بالحاد و زندقة
دست بہ دامن این توحید وجودی
زده اند ۔ همه را از حق نمی
دانند بلکه حق میدانند و گردن
هائے خود را از ربقۂ تکلیف شرعی
باین حیله می کشایند مداهنات
در احکام شرعیه می نمایند و باین
معامله خوش وقت و خورسند اند و
اتیان اوامر شرعیه را اگر اعتراف دارند

ظہور جو کے غلبہ کے سبب ہے اور صوفیاء کے اقوال
کو اس پر حمل کرنا چاہئے کہ وہ توحید شہودی
کی طرف اشارہ کرتے ہیں تاکہ مخالفت کی گنجائش
نہ رہے ۔ آج کل بعض نے تقلید اور بعض نے
کفر و الحاد کے سبب توحید وجودی کا مسلک اختیار
کیا ہے اور شرعی احکام سے اپنی جان چھڑاتی ہے
شرعی احکام میں مداہنت کے مرتکب ہو رہے ہیں
اسی پر خوش ہیں اور اگر شرعی احکام کے ادا کرنے
کا اعتراف کرتے ہیں تو بھی اسے شریعت کا اصل مقصد
نہیں گردانتے ۔
حاشا و کلا ۔ ثم حاشا وکلا نعوذ باللہ

طفیل می داند مقصود اصلی و رائے
شیمہ خیال می کند حاشا و کلا ثم
حاشا وکلا نعوذ باللہ سبحانہ من ھذ
الاعتقاد السوء ۔(۱)

سبحانہ من ھذا الاعتقاد السوء ۔

حضرت اخوند درویزہ نے وحدت وجودی کا رد فرمایا اور نظریہ وحدت شہود کو درست قرار دیا ۔ آپ کے مخالف بایزید انصاری وحدت وجودی کے قائل تھے ۔ جس کی آپ نے بزور مخالفت کرکے انہی کی تالیفات کی روشنی میں ان کے نظریہ کو باطل اور غلط ٹھہرایا ۔

سلوک و تصوف میں آپ کا مسلک ۔

سلوک و تصوف میں مجاہدات و ریاضات کے ذریعے تزکیہ باطن کی پیہم و مسلسل سعی کی جاتی ہے ۔ اور اس میں درجہ کمال حاصل کرنے کے لئے ظاہری طور پر بھی کسی کامل رہنما کی پیروی میں بزرگان دین کے وضع کردہ طریقوں کے مطابق باقاعدہ اور منظم جدوجہد کرنا ناگزیر ہوتا ہے ۔(۲)

---

(۱) مکتوبات حصہ دوم دفتر اول مکتوب ۳۳ ۔
(۲) نتائج الجوہر ـــــــ قلمی ورق ۲۲۰–۲۱۹

لہذا آپ نے اس مقصد کے حصول کے لئے سلوک و طریقت کے مروجہ طرق میں سے طریقہ چشتیہ کو اختیار فرمایا۔ اگر چہ آپ کا اصلی اور حقیقی تعلق سلسلہ چشتیہ سے تھا۔ مگر آپ طریقہ سہروردیہ طریقہ قادریہ میں بھی ماذون تھے۔ (1)

حضرت اخوند درویزہ کو اپنے پیر و مرشد حضرت پیر بابا نے تصوف کو غلط طریقے سے اختیار کرکے گمراہی تک پہنچنے سے سمجھا رکھا تھا۔ کہ اس راستے میں لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق غلط عقیدہ رکھنا شروع کر دیتے ہیں۔

لہذا حضرت اخوند درویزہ علم و سلوک دونوں پر پوری مہارت رکھتے تھے۔ اور آپ اپنے علم اور تجربے کی بنیاد پر اس نتیجے تک جا پہنچے تھے کہ بغیر پیر و مرشد کی رہنمائی کے انسان غلط طریقے سے وحدت الوجود تک جا پہنچتا ہے۔ اور جس چیز کو یہ "ذات باری" تصور کرتے ہیں اس تک رسائی صرف پیر کامل ہی کر سکتا ہے۔ (2)

حضرت اخوند درویزہ نے یہ محسوس کیا کہ بایزید نے ریاضتوں پر جو کچھ "ذات باری" کے متعلق دیکھا وہ دیکھنے سے قاصر ہے۔ اور یہ ہی وہ اپنے مریدوں کو اس بارے میں مکمل طور

---

(1) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۰ ـ ۱۲۷

(2) ایضاً ص ۱۲۲

پر کچھ بیان کر سکتا ہے ۔ کیونکہ اس نے روح کی روشنی اور "نور" کو خدا تصور کیا ۔ جس کی وجہ سے وہ خود بھی شرک میں مبتلا ہوا ۔ اور مریدوں کو بھی مبتلا کر گیا ۔ کیونکہ وہ وحدت الوجود کا قائل تھا ۔ حضرت اخوند درویزہ کے نزدیک وہ شریعت کے بالکل متضاد تھا ۔ (۱)

دسویں صدی ہجری کے عظیم عالم تصوف حضرت اخوند درویزہ کی جامع تصانیف کی تمام تر تعلیمات کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں ۔ آپ نے اپنی کتابوں "تذکرۃ الابرار والاشرار" "ارشاد الطالبین" اور "ارشاد المریدین" وغیرہ میں تصوف کے کئی گمراہ اور تباہ کار فرقوں کا ذکر کیا ہے ۔ نیز گمراہ فرقوں پر شدید تنقید کرتے ہوئے ان کے مذموم عقائد کو باطل قرار دیا ۔ اور عالمانہ دلائل سے انکار رد کیا ۔ صوفیائے کرام اللہ تعالیٰ کو معبود ، مطلوب اور مقصود قرار دیتے ہیں ۔ اس کا قرب حاصل کرنے میں تمام زندگی گزار دیتے ہیں ۔ غیر اللہ سے انہیں کوئی وابستگی و دلبستگی نہیں ہوتی ۔ گویا ان کی پوری زندگی حصول قرب اور حصول الٰہی میں بسر ہوجاتی ہے ۔ اور اس طرح اعلیٰ مقام کے حصول کے لئے وہ قرآن و سنت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان لغزشوں اور گمراہیوں سے محفوظ رہتے ہیں ۔ اس کے برعکس جو صوفی قرآن و سنت سے

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۴ ۔ ۱۲۵

ھندکر اور عقل کی نارسائی کی وجہ سے ایسا راستہ اختیار کر لیے ہیں جو کہ گمراہ ہو جاتے ہیں ۔

حضرت اخوند درویزہ نے اس دور میں جبکہ ہندوستان میں فلسفہ "ویدانتی" اور پنجاب میں "یونانی فلسفہ" فلسفہ "توحید سے جدا کیا جارہا تھا " تو میں اسی وقت شہر پشاور میں جو مشاہد کابل تھا ۔آپ نے بھی فلسفہ توحید کو یونانی اور ایرانی فلسفے سے اچھی طرح نکھال کر شریعت حقہ کے مطابق اپنی تصانیف میں بیان فرمایا ۔آپ ارشاد فرماتے ہیں ۔

"بدان اے فرزند کہ طلب حق در متابعت رسول اللہ است ۔بقولہ تعالی ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی الخ " پس ہر کہ بغیر متابعت رسول اللہ بمحض شیخ زادگی و سید زادگی خود را پیر و پیشوا سازد و شان و عطف است "۔ (۱)

ترجمہ :- اے فرزند اس بات کو ذہن نشین کرلو ۔کہ حق کی طلب (کا راز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے ۔جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ۔" اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری (رسول اللہ صلعم) پیروی کرو ۔پس جو کوئی رسول اللہ صلعم کی پیروی کے بغیر محض شیخ زادہ یا سیدزادہ ہونے

---

(۱) ارشاد الطالبین ص ۲۶۳ ۔

کیونکہ جس نے اپنے کو پیر یا پیشوا بنایا ہے وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو
بھی گمراہ کرتا ہے ۔

حضرت اخوند درویزہ کے ارشاد کی روشنی میں طلب حق بغیر حضور کی متابعت کے
حاصل نہیں ہوسکتی ۔اسی لئے وہ اپنے تصوف کا مرکز بلکہ اپنی تصانیف میں بار بار یہ بتلاتے
ہیں کہ طلب حق کا راستہ وہی بتائے گا جو عالم قرآن و سنت ہو ۔اگر شیخ عالم قرآن و سنت نہیں
تو اس راستے میں وہ بھی گمراہ ہوگا ۔اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا ۔ان کے نزدیک طلب حق
کے ارشاد کرنے والے یعنی پیر کامل میں چار شرائط کا ہونا انتہائی لازمی ہے ۔اگر اس شیخ میں
یہ چار شرائط موجود ہوں تو اسے اپنا رہبر تسلیم کریں ۔اور اگر نہیں تو فرماتے ہیں ۔

" که بکسی دست نه دهد تا ضال و مضل نه گردد "(۱)

ترجمہ :- کسی کا سہارا نہ لے (بیعت نہ کرے) تاکہ خود گمراہ نہ ہو ۔اور نہ دوسروں
کو گمراہ کرے ۔

حضرت اخوند درویزہ کے نزدیک پیر کامل کی پہلی شرط یہ ہونی چاہئیے کہ علم حدیث
و تفسیر کا مکمل عالم ہو ۔دوسری شرط یہ کہ علم فقہ پر مکمل عبور رکھتا ہو ۔تاکہ کوئی بھی مسئلہ

---

(۱) ارشاد الطالبین ص۲۶۳ ۔

یہ وہ مقام ہے۔ جہاں عورتیں بیٹھ کر ذکرِ الٰہی اور تلاوت کلام مجید میں
مشغول رہتی ہیں اس جگہ مردوں کا داخلہ ممنوع ہے۔

درپیش ہو تو اسے حل کر سکے ۔ شرط سوم کہ علم مناظرہ پر پوری طرح حاوی ہو ۔ تاکہ اپنے اور مریدوں کے عقیدے کو بد مذھب لوگوں کے عقیدے سے امتیاز کر سکے ۔ شرط چہارم یہ کہ نکات تصوف روحانی کو خوب جانتا ہو ۔ اس لئے کہ اکثر اوقات روحانی مدارج کے کشف پر جو مرید ہوں ان کی رہنمائی کر سکے ۔ تاکہ وصول "بین الحق والعبد" کے مراتب کو خوب اچھی طرح جان سکے ۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ۔

"بدان اے فرزند چون پیر باشی بدین اوصاف مذکور موصوف باشد ، او را
از چہار شروط کہ بین المشائخ متعارف است ۔ پیری اگر پوجائے دارد ہمہ
شروط را پس او کامل و مکمل است ۔ و اگر یک شرط را ازین شرطہا ندارد
پیشوائی را نشاید"۔(۱)

ترجمہ :- اے فرزند اس بات کو ذہن نشین کرلو ۔ کہ جب تم کو کوئی ایسا پیر ملے جس میں مذکورہ اوصاف موجود ہوں ۔ تو ان چار شرطوں کے بارے میں دریافت کرو ۔ جن سے مشائخ واقف ہیں ۔ اگر وہ (پیر) ان چار شرطوں پر پورا اترتا ہو تو وہ پیر کامل ہے اور اگر ان میں سے کسی ایک شرط کو پورا نہ کرتا ہو تو وہ پیشوا (مرشد بننے) کے لائق نہیں ہے ۔

---

(۱) ارشاد الطالبین صفحہ ۴،۱ ۔

گویا حضرت اخوند درویزہ کے نزدیک توحید الٰہی کا تصوف صرف اور صرف اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں مضمر ہے۔اور یہی وہ خالص اسلامی تصوف ہے۔ جس سے ایک شخص تا حیات قرب الٰہی حاصل کر سکتا ہے۔حضرت اخوند درویزہ علم توحید کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ اہل تصوف کے نزدیک توحید کی پانچ اقسام ہیں۔

۱) توحید ایمان

۲) توحید علم

۳) توحید تکلیفی

۴) توحید یقین

۵) توحید عزیزہ

۱۔ توحید ایمان۔

ایک شخص جب بالغ ہوجاتا ہے تو تمام فرائض کو جاننے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچانتا اور ایمان لاتا ہے۔اگر وہ پہچاننے کے ساتھ ایمان نہیں لاتا تو وہ مسلمان نہیں۔

۲۔ توحید علمی۔

جو لوگ دینی علوم حاصل کرتے ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ایمان نہیں رکھتے۔

بلکہ اس کی طرف سے جو اس کا وعدہ ہے - بھلائیوں کی طرف انتہائی کوشش کرتے
ہیں - اور برائیوں سے بچتے ہیں جو وہ نہ تو کسی سے ڈرتے ہیں - اور نہ ہی کسی
سے امید رکھتے ہیں - اس توحید کے مالک توحید علمی رکھتے ہیں -

۲- توحید تکلیفی :-

اولیاء اللہ اس بشارت کے ساتھ کہ جو شخص قرب الٰہی کے حصول کے لئے مجاہدات
اور عبادات اللہ کو اپنے اوپر ضروری ٹھہرا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے قرب کے
راستے خود بخود کھول دیتا ہے - یعنی وہ اپنے نفس کو ان چیزوں سے جو اللہ تعالیٰ
کو پسند نہیں محفوظ رکھتا ہے - اور وہ خطرات جو ماسوائے اللہ کے پیدا ہوتے ہیں
اور ہر دنیاوی لذت اور تمام نفسانی خواہشات کو اپنے آپ سے دور کر دیتا ہے بلکہ
وجود کی نفی بھی دور کر دیتا ہے - اسے توحید الوہیت کی خبر ہو جاتی ہے - تو یہ توحید
تکلیفی ہے -

۳- توحید باطنی :-

اسے توحید ضروری بھی کہتے ہیں - اور یہ پیغمبروں کا خاصا ہے - ان کے ارواح کی
خلقت سے لے کر وفات تک پیغمبروں کی کوئی چیز معزول نہیں ہوتی - بلکہ پیدائش کے وقت

بھی وہ رسوم کفر سے اعراض کرتے ہیں ۔اور اس کی رضا پر راضی ہوتے ہیں ۔

۵۔ توحید عزیزہ :۔

یہ توحید شیطان اور تمام کافروں کی ہے ۔اس توحید کو انہوں نے بوجہ دشواری کے قبول کیا ۔ اگر تحقیقی طور پر انہوں نے خدا کو پہچانا ہوتا تو ہرگز سرکشی نہ کرتے علاوہ ازیں ایک اہم امر جو حضرت اخوند درویزہ نے ارشاد فرمایا ہے سو یہ کہ بغیر اذن شیخ معرفت توحید الہی کا راستہ حاصل ہونا ممکن نہیں ۔اور اذن شیخ کے حصول سے قبل تین باتیں نہایت ضروری ہیں سو وہ بیان فرماتے ہیں ۔

اول ۔ علم حاصل کرنے کے بعد شیخ کامل کے بتائے ہوئے مجاہدات و ریاضات پر عمل پیرا ہو ۔

دوم ۔ شیخ کامل کی صحبت اختیار کرے ۔اور کما حقہ اس کی خدمت کرے ۔

سوم ۔ انتہائی ریاضت اور بجا آوری خدمت شیخ کی بدولت اس پر اللہ تعالی کی عنایت نازل ہو ۔

اور وہ یہ ہے کہ مرشد اس کے احوال سے آگاہ ہو ۔اس سے خلاف شریعت کوئی لغزش بھی سرزد نہ ہو ۔اور شیخ ایسے مرید کو اپنے مقام قرب تک پہنچا دے ۔ان تین امور کے پورا کرنے کے بعد وہ شخص شیخ کامل سے اجازت کا اہل ہو سکتا ہے ۔ چنانچہ حضرت اخوند درویزہ

خود فرماتے ہیں ۔

"اذن پیر کامل آن است ۔ کہ آن پیر اذن نیز از جائے آوردہ باشد

دست بدست تا زمانہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (1)

ترجمہ :- پیر کامل کا اجازہ یہ ہے (اس صورت میں صحیح ہے) کہ اس پیر کو بھی ایسے مقام سے اجازہ ملا ہو ۔ جسکا سلسلہ بعینہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک جا پہنچتا ہو ۔

گویا حضرت اخوند درویزہ کے نزدیک بغیر اس اجازت کے جو بیعت کے ذریعے دست بدست حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچتا ہو ۔ تو وہ توحید الٰہی کی معرفت کا راستہ نہیں پا سکتا اس لئے آپ لکھتے ہیں ۔

منقولہ "و آن نیست کہ سید زادہ و شیخ زادہ و یا ملازادہ کامل و مکمل باشند ۔

بل کامل کسی است کہ از خدمت اذن حاصل کردہ باشد "۔ (۲)

ترجمہ :- ایسا نہیں کہ سید زادہ یا ملازادہ یا شیخ زادہ کامل ہوتا ہے ۔ بلکہ کامل وہ ہے جس نے اپنی خدمت سے اجازہ حاصل کی ہو ۔

---

(1) ارشاد الطالبین ص ۲۲۲ ۔

(۲) ایضاً ص ۲۲۲

حضرت اخوند درویزہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ ہائے تصوف کے تینوں سلسلوں یعنی "سلسلہ چشتیہ – سلسلہ سہروردیہ اور سلسلہ کبرویہ" میں اجازت حاصل کی – اور ان تینوں سلاسل میں سلوک کو مکمل کرکے اپنی کتاب "ارشاد الطالبین" میں سیر من اللہ – سیر الی اللہ سیر فی اللہ اور سیر مع اللہ کے ضمن میں تفصیلاً بیان فرمادیا – (۱)

غرضیکہ حضرت اخوند درویزہ نے ذریعہ اصلاح کے تصوف کا یہ بلند مقام واضح کرکے توحید کی تعلیم کو درجہ کمال تک پہنچا دیا – اور تصوف کے مسائل کو اس طرح پر بیان فرمایا ۔ جیسے ان سے پہلے صوفیائے محققین نے بیان کیا ۔

(۲)
رقص و سماع کے بارے میں حضرت اخوند درویزہ کی رائے :-

آپ کے عہد میں شیخ کبیر بن شیخ قاسم نوری خیل شاہ اسماعیل مرطی ابوبکر اور آپ کے بہت بڑے مخالف بایزید انصاری جیسے بیشمار لوگ سماع کو پسند کرتے تھے – رقص و سرود کو

---

(۱) ارشاد الطالبین ص۲۵۵ – ۲۲۶

(۲) مسموعات میں سے اولی قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے – اور تمام مسلمان اس کے سماع پر مامور ہیں – قرآن کریم کا اعجاز یہ ہے کہ طبیعت اس کے پڑھنے اور سننے =

... ...

حاشیہ مذکور ۔

— سے نہیں اکتاتے ۔ اس میں عظیم اثر موجود ہے ۔ اور اس کی سحر انگیزی

تاریخی مسلمات میں سے ہے ۔ پس مومن کی شایان شان یہ ہے کہ وہ قرآن کریم

کے سماع سے لذت حاصل کرتا رہے ۔

حضور صلعم کے زمانے میں قاری قرآن پڑھتا تھا ۔ صحابہ کرام سنتے

تھے اور آپ کا بھی ایسی مجالس میں موجود ہونا ثابت ہے ۔

(مشکوۃ شریف کتاب فضائل القرآن ، کشف المحجوب از علی بن عثمان ہجویری

(متوفی ۴۸۱ھ تا ۵۰۰ ھ) ص ۴۲۷)

قرآن کریم کے علاوہ شعر سننا بھی مباح ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے شعر کہے بھی اور سنے بھی ۔

(ملاحظہ ہو مشکوۃ شریف باب البیان والشعر)

شعر کے متعلق آپ سے سوال کیا گیا تو فرمایا کہ کلام حسنہ حسن وقبیحہ قبیح

یعنی یہ ایک کلام ہے ۔ اس کا اچھا اچھا ہے اور برا برا ہے ۔

(مشکوۃ المصابیح باب البیان والشعر الفصل الثالث حدیث ۳)

دراصل جن باتوں کا نثر میں سننا حلال ہے تو انہی باتوں کا نظم

میں بھی سننا حلال ہے ۔ اور جن کا نثر میں سننا حرام ہے ان کا نظم میں

... ...

حاشیہ مذکور ۔

ـــ میں بھی سننا حرام ہے ۔ اگر ایسی نظمیں پڑھی جائیں ۔ جن میں ایمان توجہ الی اللہ اور اعمال صالحہ کی ترغیب اور فسق و فجور سے اجتناب کرنے کا حکم ہو ۔ تو ایسی نظم خوانی کی اجازت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ۔ البتہ جن نظموں سے نفسانی خواہشات میں ہیجان پیدا ہونے اور فسق و فجور کی جانب مائل ہونے کا اندیشہ ہو ۔ تو ایسی نظموں کا منع ہونا بھی اظہر من الشمس ہے ۔ اور ان کی سماع کی حرمت میں صوفیائے کرام اور طائفہ حقانی میں سے کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے ۔ حضرت فقیراللہ شاہ شکارپوری اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ۔

اگر سماع ، سماع قرآن و موعظہ باشد جائز است ۔ ومستحب واگر سماع غنا باشد ۔ حرام است چہ غنا و سماع غنا حرام است ۔

(مکتوبات فقیراللہ شاہ مکتوب ۵۸)

اسی طرح شیخ ابو عبداللہ حاجی فرماتے ہیں کہ سماع وہ ہے جو فکر کے لئے مہمیز کا کام کرے ۔ اور جس سے اعتبار و عبرت حاصل کرے ۔ اس کے علاوہ جو بھی سماع ہے ۔ وہ آزمائش اور فتنہ ہے ۔ (عبرت ص ۲۲۰)

فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے ۔ کہ جب راگ کا ساز و سامان نہ ہو ـــ

...   .

حاشیہ مذکور۔

= اور آواز کے سننے سے دل میں فسق کے پیدا ہوجانے کا ڈر نہ ہو۔ تو ایسا سماع مباح ہے۔ مگر جہاں تک آج کل کی مروجہ موسیقی اور ساز و آواز کی محافل کا تعلق ہے۔ جن میں محبوب کی قد و رخسار کا ذکر اور عورتوں کی وصف بیانی ہو۔ اس کا سماع صوفیاء سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی (المتوفی سنہ ۶۳۲ھ / ۱۲۳۴ء) فرماتے ہیں کہ ایسی محفلوں میں دیانتدار حضرات کا گزر تک بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ (عوارف المعارف اردو ترجمہ از سید رشید احمد لاہور ص ۲۲۶)

بعض صوفیائے محققین سے سماع کے جائز ہونے کے بارے میں جو اقوال منقول ہیں اس سے وہ سماع مراد ہے جس کا مقصد پند و نصیحت اور خدا و رسول کی محبت کا احساس پیدا کرنا ہو۔ اور علمائے کرام اور صوفیائے عظام کے بیان کردہ آداب و شرائط کے حدود کے اندر ہو۔ پھر ایسے سماع کے بارے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ البتہ بعد میں گمراہ اور نفس پرست قسم کے لوگوں نے ان کے اقوال کو غلط رنگ میں پیش کیا۔ ان کے مقرر کردہ آداب و شرائط کو نظر انداز کرکے سماع کی غلط ترجمانی کی اور وہ خود بھی گمراہ ہوئے۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے لگے۔ اس لئے علمائے کرام نے اس برائی کے سد باب کے لئے جدو جہد کا آغاز کیا۔ اور عوام الناس کو اس فتنہ سے بچانے =

... ...

حاشیہ مذکورہ

کی خاطر نہایت سختی سے سماع کی تردید فرمائی۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی (۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) فرماتے ہیں کہ۔

سماع و رقص فی الحقیقت داخل لہو و لعب است آیہ کریمہ "ومن الناس من یشتری لہو الحدیث" (سورۃ لقمان ۳۱: ۶) در شان منع سرود نازل شدہ است۔ آیات و احادیث و روایات فقہیہ در حرمت غنا بسیار است بحدے کہ احصاء آن متعسر است مع ذلک۔ اگر شخصے حدیث منسوخ یا روایت شاذہ (یعنی روایت غیر معتبرہ خلاف اصول روایت) را در اباحت سرود بیارد اعتبار نباید کرد۔ زیرا کہ ہیچ فقیہے در ہیچ وقتے و زمانے فتوی بہ اباحت سرود نہ دادہ است و رقص و پاکوبی را جائز نہ داشتہ و عمل صوفیہ در حل حرمت سند نیست۔ اینجا قول امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف و امام محمد معتبر است نہ عمل ابی بکر شبلی (م ۳۳۴ھ / ۹۴۵ء) و ابی الحسن نوری (م ۲۹۵ھ / ۹۰۷ء) صوفیائے خام این وقت عمل پیران خود بہانہ ساختہ سرود و رقص را دین و ملت خود گرفتہ اند و طاعت و عبادت ساختہ۔ اولئک الذین اتخذوا دینہم لہواً و لعباً۔ (سورۃ الاعراف ۷: ۵۱) کسیکہ فعل حرام را مستحسن داند از زمرہ اسلام می بر آید و مرتد می گردد۔ پس خیال باید کرد کہ تعظیم مجالس سماع و رقص نمودن بلکہ آنرا طاعت و عبادت دانستن۔ چہ شناعت دارد۔ اللہ

... ...

حاشیہ مذکورہ

سبحانہ الحمد والمنۃ کہ پیران ما بہ این امر مبتلا نہ شدند ۔

(مکتوبات دفتر اول حصہ ۴ مکتوب ۲۶۶)

ترجمہ :- یعنی سماع ، رقص فی الحقیقہ لہو و لعب میں داخل ہے ۔ (آیہ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث) سماع و سرود کی ممانعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔ احادیث اور فقہی روایات غنا کی حرمت کے بارے میں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا گننا مشکل ہے ۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص حدیث منسوخ یا روایت شاذہ کو سرود کی اباحت میں بیان کرتا ہے تو اس کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے ۔ اس لئے کہ کسی فقیہ نے کسی وقت اور کسی زمانے میں سرود کی اباحت کا فتوی نہیں دیا ہے ۔ اور رقص و پاکوبی کو جائز نہیں کہا ہے ۔ اور صوفیہ کا عمل وحدت کے سلسلے میں سند نہیں ۔ یہاں امام ابو حنیفہ ۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول معتبر ہے ۔ نہ کہ ابوبکر شبلی (المتوفی ۳۳۴ھ / ۹۴۵ء) اور ابوحسن نوری (المتوفی ۲۹۵ھ / ۹۰۷ء) کا عمل ۔

ان دونوں صوفیائے خام نے اپنے پیروں کے اس عمل کو بہانہ بنا کر رقص و سرود کو اپنا دین و ملت بنایا ہے ۔ اور عبادت و طاعت تصور کرتے ہیں ۔ یہی لوگ اولئک الذین اتخذوا دینھم لھواً و لعباً کے حکم میں شامل ہیں ۔ جو شخص فعل حرام کو اچھا سمجھتا ہے وہ زمرہ اسلام سے خارج ہے ۔ اور مرتد ہے ۔ یہ خیال کرنا

... ...

حاشیہ مذکور ۔

جانتے ۔کہ محفل سماع و رقص کا اہتمام کرنا بلکہ اس کو عبادت و طاعت سمجھنا کس قدر بڑی خرابی ہے ۔ اللہ کا شکر و ثناء ہے کہ ہمارے (طریقہ نقشبندیہ کے بزرگوار) پیر اس کام میں مبتلا نہیں ہوئے ہیں ۔

حضرت مجدد موصوف فرماتے ہیں ۔ کہ چونکہ اب صوفیہ شرائط و آداب سماع ملحوظ نہیں ۔لہذا ایسا بلا آداب و شرائط سماع قطعاً مفید نہیں ہے ۔لکھتے ہیں کہ

شرائط سماع کہ اکثر آنہا در ابنائے این وقت مفقود است ۔بلکہ این قسم سماع و رقص کہ درین وقت شایع شدہ است و این نوع اجتماع کہ درین اوان متعارف گشتہ است ۔شک نیست کہ منکر است و خالی ہیچ در آن معنی نہ دارد و وجود دران صورت ظہور نیست امداد و اعانت از [illegible] سماع درین محل مفقود است ۔مضرت و مناجاۃ وجود (مکتوبات دفتر اول حصہ ۵ مکتوب ۲۸۵)

محققین صوفیائے کرام کے نزدیک رقص و سرود اور اس کا ساز و سامان شیطانی امور ہیں ۔اور شریعت اسلامی میں اس کی کوئی اصل وجود نہیں ہے ۔حضرت داتا گنج بخش ہجویری (۴۸۱ھ تا ۵۰۰ھ یعنی ۱۰۸۸ء تا ۱۱۰۶ء) فرماتے ہیں ۔کہ حق اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا اور ان کو ایسی [illegible]

... ...

حاشیہ مذکور۔

خوش الحانی عطا کی تھی۔ ان کی آواز سے پہاڑ بھی نرم ہو کر بہہ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ وحشی جانور ان کی آواز پر جمع ہوتے تھے۔ اور پرندے اڑتے ہوئے گر پڑتے تھے۔ یہ دیکھ کر شیطان بیقرار ہوا۔ اس نے بانسری اور طنبور بنایا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی مجلس کے بالمقابل اپنی مجلس جمائی۔ لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے یعنی اہل شقاوت اور اہل سعادت۔ اہل شقاوت شیطان کے ساز و طنبور وغیرہ کی طرف مائل ہوتے تھے۔ اور ہوتے رہیں گے۔ اور اہل سعادت حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف مائل ہوتے تھے۔ اور ہوتے رہیں گے۔ آگے چل کر آپ فرماتے ہیں۔ کہ جان لینا چاہئے کہ شریعت و طریقت میں رقص کی کوئی اصل نہیں ہے۔ کیونکہ رقص جب وجد کے ساتھ ہو تو تمام عقلا کے نزدیک لہو ہوتا ہے۔ اور جب ہزل کے ساتھ ہو تو لغو ہوتا ہے۔ اور مشائخ میں سے کسی نے بھی اس کو اچھا نہیں سمجھا۔ اور نہ ہی اس میں انہوں نے غلو کا سے کام لیا۔ اور "محرف شدہ" صوفی ہر اثر کو جو اس بارے میں پیش کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔

(کشف المحجوب طبع نوائے وقت پرنٹرز لاہور ۱۹۶۸ء ص ۲۴۶ ۔ ۲۵۸)

صاحب عوارف المعارف حضرت عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں

کہ مشائخ کرام اور روحانی پیشواؤں کے لئے رقص کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ اس میں

... ...

حاشیہ مذکور ۔

— لہو و لعب کے ساتھ مشابہت ہے ۔ جو ان کے منصب اور سنجیدگی کے شایان شان نہیں ۔

حضرت فقیراللہ شاہ شکارپوری (المتوفی ۱۱۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ

سرود کردن و رقص دیدن حرام است و نهی کردن از بلاد کسانی راکه بلهو و رقص دعوت کنند اہلم است ۔ در ضیافت و امثل است ۔ در دیانت تا قمع فتنہ از عامہ مومنان صورت گیرد ۔ در ذخیرہ آوردہ است کہ رقص کردن گناہ کبیرہ است وار بعض مشائخ کہ رقص سرزدہ است حرکت او در حالت سماع مثل حرکت مرتعش بود ۔ (مکتوبات فقیراللہ شاہ مکتوب نمبر ۸۵)

ترجمہ ۔ سرود و رقص حرام ہے ۔ اور جو لوگ کہ لہو و رقص کی دعوت دیتے ہیں ان کی نہی کرنا از روئے صیانت زیادہ اہلم اور از روئے دیانت زیادہ امثل ہے ۔ تاکہ عام مومنین سے یہ فتنہ ختم ہو جائے ۔ ذخیرہ میں آیا ہے کہ رقص کرنا گناہ کبیرہ ہے ۔ اور جو بعض مشائخ سے رقص سرزد ہوا ہے حالت سماع میں اس کی حرکت مرتعش کی حرکت کے مشابہ ہے ۔

...   .

حاشیہ مذکور ۔

حضرت مولانا شیخ اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ جہلاء صوفیہ نے سماع میں یہاں تک غلو کیا ہے کہ عورتوں کا یا آلات کے ساتھ گانا سنتے ہیں حدیث شریف میں دونوں کی سخت مذمت کی گئی ہے ۔

(مشکوۃ شریف باب الشرائط الساعۃ فصل سوئم حدیث ۳ ـ ۴)

آداب و شرائط

صوفیائے کرام نے سماع کے لئے جو آداب و شرائط بیان کئے ہیں وہ نہایت واضح ہیں ۔ اگر وہ شرائط موجود ہوں تو سماع جائز ہے ۔ شرائط حسب ذیل ہیں ۔

۱) سماع بالمزامیر نہ ہو ۔ یعنی راگ کا ساز و سامان موجود نہ ہو ۔

۲) آواز سے دل میں فسق و فجور پیدا ہو جانے کا ڈر نہ ہو ۔

۳) محفل سماع کے سب شرکاء صوفی ہوں ۔ یہاں تک کہ قوال بھی فاسق نہ ہوں

۴) سماع کا مقصد عبادت اور نیک کاموں کی ترغیب دلانا ہو ۔

۵) (عورت و دیگر) نو عمر لڑکے بھی سماع میں موجود نہ ہوں ۔

۶) سماع کی جگہ عوام سے خالی ہو ۔

۷) پیر و مرشد سماع کے وقت موجود ہو ۔ اور اہل دنیا اور مبتدع محفل سماع میں

جائز سمجھتے تھے۔[1] آپ نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے ان مذکورہ بیہودگیوں کے غلط دعووں کو کفر کہا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔

"درویشان آنکه دف و نائے وغیر ذلک آلات ملاہی شنوند و بدان رقص آرند و آنرا حلال دانند و دعوی کنند که این چیز را اللہ تعالیٰ بورا زائد از شریعت محمدی جائز داشته۔"[2]

ترجمہ :- ان کی یہ روش تھی کہ وہ راگ وغیرہ سنتے تھے، رقص و سجود کرتے اور اس کو مطلق حلال سمجھتے اور دعوی کرتے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدی کے علاوہ ہم پر جائز قرار دیا ہے۔

خلاصہ حاشیہ مذکورہ

وجود نہ ہوں۔

عوارف المعارف اردو ترجمہ از سید رشید احمد اشاعت اول طبع ۱۹۶۲ء ص ۲۲۳-۲۲۲

کشف المحجوب طبع نوائے وقت پرنٹرز لاہور ۱۹۶۸ء ص ۲۸۱ - ۲۲۳

تعرف از امام ابوبکر بن ابو اسحاق اردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن طبع المعارف لاہور ۱۳۹۴ھ ص ۲۸۵۔

مکتوبات شیخ ظہیر اللہ شاہ شکارپوری مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور مکتوب ۸۵ ص ۲۴۸۔

آپ کے بعد حضرت میاں میر صاحب (المتوفی ۱۱۹۰ھ/ ۱۷۷۶ء) نے بھی رقص

----- و سرود کے خلاف جہاد باللسان کیا ۔ اور اپنی تالیفات میں اس کا ذکر کرتے ہوئے

رقص وجد الصوفیین جان من عمل الشیطان بن مارجہ بتلایا ہے ۔ کیونکہ وہ جن اپنی اولاد کو

رقص سکھاتا جاتا تھا و ان کو ایک جگہ جمع کرتا ۔ پہلے خود رقص کا آغاز کرتا اور اس کے بعد اس

کی تقلید کرتی ۔ لکھتے ہیں کہ :

حالی کرتی و رقص ہشتا از دیوان بود ۔ و از دیوی ہا ۔ پس چون لعنہ ابلیس

علیہ اللعنۃ از جملہ جن است ۔ بدلیل قولہ تعالی وکان من الجن ۔ الجمو

کہ برادر ابلیس بود ۔ از جملہ دیوان است ہر رقص کہ آنرا سماع نیز در لغہ

حاشیہ مذکور

ان شرائط کو پیش نظر رکھ کر جائز و ناجائز سماع کی تعیین نہایت آسان

ہو جاتی ہے ۔ اور یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ صوفیائے کرام سماع سے

کیا مراد لیتے ہیں اور ان کے نزدیک سماع کا نصب العین کیا ہے ۔

•••••••••

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۸۵ ۔ ۱۸۲

و خیرالبیان ص ۸۱

(۲) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۸۲

•••••••••••

گفتہ اند مر جملہ آدمیان را کہ مائل بہ ہوا و شہوات نفسانی باشند ۔

پائے کوبی و رقص آموزانند ۔ (۱)

ترجمہ :۔ پاؤں مارنا اور رقص دراصل جنات کا فعل ہے ۔ چونکہ ابلیس علیہ اللعنۃ جنات میں سے ہے ۔ کہ خدا کے اس قول کی رو سے کہ "وہ جنات میں سے ہے" ۔ المسعو جو کہ ابلیس کا بھائی تھا جنوں میں سے تھا ۔ اور رقص جس کو لغت میں سماع بھی کہتے ہیں سے جملہ انسانوں کو جو کہ نفسانی خواہشات کی طرف مائل تھے رقص سکھایا ۔

آپ کے مخالف بایزید انصاری سرود اور سماع کے قائل تھے ۔ اور اپنی کتابوں خیرالبیان اور صراط التوحید میں سرود کی تعریف و توصیف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اپنی گھڑی ہوئی دو حدیثیں بھی بیان کی ہیں ۔

السماع طریقۃ وصول القلوب الی قرب المحبوب (۲)

سرود و طریقہ رسیدن دلہاست [illegible] بسوئے نزدیکی محبوب

نبی نے کہا علیہ السلام ۔

---

(۱) المسائل ص ۲۲۰ از میاں محمد عمر صاحب ۔

(۲) خیرالبیان ص ۲۷۱ ۔

ترجمہ :- سرود طریقہ ہے دلوں کے پہنچنے کا محبوب کی نزدیکی کی طرف

دوسرا پیر ارشاد حدیث یہ بیان کی ہے۔

السماع رمز من رموز الرحمن لا ینکشف بالبیان ولا یقدر ان یتکلم باللسان۔

شنیدن سرود رمزیست از رمز ہائے خدا کہ ظاہر نمی شود۔ آں رمز بہ بیان کردن

و قادر نیست ہیچ کس بر آں کہ سخن بر آرد بہ بیان ۔ نبی نے کہا علیہ السلام۔ (۱)

سرود کا سننا خدا کے اشاروں میں سے ایک اشارہ ہے۔ کہ بیان کرنے سے

وہ ظاہر نہیں ہوسکتا۔ اور کوئی شخص اس پر قادر نہیں۔ کہ اس کے بیان کرنے کا راستہ نکال

سکے۔

بایزید کو وصال میں جو لگو تھا اس کا اندازہ خود اس کے بیان اور قول

میں ہوسکتا ہے۔

....

---

(۱) خیر البیان ص ۲۷۱ ۔

باب پنجم

تصنیفات و تالیفات ۔

حضرت اخوند درویزہ حضرت شعلہ بیان اور فصیح اللسان مقرر تھے بلکہ اپنے عہد کے ایک بلند پایہ صاحب تصنیف و تالیف بھی تھے ۔ آپ نے پشتو ، [illegible] ہندی ، عربی ، اور فارسی میں مختلف کتابیں لکھیں ۔ جس کے پشتو ادب کو بالخصوص فائدہ پہنچا ۔ آپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ پشتو ادب کے محسنین میں سے ہیں ۔ آپ نے پشتو زبان کی ارتقاء میں غیر معمولی حصہ لیا جس کی وجہ سے آپ کا نام پشتو زبان کے خدمت گزاروں میں ہمیشہ عظمت سے لیا جائے گا ۔ (1)

آپ کی تصانیف بابتہ اخباری کے متعلق صرف چار کتابوں کی تصدیق بیان ہوتی ہے ۔ جبکہ آپ کے متعلق فرانسیسی مستشرق ڈی ارمسٹر نے آپ کی تالیفات پچاس بیان کی ہیں ۔ (2) جن میں سے مشہور اور موجود یہ ہیں ۔

۱۔ مخزن الاسلام ۔

یہ کتاب " مخزن درویزہ " " مخزن پشتو " اور " مخزن اخون "

---

(1) پٹہ کوثر ص ۳۷

(2) د افغانستان نومیالی ص ۱۸ ۔

کے نام سے شہرت رکھتی ہے ۔اور یہ عوامی پشتو میں لکھی گئی ہے ۔(۱)

کتاب مخزن الاسلام مسجع اور مقفی ہے ۔یہ ایک کتاب نہیں ۔بلکہ کئی کتابوں کا مجموعہ ہے ۔پہلا حصہ حضرت اخوند درویزہ کا لکھا ہوا ہے ۔دوسرا حصہ صفحہ ۱ تا صفحہ ۱۳۲ ۔تالیف ملا عبدالسلام بن پائندہ محمد بن اخوند درویزہ ہے ۔تیسرا حصہ صفحہ ۱۳۲ تا صفحہ ۱۵۲ تالیف میاں کریمداد بن اخوند درویزہ ہے ۔اس حصہ میں ایک منظوم ہے ۔اور دوسرا الف نامہ ۔جو "کلمات الوفیہ" کے نام سے مشہور ہے ۔اور حضرت حاجی بہادر صاحب آف کوہاٹ نے "تبیان الحقائق" کے نام سے اس کی شرح کی ہے ۔

چوتھا حصہ صفحہ ۱۵۳ تا صفحہ ۱۹۶ پھر حضرت اخوند درویزہ کی تالیف ہے ۔(۲)

مخزن کا مقصد افغان قوم کو اسلامی علوم سے روشناس کرنا اور پرانے علماء کی یاد تازہ کرنے کا ہے ۔یہ افغان مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے لکھی گئی ہے ۔اسی لئے دو تین سو سال گزر جانے کے بعد بھی اس کے ہزار ہا نسخے لکھے گئے ۔مطبوعہ کے علاوہ اس کتاب کے مخطوطات بھی پشاور یونیورسٹی پشتو اکیڈمی میں کافی تعداد میں ہیں ۔(۳)

---

(۱) د افغانستان نومیالی ص ۱۸ ۔

(۲) روحانی رابطہ ص ۵۲۵ ۔

(۳) د افغانستان نومیالی ص ۱۸ ۔

خوشحال خان خٹک المتوفی ۱۱۰۱ھ/ ۱۶۸۹ء حضرت اخوند درویزہ کے مخالف اور بایزید کی تعلیمات کے حامی تھے۔ لیکن اس کے برعکس انہوں نے خود بھی اور ان کے خاندان نے بھی یک زبان ہوکر حضرت اخوند درویزہ کی دعوت و تعلیمات کی تائید کی ہے۔ اور ان کی تصانیف کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ حضرت اخوند درویزہ کے مخزن اسلام کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

دوه شهزونه دي په سوات کښې که خفي دي که جلي

يو مخزن د درويزه دي بل دفتـــر د شيخ ملي[1]

ترجمہ :۔ سوات میں دو چیزیں قابل قدر ہیں۔ خواہ وہ پوشیدہ ہوں یا اعلانیہ جن میں ایک اخوند درویزہ کا مخزن ہے۔ اور دوسرے شیخ ملی کا دفتر۔

اس کے علاوہ یہ کتاب مخزن الاسلام پشاور یونیورسٹی کے ایم اے پشتو کے نصاب میں بھی شامل ہے۔

اس کتاب کی وجہ تالیف آپ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ۔

"این فقیر نیز میخواهد که ترجمه این رساله را بافغانی بیارد۔ تا افغانان را فائده بود۔ از آن که این طائفهائے ناواقف درمیان افغانان بسیار پیدا گشته

---

(۱) کلیات خوشحال خان خٹک ص۲۲۲۔

گشته اند سو اکثر مردم را از راه راست بیرون برده اند ۔ (۱)

ترجمہ :- اس فقیر کا یہ بھی خیال ہے کہ اس رسالے کا افغانی زبان میں ترجمہ کروں ۔ تاکہ افغانوں کو اس سے فائدہ پہنچے ۔ اس لئے کہ یہ ناموافق گروہ افغانوں میں بہت زیادہ پھیلا ہوا ہے ۔ اور بہت سے لوگوں کو انہوں نے راہ راست سے ہٹا کر گمراہ کردیا ہے ۔

یہ کتاب عقائد و عبادات پر مشتمل ہے ۔ اس کتاب میں آٹھ ابواب ہیں ۔ اس کا پہلا باب تصوف پر ہے ۔ اس کا دوسرا باب واجبات نماز پر ہے ۔ اس کا تیسرا باب نماز کی سنتوں پر ہے ۔ اس کا چوتھا باب مستحبات کے متعلق ہے ۔ جبکہ پانچواں باب نماز میں حرام چیزوں پر ہے ۔ اور چھٹا باب مکروہات نماز پر ہے ۔ ساتواں باب مباح نماز کے متعلق ہے اور آٹھواں باب مفسدات نماز پر ہے ۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ اس کتاب کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے فرمایا ۔

الحال اکثر معتقدات اہل بدعت درمیان مسلمانان مشہور آمدہ بواسطہ کثرت شیخان پیران خودرو ان آدم صورت و شیطان سیرت و سبب ازدحام یا تمام طائفے دنبلوی کہ دین

---

(۱) مخزن اسلام ص ۲۲ ۔

را ایشان بدنیا طلبیده اند و حق پوشیدن خیال کرده اند (نعوذ باللہ)

پس این فقیر میخواهد که متن فقه را بلفظ افغانی بیارد تاکه هر که آن را دریابد

و یاد آرد هرگز گمراه نگردد و مبتدع و بی راه نخواهد شد ۔(1)

ترجمہ :۔ آج کل اکثر اہل بدعت کے معتقدات افغانوں کے درمیان مشہور و مروج ہیں ۔ جو

آدم صورت اور شیطان سیرت اور سرکش شیطانوں اور پیروں کے واسطے سے پھیلی ہیں ۔ اور

ان مسائل کی کثرت اور عروج کا سبب وہ دنیادار علماء بھی ہیں کہ جو دنیا کو دین

کے عوض حاصل کر رہے ہیں ۔ اور حق کے چھپانے ہی میں اپنی مصلحت سمجھتے ہیں ۔

یہ فقیر چاہتا ہے کہ اس کتاب کے متن کو افغانی زبان میں ترجمہ کرے ۔ تاکہ جو کوئی

اس کو پڑھے اور یاد کرے ۔ وہ بدعتی اور گمراہ نہ ہو ۔

۲) خلاصہ کیدانی :۔

علم فقہ کی مشہور کتاب خلاصہ کیدانی ہے ۔ اس میں نماز کے فقہی مسائل

کا بیان ہے ۔ اور اس کتاب کے متعلق فارسی کا یہ شعر بہت مشہور ہے ۔(2)

— گر نہ دانی خلاصہ کیدانی   تو طریقہ نماز کے دانی

(1) مخزن اسلام ص ۲۲ ۔ ۲۳ ۔

(2) دیباچہ مخزن از تقویم الحق کاکاخیل

ترجمہ :- اگر تو خلاصہ کیدانی کو نہیں جانتا - تو نماز پڑھنے کا طریقہ کیسے جانے گا -

۳) رسالہ قرأت :-

یہ رسالہ حضرت اخوند درویزہ نے خود مرتب کیا ہے - اس میں انہوں نے الفاظ کے مخارج کو پشتو زبان میں آسانی کے ساتھ بیان کیا ہے - اور عربی زبان کے تلفظ اور صحیح مخارج بنانے کے قواعد بیان کئے ہیں - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فن علم قرأت میں بھی آپ کو کافی دسترس حاصل تھی - ان کی یہ عظیم کوشش ادبی لحاظ سے بہت بڑی کاوش ہے - اور افغان قوم کے لئے ایک عظیم ورثہ ہے - [1] یہ قلمی نسخہ مکتبہ صمدانیہ پیہانہ مازگ میں موجود ہے -

۴) کتاب العقائد :-

یہ کتاب حضرت ابوحفص نجم الدین نسفی [2] (المتوفی ۵۳۷ھ / ۱۱۴۲ء) کی ہے - یہ علم کلام کے عقائد کے لحاظ سے مشہور کتاب ہے - اور یہ اسلامی مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہے -

---

(۱) دیباچہ مخزن از تقویم الحق کاکاخیل -

(۲) نسف ماوراء النہر میں ایک گاؤں کا نام ہے - جو علامہ کا مولد ہے - اور ایک مشہور اور

(۱)
علامہ سعد الدین عمر التفتازانی (المتوفی ۷۹۲ھ / ۱۳۸۹ء) نے اس کی

شرح لکھی ہے۔ اور پھر مختلف علماء نے دو شرح لکھے گئے، جو علماء کے نزدیک

حاشیہ مذکور۔

== نامور عالم ہے۔ علامہ مرغینانی مصنف کتاب ہدایہ کا استاد ہے۔ ان میں منظومہ نسفی اس کی تصنیف ہے۔ ۵۳۷ھ میں اس کا انتقال ہوا ہے۔ عقائد نسفیہ میں اس نے مخصوص اشارہ کے ساتھ مسائل اعتقاد کو نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ لکھا ہے۔ علامہ تفتازانی نے اس کی شرح لکھی ہے۔ جس میں ہر ایک عقیدہ کا علم کلام کے اصول پر ثبوت دیا ہے۔ اور قول مخالف کا ابطال کیا ہے۔ متن کی طرح یہ بھی مقبول ہوئی ہے۔ مشرق سے مغرب تک اہل السنۃ کی درسگاہوں میں شرح عقائد نسفی نصاب تعلیم میں داخل ہے۔ (باب المعارف العلمیۃ ص ۱۳۰) از مولوی عبدالرحیم اسلامیہ کالج پشاور

•••••••

(۱) پورا نام ملا سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی۔ تفتازان موضع خراسان میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ جو علامہ کا مولد ہے۔ اپنے زمانے کا عالم متبحر تھا۔ مطول شرح تلخیص اس کی مشہور تصنیف ہے۔ کشاف وغیرہ پر حاشیے لکھے ہیں۔ اپنی عمر کے آخری حصے میں اس نے تیمورلنگ کی ملازمت اختیار کی۔ اور سمرقند میں اس کا انتقال ہوا۔ سن وفات

زیربحث رہے ۔ اگرچہ تراجم کرنے سے بھی یہ آسان نہ ہوسکی ۔ (۱)

۵) قصیدہ بردہ :-

یہ مشہور قصیدہ امام شرف الدین محمد بن سعید البوصیری (۲) (المتوفی

۶۹۶ھ / ۱۲۹۶ء) کا ہے ۔

۶۹۱ھ / ۱۲۹۰ء ہے ۔

(لباب المعارف العلمیۃ ص ۱۲۰ از مولوی عبدالرحیم اسلامیہ کالج پشاور)

•••••••

(۱) دیباچہ مخزن از تقویم الحق کاکاخیل ۔

(۲) علامہ جلال الدین سیوطی کے بیان کے مطابق امام بوصیری یکم شوال ۶۰۸ھ کو منگل کے روز مصر کے ایک مقام دلاص کے قریب پیدا ہوئے ۔ لیکن تمام عمر چونکہ بوصیر میں رہا ۔ اس لئے مطبعکو دلاص کی بجائے بوصیر کی نسبت سے مشہور ہوئے ۔

بوصیر مصر کا قدیم ترین شہر ہے ۔ اور وادی نیل کے معبود اوزیرس ( ) کی نسبت پر اس شہر کا نام رکھا گیا تھا ۔ لیکن نسبت چونکہ نیک نہیں تھی ۔ شاید یہی وجہ ہے کہ عہد قدیم میں نہ تو خود اس شہر نے کوئی قابل ذکر شہرت حاصل کی ۔ اور نہ ہی کسی اور کو شہرت بخشی ۔ بالآخر شمع نبوت کا ایک پروانہ "محمد" نامی اس سرزمین سے اٹھا ۔ تو اس شہر کی قسمت بھی جاگ اٹھی ۔ امام محمد بوصیری

. . .　　　. . .　　　. . .

حاشیہ مذکور ۔

== نے ہی اس کو شہرت دوام بخشی ۔

امام بوصیری نسل کے اعتبار سے بربری ہیں ۔ انہوں نے تیرہ سال کی عمر
میں قرآن مجید حفظ کیا ۔ اور علوم متداولہ میں دسترس بہم پہنچائی ۔ متعدد شیوخ
سے حدیث کا علم حاصل کیا اور محدث مشہور ہوئے ۔ کافی عرصہ ذریعہ معاش خطاطی
اور کتابت رہا ۔ جو کہ ایک معزز فن تھا اور علماء ہی بالخصوص اس کی طرف متوجہ ہوئے

ایک مشہور روایت ہے ۔ کہ قصیدہ بردہ لکھنے سے پیشتر امام بوصیری مرض
فالج میں مبتلا ہوئے ۔ کافی علاج کیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا ۔ آخرکار حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی رسالت میں خوش عقیدہ کے مطابق یہ قصیدہ کہا ۔ رات کو سوئے تو
خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے انہیں اپنی چادر مبارک سے ڈھانپ دیا ۔ بیدار ہوئے تو اپنے آپ کو شفایاب
پایا ۔

علامہ فرید وجدی کے قول کے مطابق ۶۸۱ھ / اور ابن حنبلی صاحب شذرات
الذہب و جلال الدین سیوطی صاحب حسن المحاضرہ کے نزدیک ۶۹۵ھ ہے ۔ لیکن
اکثر محققین مثلاً پطرس بستانی اور کارل بروکلمان ۶۹۶ھ قرار دیتے ہیں ۔ اور یہی
قرین یقین بھی ہے ۔ (ماخوذ انوار بردہ شرح قصیدہ بردہ از پروفیسر فضل احمد عارف
ص ۱۲ تا ۱۷ ۔

اس مین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان ہوئی ہین ۔ طرز تصوف پر تحریر ہوا ہے اور اہل تصوف اس مین بہت سی خوبیان پاتے ہین ۔ اور اس کو بھی پشتو مین شامل کرکے بطور وظیفہ پشتو پڑھنے والون کے لئے آسان کیا گیا ہے ۔ اس مین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور وعظ ونصائح شامل ہین ۔ (۱)

مخزن اسلام پشتو کی ایک اور وہ واحد درسی کتاب ہے جو ایک عرصہ تک پٹھانون کے ہر گھر اور مسجد مین علماء کرام کے خلوتون بزرگون کے وظائف اور نوجوانون کی محفل مین پڑھی جاتی رہی ۔ یہی نہین بلکہ اس مین بیان کردہ مسائل کی روشنی مین قاضی فیصلے دیتے تھے ۔ (۲)

پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی کی لائبریری مین اس کے کم و بیش دس قلمی نسخے موجود ہین ۔ اور ہر ایک دوسرے سے تھوڑا مختلف ہے ۔ پشتو اکیڈمی نے ۱۹۶۹ء مین مخزن کو زیور طبع سے آراستہ کیا ۔

ارشاد الطالبین :-

اخوند درویزہ کی یہ تالیف فارسی زبان مین ہے ۔ ۵۲۰ صفحات اور چار ابواب پر مشتمل

---

(۱) دیباچہ مخزن از سید تقویم الحق کاکاخیل ۔

(۲) ایضاً

ہے۔ اور ہر باب میں کئی فصول ہیں۔ پہلا باب جو حصہ اول کہلاتا ہے۔ اس میں چار فصلیں ہیں۔ جس میں توحید، ایمان، وضو، نماز کی حقیقت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔

دوسرے باب کو بھی چار فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ فصل اول میں توبہ۔ فصل دوم میں پیر کامل کی شناخت اور علامتیں۔ فصل سوم میں علم اور فصل چہارم میں ذکر الٰہی کا بیان وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ (۱)

باب سوم صرف ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں سلوک کا ذکر ہے۔ اور چار اہم باتوں کا بیان ہوا ہے۔ موضوعات میں سیر من اللہ (۲)۔ سیر الی اللہ (۳)۔ سیر فی اللہ (۴) اور سیر عن اللہ (۵) شامل ہیں۔ (۶)

---

(۱) ارشاد الطالبین ص۳۔

(۲) سیر من اللہ وہ منزل ہے۔ جس میں سالک حق تعالیٰ و سبحانہ کے قریب ہو جاتا ہے مگر وہ اپنے وجود کی خبر رکھتا ہے۔ بے خبر نہیں ہوتا۔ (مکتوبات حضرت شیخ ثناء اللہ شکارپوری ص ۲۸۸)۔

(۳) سالکین کو قرب خداوندی کے حصول کی کوشش اور راہ سلوک مختلف منازل طے کرنے میں جن جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان میں سے ایک مرحلہ سیر الی اللہ کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں سالک کی نگاہ اپنے آپ سے ایسی گم ہوتی ہے کہ اگر—

باب چہارم جس میں چار فصلوں پر مشتمل ہے ۔ اس میں اخلاق حمیدہ و رذیلہ صبر اور شکر کا بیان ہے ۔[1]

اس کے علاوہ آپ نے اس کتاب میں مختلف جگہ ضمناً اپنے پیر و مرشد حضرت پیر بابا کا ذکر بھی کیا ہے ۔ یہ کتاب بھی زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے ۔ اور اس کا ایک نسخہ مطبوعہ مطبع فیض عام دہلی ۱۲۹۹ھ حضرت امیر شاہ صاحب قادری کی ذاتی لائبریری یکہ توت پشاور شہر میں موجود ہے ۔

= نیز تلوار بھی اس کی راہ میں موجود ہو سو اس پر غور کر کے بھی محسوس نہیں کرے گا ۔
(سیر دلبران ص ۹۹)

(۴) یہ راہ سلوک کی وہ منزل ہے جس پر پہنچ کر سالک ایسا فنا فی اللہ ہوجاتا ہے کہ اپنے وجود سے بھی کلیۃً بے خبر ہوجاتا ہے ۔ (مکتوبات حضرت شیخ عبداللہ شکارپوری ص ۲۸۸) ۔

(۵) سیر مع اللہ راہ طریقت کا وہ مرتبہ ہے جس پر فائز ہونے کے بعد سالک کو اپنے فنا فی اللہ ہونے کی بھی خبر نہیں رہتی ہے ۔ اس مرتبہ کو فنا و الفناء بھی کہتے ہیں ۔
(مکتوبات ص ۲۸۸)

(۶) ارشاد الطالبین ص ۳ ....

(۱) ایضاً ص ۱۰ - ۹

۷) ارشاد المریدین :-

آپ کی یہ کتاب حقائق تصوف و معارف پر مبنی ہے - اس میں آپ نے سلوک اور تصوف کے اصول اور قواعد بیان کئے ہیں - جسکے پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے سے انسان صحیح معنوں میں صوفی کہلاتا ہے - اور اسی سے وہ تمام اصول سیکھتا ہے - جو تصوف کی راہوں کو آسان کر دیتے ہیں - اس کتاب کو سمجھنا کچھ آسان نہیں - اکثر علمائے تصوف نے اس کو [1] "ہمعات" کے برابر سمجھا ہے - [2] اس کے کل ۸۰ صفحات ہیں - یہ آپ کی انتہائی مشکل ترین کتاب ہے آپ نے اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے -

---

(۱) یہ کتاب فلسفہ تصوف کی تاریخ ہے - کل ۴۲ ضخیم صفحات پر مشتمل ہے - اور ۲۱ حصے ہیں - اس کے مصنف حکیم الہند امام ولی اللہ دہلوی (المتوفی ۱۷۶۳ء) ہیں - آپ نے حدیث کا مستقل سکول قائم کیا جو نہضۃ ہندیہ کے لئے بمنزلہ اساس ہے - آپ ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے - اور مکہ معظمہ میں مجددیت کا الہام ہوا - بارہ سال تک انقلابی نظریات کی تدوین میں مصروف رہنے کے بعد اپنی حکمت کا درس دہلی میں شروع کیا - آپ نے اس کتاب کو سمجھنے کے لئے پہلے سطعات لکھی - اسی وجہ سے آپ کو تصوف اور سلوک کا امام بھی کہا جاتا ہے - (ماخوذ دیباچہ ہمعات)

اما بعد یکے از خویدمان کمینه و مریدان کہینه حضرت شیخ
الاسلام والمسلمین وارث الانبیاء والمرسلین شیخ سید علی ترمذی یعنی اضعف
العباد الباری درویزه ننگرهاری همی گوید که از کثرت شده تعصب دینی
روز بروز مرگ ازو سوز آمدم ۔ (۱)

ترجمہ :۔ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین جو انبیاء اور مرسلین کے وارث ہیں
یعنی شیخ سید علی ترمذی کا ایک حقیر اور کمترین مرید درویزہ ننگرہاری جو
خدا کے بندوں میں سب سے کمزور اور ناتوان ہے عرض کرتا ہے کہ دینی تعصب
کی (مذہبی تنگ نظری) زیادتی اور افراط میں سے روز بروز تکلیف و اذیت میں
مبتلا ہوتا گیا ہوں ۔

یہ کتاب مطبع حسینی دہلی کے زیر انتظام ۱۹۲۹ء میں چھپ چکی ہے ۔
اور اس کا بھی ایک نسخہ حضرت امیر شاہ صاحب قادری سجادہ نشین آستانہ نوتھیہ
یکہ توت پشاور شہر کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے ۔

---

(۲) تصوف کی حقیقت ص ۱۱۷ از محمد علی خان ۔

....

(۱) ارشاد المریدین ص ۲۲ ۔

۸) تذکرۃ الابرار والاشرار :-

یہ آپ کی معرکۃ الآرا تصنیف بھی فارسی میں ہے ۔ جسے آپ نے اسی برس کی عمر میں مرتب کیا ۔ یہ کتاب ۲۲۸ صفحات پر مشتمل ہے ۔ اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔ پہلے حصے میں دیگر مختلف واقعات کے علاوہ آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت پیر بابا کے حالات زندگی تفصیل سے بیان کیے ہیں ۔ (۱) اس کتاب کے علاوہ آپکے پیر و مرشد حضرت پیر بابا کی سوانح پر بہت کم کتابیں ملتی ہیں ۔

دوسرے حصے کا آغاز اس سے ہوتا ہے ۔

" ذکر احوال و انساب و اصال افغانان و کیفیہ الحاق این فقیر " (۲)

یعنی اس حصے میں پٹھانوں کے انساب افغانوں کی (بد عملی) کا بیان کرتے ہوئے حضرت اخوند درویزہ نے اپنے حالات بھی تفصیل سے بیان کیے ہیں ۔ یہی وہ کتاب ہے جس میں کہ آپ کے حالات زندگی کا مکمل پتہ چلتا ہے ۔

حصہ سوم میں آپ نے اپنے عہد کے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جن کو آپ

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۱ ۔

(۲) ایضاً ص ۴۹ ۔

برا سمجھتے ہو تھے ۔ اور ان کے عقائد کو باطل تصور کرتے تھے ۔ [1] اگر یہ کہا
جائے کہ یہ تذکرہ ان تحریکات کی عکاسی کرتا ہے جو دسویں صدی ہجری میں
صوبہ سرحد کے علمی ، روحانی اور سیاسی حالات پر اثرانداز ہوئیں تو بیجا نہ
ہوگا ۔ خصوصاً تحریک روشنیہ کا ذکر بڑی شدت سے کیا گیا ہے ۔ اور اس کی مخالفت
میں ۔ جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے ۔ کہ اس میں اچھے اور برے لوگوں کا
تذکرہ ہے ۔ تو یہ بالکل درست ہے حضرت اخوند درویزہ نے اپنے پیر و مرشد کو
اور چند دیگر شخصیتوں کو ابرار اور آخری حصہ میں ذکرشدہ لوگوں کو اشرار ٹھہرایا
یہ کتاب قلمی شکل میں پشتو اکیڈمی میں موجود ہے ۔ تاہم یہ اب چھپ بھی چکی
ہے ۔ اور بازار میں بکثرت دستیاب ہے ۔ اس کی سب سے پہلی اشاعت ماہ شعبان
۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء کو ادارہ اشاعت سرحد پشاور نے کی ۔

۶۹ تذکرۃ الانساب :۔

حضرت اخوند درویزہ کی کتب میں سے ایک کتاب تذکرۃ الانساب کا حوالہ بھی
ملتا ہے ۔ جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے پٹھانوں اور سادات

---

(1) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۵۹ ۔

خاندان کے نسب ناموں اور شجروں کا ذکر کیا ہے ۔جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ

نہ صرف ایک جید عالم دین اور صوفی رہنما تھے بلکہ وہ مختلف قسم کی تصنیف وتالیف

میں بھی کافی مہارت رکھتے تھے ۔ان کی یہ کتاب صبح البرکات نامی کتاب میں کچھ

یوں ذکر ہوئی ہے ۔

"بدانکہ مناقب سادات کہ تصنیف شیخ شمس الدین صوفی است ؟

در تذکرۃ الانساب از تصانیف اخوند درویزہ ننگرھاری وغیر ذلک ۔" (1)

ترجمہ :۔ جان لو کہ مناقب سادات نامی ایک جو شیخ شمس الدین صوفی کی ہے "اور

اس کا ذکر مکمل تذکرۃ الانساب میں ہے ۔ جو کہ حضرت اخوند درویزہ ننگرھاری

کی تصانیف میں سے ہے ۔

اس کتاب میں انہوں نے ارشاد کبیر کا ذکر بھی کیا ہے ۔ مگر اس سے مراد

ارشاد الطالبین لیا جاسکتا ہے ۔اور تذکرۃ الانساب سے تذکرۃ الابرار والاشرار اس لئے

مراد نہیں لیا جاسکتا کہ وہ مخزن الذکر کبیر تعداد میں ہے ۔اور یہ ان کی بے حد مشہور

کتاب ہے ۔

---

(۱) صبح البرکات از میاں امین اللہ (قلمی) ص ۲

(یہ مخطوطہ اسوقت کاکا صاحب میں شمو میاں صاحب کے پاس ہے)۔

۱۰) شرح اسماء الحسنی :-

یہ کتاب بھی حضرت اخوند درویزہ کی تالیفات میں سے ہے ۔ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے ۔اور زبان فارسی ہے ۔اس کتاب میں اللہ تعالی کے ناموں کی وضاحت اور اہمیت بیان کرنے کے علاوہ ہر اسم مبارک کی خاصیت بھی بیان فرمائی گئی ہے ۔جو مشکلات کے حل کے لئے بطور ورد اور وظیفہ کے استعمال کی جاسکتی ہیں ۔سب سے پہلے ذاتی نام "اللہ" سے شروع کیا گیا ہے ۔[1]

اس کتاب کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ہر ورق کے حاشیہ پر عربی کے شعر بیان کئے گئے ہیں ۔اور یہ اشعار نصف کتاب تک ہیں ۔[2] اور ان اشعار میں بھی اللہ تعالی کے اسماء حسنی کی تعریف کی گئی ہے ۔جس سے حضرت اخوند درویزہ کی علمیت کے علاوہ آپ کو عربی کا ایک بہترین عالم بھی کہا جاسکتا ہے ۔

اس کتاب کا مطبوعہ نسخہ حضرت امیر شاہ قادری صاحب کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے ۔اور جس کی طباعت مطبع پشاوری قصہ خوانی پشاور کے زیر اہتمام ۱۲۸۴ کو ہوئی ۔

---

(۱) شرح اسماء الحسنی ص۱

(۲) ایضاً ص ۴۲

(۱) شرح قصیدہ امالی :-

یہ ایک مختصر رسالہ ہے ۔اور کل ۲۵ صفحات پر مشتمل ہے ۔اس کی زبان فارسی ہے ۔یہ رسالہ ۱۲۷۸ ھ میں چھپ چکا ہے ۔کتاب کا موضوع علم کلام ہے ۔ اس میں اہل ایمان کے صحیح عقیدے کا بیان ہے ۔تاکہ لوگ دین کی خیرخواہی سے آگاہ ہوسکیں ۔حضرت اخوند درویزہ نے اس میں اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کے بیان کے ساتھ ساتھ بالاختصار عقائد باطلہ کا ابطال ورد بھی فرمایا ہے ۔

کتاب اختصار کے باوجود نہایت پر معلومات اور دلچسپ ہے ۔اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ موقع کی مناسبت سے ہر جگہ فقہی احکام و مسائل کو بھی قلمبند فرمایا ہے ۔

مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کی تعریف کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ :-

"ہر چہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کردہ باشد و یا گفتہ باشد ہمچنین از پیغمبر علیہ السلام ہر چہ یاران او گفتہ باشند و یا کردہ باشند و بعد ازان امامان دین بران رفتہ باشند آنرا مذہب اہل السنۃ والجماعۃ می گویند "۔(۱)

---

(۱) شرح قصیدہ امالی ص۵ ۔

ترجمہ :- یعنی جو کچھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہو یا فرمایا ہو ۔ اور آپ کے بعد جو کچھ آپ کے صحابہ نے کیا ہو ۔ یا فرمایا ہو ۔ اور بعد ازاں دین کے ائمہ اس پر عمل پیرا رہے ہوں ۔ اس کو اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب کہتے ہیں ۔

یہی وجہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے مذہب کی مخالفت کرنا آپ کفر کے مترادف قرار دیتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

"اگر شخصی در وقتہ بدی کردن بگوید کہ این را بوقضائے خدایتعالی حکیم کافر گردد ۔ زیرا کہ خدائے تعالیٰ را بہ بدی راضی دانستن خلاف مذہب سنۃ و جماعۃ است ہو خلاف بودن مذہب سنۃ و جماعۃ را کفر باشد ۔ لقولہ علیہ السلام " من فارق الجماعۃ قید شبر فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ "[1]۔

یعنی ہر کہ سخن مذہب سنۃ و جماعۃ را خلاف نماید ۔ پس تحقیق بگویند اسلام را از گردن خود بیرون آوردہ باشد ۔[2]

---

(۱) ابو داؤد شریف باب فی قتل الخوارج کتاب السنۃ ص ۶۵۵/۲

(۲) شرح قصیدہ امالی ص ۲ ۔

ترجمہ :- اگر کوئی شخص برائی کرتے وقت یہ کہے کہ خدا کی مرضی سے یہ کام کرتا

ہوں - تو وہ کافر ہوتا ہے - کیونکہ اس لیے کہ خدا کو گناہ پر راضی سمجھنا مذہب

اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف ہے - اور اہل السنۃ والجماعۃ کے مذہب کا خلاف

کرنا کفر ہوگا - جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جو شخص اہل السنۃ

وللہ کی جماعت کی مخالفت کرے گا - پس تحقیق اس نے اسلام کا گلوبند اپنے گلے سے

اتار دیا -

راقم الحروف کے نزدیک ضروری ہے کہ اس قصیدہ کے علاوہ ماتن علام کے بارے

میں وضاحت کی جائے کیونکہ کتاب کے آخر میں شارح قصیدہ لکھتے ہیں کہ :-

اما بعد میگوید فقیر الی اللہ الباری درویزہ بن اخوند گدا [illegible]

غفر اللہ لہ ولوالدیہ کہ چون قصیدہ امالی کہ منسوب است بہ سوئے محمد

نجم الدین عمر النسفی -

مذکورہ بالا عبارت میں حضرت اخوند درویزہ قصیدہ امالی کو محمد نجم

الدین عمر نسفی کی تصنیف تسلیم کرتے ہیں جو محل نظر ہیں - کیونکہ قصیدہ مذکورہ

مذہب حنفی کے ایک جلیل القدر عالم سراج الملۃ والدین علی بن عثمان الاوشی کی

مشہور تصنیف ہے۔(۱)

حضرت میاں محمد عمر چمکنی رحمۃ اللہ علیہ طبقات حنفیہ کے حوالہ سے

لکھتے ہیں کہ :-

علی بن عثمان الاوشی الامام العلّام المحقق سراج الملۃ والدین له

قصیدۃ المشہورۃ فی اصول الدین ستۃ و ستون بیتاً اوّلها -

یقول العبد فی بدء الامالی الخ -(۲)

یعنی اصول دین کے باب میں امام علام محقق سراج الملۃ والدین علی بن عثمان الاوشی

کا مشہور قصیدہ ہے - جو چھیاسٹھ (۶۶) ابیات پر مشتمل ہے - اور

مصرع - یقول العبد فی بدء الامالی

لتوحید بنظم کاللآلی

سے اس کا آغاز ہوتا ہے -

---

(۱) الطلالی شرح امالی (قلمی) از میاں محمد عمر چمکنی ۱۱۵۸ھ ص ۱۱ - ۱۲

لباب المعارف العلمیہ از مولوی عبد الرحیم مطبوعہ مطبع آگرہ ۱۹۱۸ء ص ۱۳۹ -

(۲) الطلالی ص ۱۲ -

اصلی کتاب بہت نایاب ہے ۔ آج کل یہ کتاب دو یا تین قلمی کتب خانوں میں

موجود ہے ۔ جس کا فارسی ترجمہ و تشریح خود حضرت اخوند درویزہ نے فرمائی

ہے ۔ نیز ان اشعار کا پشتو ترجمہ جید عالم دین مولوی روح اللہ الحسینی

المعنی ساکن ماھزارہ تحصیل چارسدہ نے کیا ہے ۔ اور یہ پشتو ترجمہ وتشریح

اسلامی کتب خانہ بازار قصہ خوانی پشاور شہر نے شائع کیا ہے ۔

حضرت اخوند درویزہ پشتو زبان کی ہر فنی مصنف، مقفی اور مسجع

عبارت کی ترقی دینے والوں میں سے ہیں ۔ آپ ایک خاص طرز کے بانی ہیں ۔

اور بایزید کے پیروؤں نے، بھی ان کی طرز عبارت نے رواج پایا ہے ۔ لہذا پشتو

ادب کی تاریخ میں وہ خود اور ان کے شاگرد اور خاندان اہمیت کا حامل ہے۔ (۱)

حضرت اخوند درویزہ نے اپنی تالیفات سے عوام الناس کو فائدہ پہنچایا

اور اب بھی لوگ ان کی کتابوں سے فیض حاصل کرتے ہیں ۔ انہوں نے یہ تالیفات

بایزید انصاری کے مقابلے میں لکھیں ۔ کیونکہ اس زمانے کے پٹھانوں میں علم دین

نہیں تھا ۔ اور دین کے نام پر اس کو کئی کتاب بنائی جاتی ۔ پٹھان

---

(۱) دائرہ معارف علوم اسلامیہ ص ۴۱۲

اپنی جہالت کی بناء پر حل پورا ہو جائے ۔ (۱)

اس کے علاوہ ان کی دو اور کتابیں " طلعۃ السعدین " اور " تذکرۃ الاولیاء " بھی ہیں ۔ جو نایاب ہیں ۔ (۲)

حافظ الپوری نے حضرت اخوند درویزہ کے متعلق بیان فرمایا ہے ۔ (۳)

---

(۱) دائرہ معارف علوم اسلامیہ ص ۲۱۳ ۔

(۲) رود کوثر ص ۳۶۸ ۔

(۳) حافظ عبدالغفور الپوری ضلع سوات کے مرغہ نامی کوہستان میں " الپوری " گاؤں کے رہنے والے تھے ۔ اسی " الپوری " کے تعلق سے آپ مشہور ہوئے ۔ آپ چونکہ حافظ القرآن بھی تھے ۔ لہذا آپ کو حافظ صاحب بھی کہا جاتا ہے ۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ چونکہ نابینا تھے اس لئے آپ کو حافظ صاحب کہا جاتا ہے ۔ مگر عبدالحلیم اثر کے قول کے مطابق آپ آنکھوں کی بینائی رکھتے تھے اور حافظ قرآن ہونے کی وجہ سے آپ کو " حافظ الپوری " کہا جاتا ہے ۔

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ اور نقشبندیہ میں حافظ اخوند محمد صدیق کے خلیفہ تھے ۔ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اخوند محمد صدیق پھلواڑی کے ماذون تھے ۔ اگر چہ لوگ آپ کے حالات اور روحانی مرتبہ سے بہت کم واقف —

پښتو ته د دين لار اخوند رڼا کړه

(۱)

مرد و زن دي په احسان بار د منت زېر دي

ترجمہ :۔ پٹھانوں کو دین کا راستہ اخوند درویزہ نے بتایا اور ہر مرد و زن

ان کے اس احسان کے بوجھ کو تسلیم کریں ۔

آپ کی تصنیفات کے مراجع و مصادر اور بعض اختلافی روایات

حضرت اخوند درویزہ کی دستیاب تصنیفات کے جملہ مراجع و مصادر حسب

ذیل ہیں :۔

تفسیر ابو الیث ، تفسیر کامل ، تفسیر مدارک ، تفسیر مظہر ، تفسیر جلالین

— ہیں ۔ تاہم پشتو زبان کے ایک ماہر صوفی اور ادیب ہونے کی حیثیت سے زیادہ

مشہور و معروف ہیں ۔ آپ نے پشتو میں ایک بہت بڑا دیوان لکھ کر پشتو ادب

کی بیحد خدمت کی ۔ آپ کا یہ دیوان " دیوان حافظ " کے نام سے موسوم ہے

آپ کے کلام میں خان فیض اللہ خان ہزارخوانی اور امیر تیمورشاہ درانی کی لڑائی

اور موت کا ذکر بکثرت پایا جاتا ہے ۔ آپ کی تاریخ وفات بھی صحیح طور پر

معلوم نہیں ہوئی مگر ان واقعات سے اندازہ لگا کر ۱۲۱۵ھ کو تاریخ وفات تصور

کیا جاتا ہے ۔ مزار مبارک الپوری میں ہے اور مرجع عام و خاص ہے ۔

(۱) دیوان حافظ الپوري ص ۱۳۶ ناصر ، از روحاني رابطه ص ۸۱۳-۸۰۹)

کیمیائے سعادت ، مصباح العاشقین ، ذخیرۃ الملوک ، عمدۃ الاسلام ، نظام المؤمنین
شرح وجیزی ، مجالس اسلام از قاضی شمس الدین ، تحفۃ الذاکرین ، تحفۃ الاحرار ،
تحفۃ الاسلام ، شجرۃ الانوار ، رسالہ ابو علی رودباری ، وقائع الدعوۃ ، نورالنجاۃ
امیر العاشقین ، رسالہ صحت الایمان ، شرح مشارق ، عمدۃ الاخبار ، رسالۂ شاہ قاسم
بدرالدین ، شرح ابوالمکارم ، نظام المؤمنین ، عمدۃ الاسلام ، معراج نامہ ، تحفۃ
الفقہ ، قدوری ، دستور القضاۃ ، شرح وقایہ ، تحفہ سامی ، احتساب الفقراء
عوارف المعارف ، شرح صحیح ، طوالع شموس ، نقاص غرائب ، فتاوی قدر ، فتاوی حط
خانیہ ، مجموعۂ سلطانی ، فتاوی سراجیہ ، مجموع خانی ، رسالہ بیان الجلی فی
معرفۃ الولی ، مکتوبات شیخ شرف الدین یحیی ، البستان ابواللیث سمرقندی ، قصیدہ ابو
شکور سلمی ، ارشاد الطالبین از جلال الدین تھانیسری ، رد البدع از ملا عبدالرحیم
ماہراوی ، رادع الملحدین از عبدالرحیم ، الاصول لدین حاجب ، لباب المعنوی ،
خط گلستان سعدی ، رسالہ شبہ ، رسالہ در رد روافض ، تفسیر زاہدی ، تفسیر
شہاب الدین ، تفسیر دوۃ البیضا ، حاشیۂ بزدوی ، رسالہ قشیریہ ، شرح العرصی
تیسیر الکلام ، عوارف المعارف ، تفسیر چرخی ، مشارق و شرح مشارق ، خلاصۃ السلوک
مقصد الاقصی از جامع العلوم ۔

مذکورہ بالا کتب پر نظر ڈالنے سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت اخوند درویزہ
...... کا مطالعہ بہت وسیع تھا قرآن و حدیث تفسیر اور فقہ پر ان کی نظر تھی مگر یہ بات
قابل ذکر ہے کہ مصنف موصوف نے ترغیب و ترہیب کے سلسلے میں بعض ایسی روایات کو بھی قبول
کرلیا ہے اور بعض ایسے خود فتاوی کو نقل کئے ہیں جن سے اختلاف و انکار کی بہت گنجائش موجود
ہے ۔ مثال کے طور پر ۔

(۱) آپ تفسیر ابو اللیث کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ

ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ
سے باہر نکلے دیر تک آپ تشریف نہ لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ کو شک ہوا کہ کہیں
آپ دوسری حرم مبارک کے ہاں تشریف نہ لے گئے ہوں ۔ اس لئے وہ تمام ازواج مطہرات
کے گھر گئیں مگر آپ کو وہاں نہ پایا ۔ پھر اپنے والد محترم کے ہاں گئیں وہاں بھی نہ
پایا تو مسجد کے اندر گئیں سو وہاں حضرت عائشہ نے دیکھا کہ آنحضور پاؤں سے رسی
باندھ کر چھت کے ساتھ اوندھے لٹکے ہوئے ہیں ۔ چنانچہ حضرت عائشہ نے آپ کا سر
مبارک پکڑ کر اوپر اٹھایا اور ہلایا ۔ آخر آنحضرت صلعم نے استفسار فرمایا کہ تو کون ہے ۔
عائشہ نے کہا ۔ میں عائشہ ہوں ۔ آپ نے فرمایا عائشہ کون ہے ۔ جواب دیا ابوبکر صدیق

کی مثل ۔ حضور صلعم نے پوچھا ۔ صدیق کون ہے ۔ جواب دیا قحافہ کا بیٹا ۔ آپ نے پوچھا قحافہ کون ہے ۔ جواب دیا محمد صلعم کے خسر کا پدر بزرگوار ۔ آپ نے پوچھا محمد کون ہے ۔ اس کے بعد حضرت عائشہ نے آپ کو اسی حال میں چھوڑا اور گھر واپس تشریف لے گئیں ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوش میں آئے اور وحشت دور ہوئی تو حضرت عائشہ کے گھر گئے تو حضرت عائشہ نے آپ کی پہلی کیفیت بیان کی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر فرمانے لگے ۔

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل [1]

(۲) جب قوم موسیٰ دریا میں سے گزرنے لگی تو وہ بارہ راستے بن گئے ۔ ان کے درمیان دیواریں تھیں جن میں سے وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے ۔ سورج سوا نیزے پر تھا ۔ پانی خشک ہوگیا اور وہ گزر گئے ۔ لشکر فرعون کے گھوڑے آگے نہیں بڑھتے تھے ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان سے گھوڑا لائے اور اس کو لے کر آگے آگے چلنے لگے ۔ اس کے پیچھے تمام لشکر چلا اور دریا میں غرق ہوگیا ۔ [2]

---

(۱) ارشاد الطالبین از حضرت اخوند درویزہ مطبوعہ مطبع عام پریس لاہور ۱۹۰۶ء ص ۹ ۔

(۲) ایضاً ص ۱۸ ۔

(۳) جب کفار حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں بٹھا کر آگ میں پھینکنے لگے تو اس وقت منجنیق میں ایک چڑیا بھی بیٹھ گئی ۔ جب آگ بجھ گئی تو ایک سبز درخت پیدا ہوا جس پر وہ چڑیا بیٹھ کر چہچہانے لگی ۔ یہ معجزہ دیکھ کر نمرود کی بیٹی ایمان لے آئی ۔ (۱)

(۴) چار آدمی ایسے ہیں جن کی توبہ قبول نہیں ہوتی ۔ اول وہ شخص جو مسجد میں دنیاوی باتیں کرے ۔ دوم وہ جو پیشاب ، پاخانہ یا جماع کے وقت باتیں کرے ۔ سوم وہ جو غسل اور وضو کے وقت باتیں کرے ۔ چہارم وہ جو پند و نصیحت کرتے وقت باتیں کرے ۔ (۲)

(۵) جبرئیل و میکائیل دو نوجوانوں کی صورت میں ظاہر ہوئے ۔ چھری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ پھاڑا ۔ اس کو جو کے پانی سے دھویا لیکن اس میں ایک سیاہ نشان رہ گیا ۔ جو کسی طرح نہ دھل سکا ۔ اس داغ سے ایک زمان کا اظہار ہوتا ہے ۔ (۳)

•••••

---

(۱) ارشاد الطالبین ص ۲۴

(۲) ایضاً ص ۲۸

(۳) ایضاً ص ۲۰۰

باب ششم

حضرت اخوند درویزہ کی اولاد

۱) اخوند عبدالکریم المعروف کریمداد شہید :-

حضرت اخوند درویزہ کے چار بیٹے تھے۔ ان میں سے بڑے صاحبزادے کا نام اخوند عبدالکریم تھا۔ آپ کی پیدائش ۹۶۵ھ / ۱۵۷۵ء کو سوات کے علاقے بونیر میں ہوئی۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد نے جاکر اپنے پیر و مرشد حضرت پیر بابا کو یہ خوشخبری سنائی۔ (۱)

اگرچہ ظاہری و باطنی دونوں علوم میں اپنے والد صاحب سے مستفید ہوئے تاہم ابتدائی تعلیم پیر بابا کے دینی دارالعلوم میں حاصل کی۔ اور پھر مزید علم حاصل کرنے کی غرض سے ہندوستان کا رخ کیا۔ جب آپ دہلی اور آگرہ پہنچے تو وہاں کے علماء نے آپ کو واپس جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ آپ دوبارہ واپس آئے اور حضرت پیر بابا کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور ان کے مرید خاص شمار ہونے لگے۔ اور تھوڑے ہی

---

(۱) ماہنامہ مجلہ پشتو ص ۲۲ ماہ مئی ۱۹۷۸ء پشتو اکیڈیمی پشاور۔

وجہ سے میں اپنی خداداد صلاحیتوں کی بناء پر حضرت پیر بابا نے اپنی چھوٹی بیٹی عائشہ کا نکاح آپ سے کردیا ۔ (۱)

آپ کی حضرت پیر بابا سے کافی محبت تھی ۔ جس کا اظہار آپ نے ان اشعار میں بھی کیا ہے ۔

دې غواص صاحب د در دي   سر بارول ئې د ده دي

د کرم په لبو بانــدې   جام شیرین کوثر د ده دي

کرېدار چه څه د کېږي   د شفقت نظر د ده دي (۲)

ترجمہ :۔ ۱۔ آپ غواص صاحب در ہیں ۔ سر قربان کرنا آپ کا شیوہ ہے

۲۔ کرم کے لبوں پر کوثر کا جام شیرین ہے

۳۔ کرېدار کا جو کچھ ہوتا ہے ۔ یہ ان کی نظر شفقت ہے ۔

آپ اپنے وقت کے نہ صرف عظیم صوفی بزرگ ، مذہبی ، روحانی اور سیاسی پیشوا تھے ، بلکہ مشہور عالم ، فاضل اور متقی بھی تھے ، ایک بہترین ادیب اور شاعر

---

(۱) ماشنلی مجلہ پښتو ص ۲۳ و تذکرہ شاعران ص ۱۱ از عبدالحلیم اثر ۔

(۲) تذکرہ شاعران ص ۱۵ ۔

بھی تھے ۔ آپ کے اس علم و فضل کے اعتراف پر صاحب خلاصۃ البحو نے آپ کو محقق افغانستان کا خطاب دیا تھا ۔ (۱)

آپ نے تحفۃ الخانیہ ۔ شرح جام جہان نما ۔ گنجینۃ الاولیاء نامی کتابیں علم تصوف پر لکھیں ۔ جن کا ابتدائی حصہ پشتو اور آخری حصہ فارسی میں ہے ۔ علم فقہ کی ایک مستند کتاب مسائل النساء لکھی ۔ جس میں عورتوں کے مسائل ہیں ۔ (۲)

اس کے علاوہ اپنے والد حضرت اخوند درویزہ کی تصانیف کی حفاظت و اشاعت کا سہرا آپ ہی کے سر ہے ۔ آپ نے تذکرۃ الابرار والاشرار ۔ شرح امالی ۔ برہان الانبیاء والاولیاء ۔ ارشاد المریدین ۔ ارشاد الطالبین کی تصحیح فرمائی ۔ نیز مخزن اسلام کے اقوال اور مضامین کو اکٹھے کرکے اس کو ترتیب و تدوین دی ۔ یہ کتاب آپ کی محنت کی وجہ سے کافی علمی ۔ ادبی اور تاریخی حیثیت رکھتی ہے ۔ اسی وجہ سے آپ کا شمار جید علماء میں کیا جاتا صحیح تھا ۔ آپ کے بارے میں صاحب خزینۃ الاصفیاء نے لکھا ہے ۔ (۳)

---

(۱) تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۳۹۶ از اعجاز الحق قدوسی ۔

(۲) روحانی رابطہ ص ۵۲۹ از عبدالحلیم اثر و ماشتنئ مجلہ ص ۲۵ ماہ مئی ۱۹۷۸ء پشتو اکیڈیمی پشاور

از محققان این طائفه و عارفان این جماعت است ۔ صاحب شریعت و طریقت

و حقیقت بود ۔ و از کلام او اظهر من الشمس است ۔

ترجمہ :۔ آپ محققین اور عارفین کی جماعت میں سے ہیں ۔ صاحب شریعت

طریقت اور حقیقت ہیں ۔ اور آپ اپنے کلام سے سورج کی طرح چمکتے ہیں۔[1]

آپ کی تصانیف میں کاشف اللغات نامی کتاب بھی ملتی ہے ۔ یہ

کتاب فارسی میں ہے ۔ اس کے سینتیس اوراق ہیں ۔ بانک طباعت ہے اور غیر مطبوعہ

ہے ۔ اس کے کاتب سید فیض علی شاہ صاحب بتائے گئے ہیں ۔ اس کے صفحات

۷۴ ہیں ۔

یہ مخطوطہ بھی غالباً بارھویں صدی کے اوائل میں لکھا گیا ہے ۔

اس کتاب کی وجہ تالیف یوں بیان ہوتی ہے ۔

" اما بعد می خواهد ۔ این فقیر حقیر عبدالکریم بن مخدوم

دریوزہ کہ سخنی چند از ایمان و کفر درین اوراق بیارد ۔ و بعضے بزبان

فارسی و بعضے بزبان افغانی تا ضعفائے افغانان را فائدہ دین حاصد آید

ہرانکہ این جماعت افغانان محبت دین درد ۔ بسیار دارد اما ازان روکہ از

---

(۱) خزینۃ الاصفیاء ص ۲۷۹-۲۷۸ مفتی غلام سرور ۔

انواع علوم عالی اند ۔ نه طریقهٔ حصول می دانند ۔ و نه طریقه زوال

ایمان ۔ پس فقیر می‌خواهد که همه طریقهٔ حصول ایمان بیان بکند تا هرکه

از ایشان دینی مجموع نظر بکند و باور بکند از انواع کفر خلاص گردد و بر

ایمان مستقیم گردد ۔ (۱)

ترجمہ :۔ اس کے بعد اس فقیر کی خواہش ہے کہ ان اوراق میں ایمان اور

کفر کے بارے میں چند معروضات پیش کرے ۔ بعض باتیں فارسی زبان میں اور

بعض افغانی میں ۔ تاکہ ان افغانوں کو بھی فائدہ ہو ۔ جن کے عقائد

کمزور ہیں ۔ افغانوں کی اس جماعت میں دین کی محبت تو شدید ہے ۔

لیکن چونکہ مختلف علوم سے ناواقف ہیں اس لئے ان کو یہ نہیں معلوم کہ

کس طریقے سے ایمان حاصل ہوتا ہے ۔ اور کن باتوں سے ایمان کمزور ہو

جاتا ہے ۔ پس اس خاکسار کی آرزو ہے کہ ایمان حاصل کرنے کا طریقہ

بتائے ۔ تاکہ ان افغانوں میں سے جو شخص ان مطالب کا مطالعہ کرے ۔

وہ کفر کی مختلف قسموں سے آزاد ہو جائے ۔ اور اس کو صحیح ایمان نصیب

ہو جائے ۔

---

(۱) کاشف الحجاب (قلمی) ص ۲-۳ از سید محمد علی شاہ (بحوالہ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور)

مؤلف نے فصل دو اول میں ایمان کی دو قسمیں بتلائی ہیں ۔ (۱) ایمان تفصیلی اور

(۲) ایمان اجمالی ۔ اور پھر ان کی شرح کی ہے ۔

صفحہ ۲۸ تک تمام تشریحات فارسی میں ہیں ۔ صفحہ ۲۹ سے پشتو شروع

ہوگئی ہے ۔ اور اس کے بعد کے ۴۶ صفحات کے سارے مضامین پشتو میں ہیں ۔

پشتو والے حصے میں زیادہ تر فرقہ شیعہ کے عقائد پر تنقید کی گئی ہے ۔

یہ مخطوطہ اس وقت دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور میں موجود ہے ۔

اسی لائبریری والوں نے فہرست مخطوطات (عربی ۔ فارسی) جو شائع کی

ہیں اس میں جلد اول کے صفحہ ۱۲۹ پر اس کا ذکر کیا ہے ۔

ان کے علاوہ ان کی ایک کتاب "مکتوبات شیخ عبدالکریم بابا" کے نام سے بھی

مشہور ہے ۔ جس میں انہوں نے چودہ مکتوبات لکھے ہیں " یہ فارسی اور عربی عبارت" پر

مشتمل ہیں ۔ آپ نے ان مکتوبات کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

" بسبب امر المعروف و نہی المنکر کہ فرض علی الکفایہ است ما طرف

عالم و عالمیان بسلاطین و سلاطین و مشائخ ارسال داشتہ بودند ۔ مع التماس ایشان

و ایشان بخطوط تعظیم و اجلال استقبال نمودہ بودند ۔[1]

---

(۱) مکتوبات شیخ عبدالکریم بابا ص ۲ ۔ شائع شدہ مذہبی کتب خانہ محلہ جنگی عقب تھانہ خوانی پشاور

ترجمہ :- آپ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مطابق جو فرض کفایہ ہے یہ خطوط اپنی ذاتی استعداد اور التماس کے ساتھ دنیا کے مختلف اطراف کے علماء اور صالح مسلمانوں اور مشائخ کی خدمت میں بھیجے تھے - اور ان حضرات نے عزت و احترام کے ساتھ ان خطوط کا خیر مقدم کیا تھا -

آپ نے کانسو میں(۱) سکونت کے دوران لوگوں کو اللہ تعالی کے دین کی دعوت دلائی - اور وہ لوگ جو دین اسلام کے مخالف تھے ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا -

جہان گیرداد نے مسلمانوں کے ہمراہ ہراہ (مدین سوات) میں کافروں کے لشکر سے آمنے سامنے ہوئے ہراہ کے وقت جب آپ نماز پڑھ رہے تھے آپ پر حملہ کیا گیا - اور آپ ۱/ شوال ۱۰۴۲ھ / ۱۶۳۱ء میں شہید کر دیئے گئے(۲) - آپ کی ایک یادگار قبر ہراہ میں بھی ہے - مگر لاش کے خراب ہونے کی ڈر سے آپ کے مریدوں نے آپ کو واپس کانسو پہنچایا - اور یہیں پر آپ کو دفن کیا گیا - اور اب بھی گیرداد

---

(۱) کانسو گون مذکورہ ضلع سوات سے دو میل دور جنوب کی جانب واقع ہے -

(۲) خزینۃ الاصفیاء ص ۳۱۲

شہید کے نام سے اسی مقام پر ہر سال مشاعرہ اور آپ کا عرس نہایت عقیدت اور احترام سے منایا جاتا ہے۔ (۱)

آپ کی علمی اور مذہبی خدمات کے پیش نظر اخوندہ کے نامور پشتو صوفی شاعر حافظ الپوری نے اپنے دیوان میں لکھا ہے۔

یو عالم دې بل شهید شوي   عجیبه د ور فرسد شوي

د کانړو میان کریمداد ؏   ما نیولې لمن ستا ده (۲)

ترجمہ :- ایک تو عالم ہو دوسرے شہید ہوگئے عجیب طریقے سے علیحدہ ہوئے۔

کانڑو کے میاں کریمداد میں نے آپ کا دامن پکڑا ہوا ہے۔

پیر بابا کی وفات کے بعد حضرت اخوند درویزہ بونیر سے سوات کے اسلام پور نامی گاؤں آئے۔ میاں کریمداد بھی ہمراہ تھے۔ اسلام پور سے منتقل اور پھر واپس سوات گئے۔ اور کانڑو نامی گاؤں میں سکونت اختیار کی۔ اس جگہ میاں کریمداد نے درس و تدریس اور دین الٰہی کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ بہت سے لوگ آپ کے حلقہ ارادت اور شاگردی میں شامل ہوئے۔ ان میں دو بیٹوں کے علاوہ آپ کے دو بیٹے

---

(۱) ماہنامہ مجلہ ص ۴۵ ماہ مئی ۱۹۷۸ء۔ (۲) دیوان حافظ الپوری ص ۱۱۸۔

(۱) (۲) (۳)
میاں نور محمد اور میاں دولہ بھی تھے۔

---

(۱) آپ کو بچپن ہی سے علمی اور مذہبی ماحول ملا۔ اور اس سے متاثر ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ جوانی میں لاہور تشریف لے گئے۔ اور لاہور و سلطان پور کے علماء کے چشمہ فیض سے فیضیاب ہوئے۔ علوم متداولہ سے فراغت کے بعد آپ سلوک و طریقت کی طرف متوجہ ہوئے۔ ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰ء میں پہلی بار حضرت سید آدم بنوری کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کے دست مبارک پر بیعت ہوکر طریقہ نقشبندیہ کے سلسلے میں منسلک ہوئے۔ آپ بنور میں اپنے پیر و مرشد کے زیر تربیت ریاضت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مرتبہ کمال حاصل کرکے خلافت سے سرفراز ہوگئے۔ حضرت سید آدم بنوری کی وفات (شوال ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء) کے بعد آپ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ تین سال تک وہیں رہے۔ اس قیام کے دوران تین بار حج ادا کیا۔ اور بار بار روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ اور پورے تین سال تک مقامات مقدسہ میں ریاضت و عبادت کرتے رہے۔

مولانا محمد امین بدخشی لکھتے ہیں۔

"شیخ نور محمد در سوات به قوم یوسفزی ساکن اند۔ مهر ارشاد و طریقه می کوشند و جمعی را در طریقه نقشبندیه ذوقی ساخته اند و لکن توکل و ریاضه و پیر اتفاقی در ایشان غالب است۔ مگر اتفاقی به ارشاد و طریقه کما ینبغی مصروف

... ...

حاشیہ مذکور۔

= عالمی را نقشبندی ساختند باوجود لباس فقر و تہی دستی مقتدائے دیار اند ۔ گاہی باعلماء و صلحاء دیار خود اتفاق نمودہ ۔ قوم خود را جمع سازند ۔ گاہی ہفتاد ہزار و گاہی کم و زیادہ ہمین جمع گردیدہ ۔ بہ جنگ کفار می روند ۔ ہزار ہا را قتل نمودہ ۔ ہزار ہا اسیر می گردند ۔

ترجمہ :۔ شیخ نورمحمد سوات میں وسعزیٰ قوم میں مقیم ہیں ۔ اور شریعت و طریقت کے ارشاد میں کوشش فرماتے ہیں ۔ طریقہ نقشبندیہ کے سلسلہ بہت سے لوگوں کی توجہ فرمائی ہے ۔ لیکن ذوقیہ و ریاضیہ اور معقول سے بھی الاتفاق ان پر غالب ہے ۔ تاہم ارشاد و طریقت کو پوری پوری توجہ فرماتے ہیں ۔ ایک پوری عالم کو نقشبندی طریقے پر چلایا ہے ۔ اور باوجود لباس فقر و تہی دستی کے اپنے علاقے کے مقتداء ہیں ۔ کبھی کبھی اپنے علاقے کے علماء صلحاء کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے اپنی قوم کو جمع فرماتے ہیں ۔ کبھی ستر ہزار کبھی کم و بیش ۔ اور کافروں سے جنگ کرتے ہوئے ہزاروں کو قتل کر دیتے اور ہزاروں کو قید بنا لیتے ہیں ۔

آپ بے حد منکسر المزاج اور متواضع بزرگ تھے ۔ اور ریا نمود و نمائش سے بہت اجتناب فرماتے ۔ آپ حضرت سید آدم بنوری کے بہت بڑے عالم ، بہت عظیم اور بہت کریم خلفاء میں سے ہیں ۔ باوجود کمال قبولیت اور باوجود کثرت اتباع کے شاہد تہی دستی کی

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ سے پوچھا ۔ کہ خوش کس کو کہتے ہیں ۔ اور اس کی تعریف

کھلا   کیا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ جو خوش ہوتا ہے اور دوسرا شخص جو اس کے چہرے کو

حاشیہ مذکورہ ۔

= مدت سے منصف تھے ۔ آپ نے علاقہ یوسفزئی میں رشد و ہدایت کے چراغ کو روشن کیا ۔

اور ان کی بدولت یوسفزئی قبیلے کے بہت سے لوگ درجۂ ولایت کو پہنچے ۔ پشاور

میں آپ کے کافی مرید ہیں ۔ آپ نے ۱۰۵۹ھ / ۱۶۴۹ء میں وفات پائی ۔

(ماخوذ نتائج الحرمین (قلمی) ورق ۱۲۴ ۔ ۱۴۰ و خزینۃ الاصفیاء ص ۴۳۶) ۔

(۲) میاں دولت خان عالم و فاضل تھے ۔ تصوف کے سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد حضرت میاں

گرہداد سے ماذون تھے ۔ انتہائی نیک اور متقی شخص تھے ۔ آپ نے دین اسلام کے

لئے بے حد مالی و جانی خدمات انجام دیں ۔

شیخ الجہان طور شمار کئے جاتے تھے ۔ ضلع سوات میں اسلام پور کے قبرستان میں

مدفون ہیں ۔

(ماخوذ از ماہنامہ مجلہ پشتو مئی ۱۹۶۸ء ص ۲۵ رحیم شاہ رحیم)

(۳) ماہنامہ مجلہ پشتو ص ۴۴ ۔

....

دیکھتا ہے ۔ تو تبسم کرتا نظر آتا ہے ۔ (۱)

آپ کی کرامت کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ آپ ایک جزو کاغذ روزانہ

اپنے کس میں لے جاتے تھے ۔ اور چراغ کی روشنی کے بغیر لکھتے تھے ۔ اور صبح کو

اپنے دوستوں کو دے دیتے ۔ یہاں تک کہ کتاب ختم ہوگئی ۔ (۲)

۲۔ میاں عبداللہ :۔

آپ کے دوسرے صاحبزادے کا نام میاں عبداللہ تھا ۔ آپ میاں اللہ داد

اور الهداد کے نام سے مشہور ہوئے ۔ عالم اور فاضل تھے ۔ (۳)

آپ کی اولاد میں میاں عبدالسلام نے بہت نام پیدا کیا اور اپنے باپ دادا (۴)

---

(۱) تحفۃ الابرار جدول ثانی در بیان حضرات چشت اہل بہشت ص ۱۶۲ ۔
از مرزا آفتاب بیگ عرف محمد نواب مرزا بیگ مظہر رضوی دہلوی ۱۳۲۳ھ ۔

(۲) تذکرہ علمائے ہند ص ۳۲۰ از رحمان علی و معارج الولایۃ قلمی ورق ۱۳۶۔

(۳) روحانی رابطہ ص ۵۲۷ ۔

(۴) آپ اپنے چچا میاں کریمداد کے مرید تھے ۔ بہت بڑے عالم اور بزرگ تھے ۔
ایسا بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے زندگی بھر شادی نہیں کی تھی ۔ اور
اگر شادی شدہ بھی تھے مگر کوئی اولاد نہیں تھی ۔ آپ اپنے گھرانے کے آخری

کی طرح دین النبی کی خدمت کی ۔

میاں عبداللہ بھی اپنے بھائی کے ساتھ کانجو میں رہا ۔ مگر بھائی کی شہادت کے بعد سلامپور نامی گاؤں جو مینگورہ کے جنوب میں واقع ہے سوات میں سکونت اختیار کی ۔ اور وہیں پر وفات پائی ۔ میاں جی کے نام سے بھی آپ کو یاد کیا جاتا ہے ۔

۳) میاں خالقداد :-

آپ کے تیسرے بیٹے کا نام عبدالخالق ہے ۔ خالقداد کے نام سے شہرت حاصل کی ۔ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ مؤلف بھی تھے ۔ "شرائط احکام ایمان" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے ۔ جو بالکل نایاب ہے ۔ (۱)

ان کا مزار نوے کلے ضلع سوات میں مینگورہ کے نزدیک ہے ۔

— شاعر سمجھے جاتے ہیں ۔ کیونکہ آپ کی چند غزلیں پڑھ کر ہی آپ کو شاعروں کی صف میں شمار کیا جاسکتا ہے ۔ اس کے علاوہ گوہر گنج نامی کتاب بھی آپ نے لکھی ہے ۔ سلسلہ "چشتیہ" میں آپ ماذون تھے ۔ آپ نے بھی علمی اور مذہبی کمالات کی بنا پر اپنے اور اپنے خاندان کا نام روشن کرایا ۔ آپ کا مزار بھی اسلام پور سوات میں ہے ۔
.... (ماخوذ پشتو رسالہ ماہ اکتوبر ۱۹۸۰ء
تحریر از رحیم شاہ رحیم)

(۱) روحانی رابطہ ص ۵۲۶ ۔
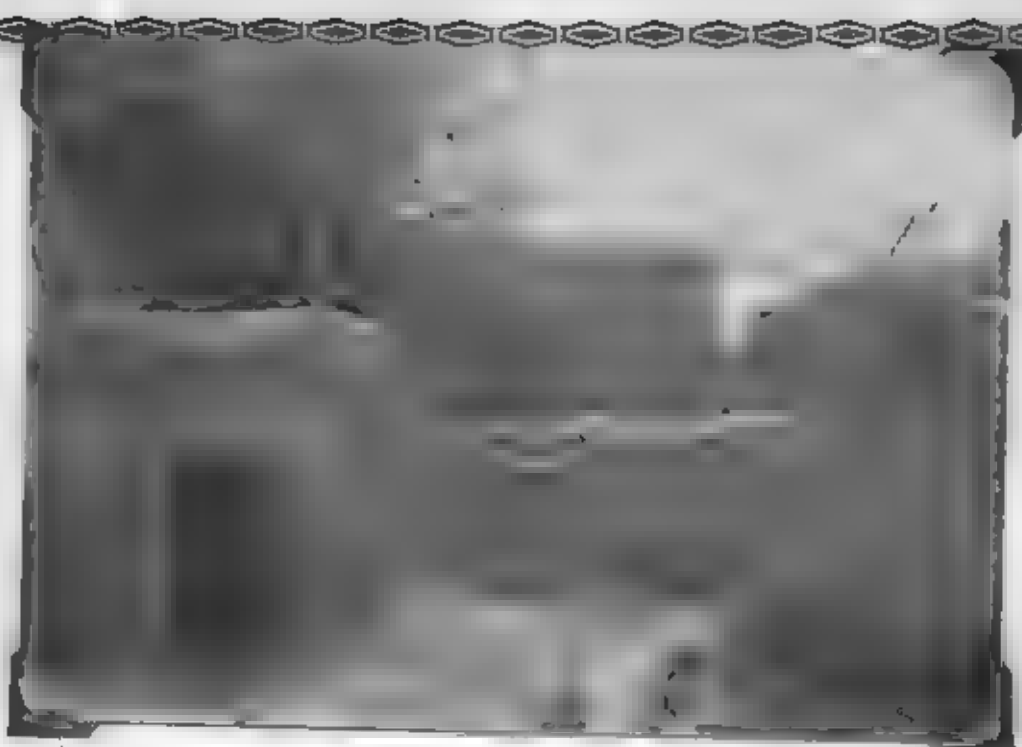
یہ چھوٹا سا کمرہ جس کا دروازہ سبز ہے۔ اس کی تعمیر مٹی کی ہے۔ موجودہ گدی نشین شاہ صاحب کی
نشست و برخاست کی جگہ ہے۔ اس کے گرد سبز درخت ہیں۔

مزار کے صدر دروازے کے سامنے پانی پینے کا کنواں ہے یہاں پر خصوصاً تانگے والے اپنے
گھوڑوں کو ہزار خوانی کا وُں جاتے ہوئے ضرور پانی پلاتے ہیں۔

۴) میاں پائندہ خان :-

چوتھے اور آخری بیٹے کا نام میاں پائندہ محمد ہے عالم و فاضل تھے علم فقہ کی کتابوں پر بہت سے حاشیے لکھے ہیں ۔

ان کا مزار دیر میں آندلنڑی میں واقع ہے ۔[1] اور دیر کے تمام میاگان آپ کی اولاد ہیں ۔

(۱) روحانی رابطہ ص ۵۲۸ ۔
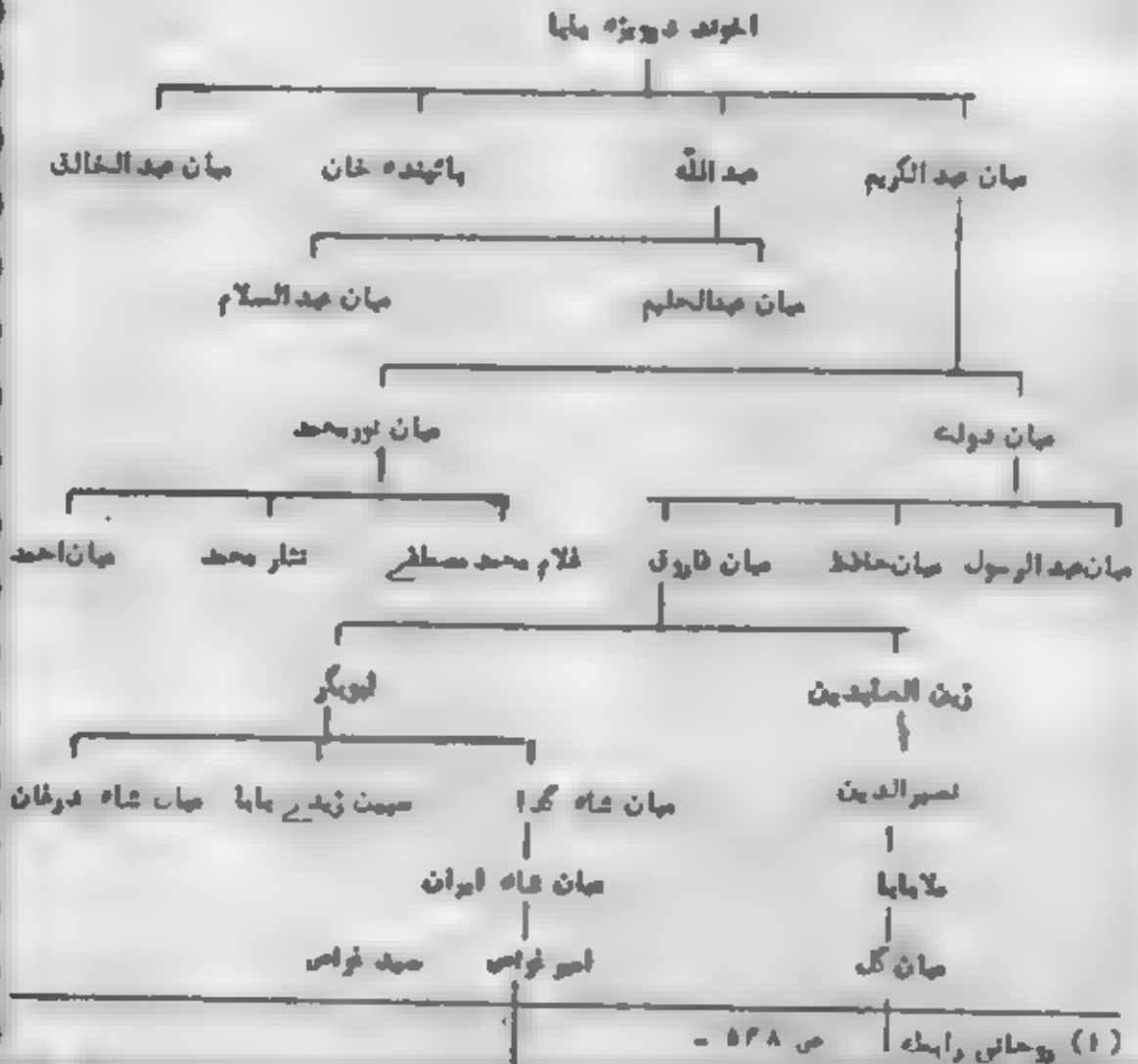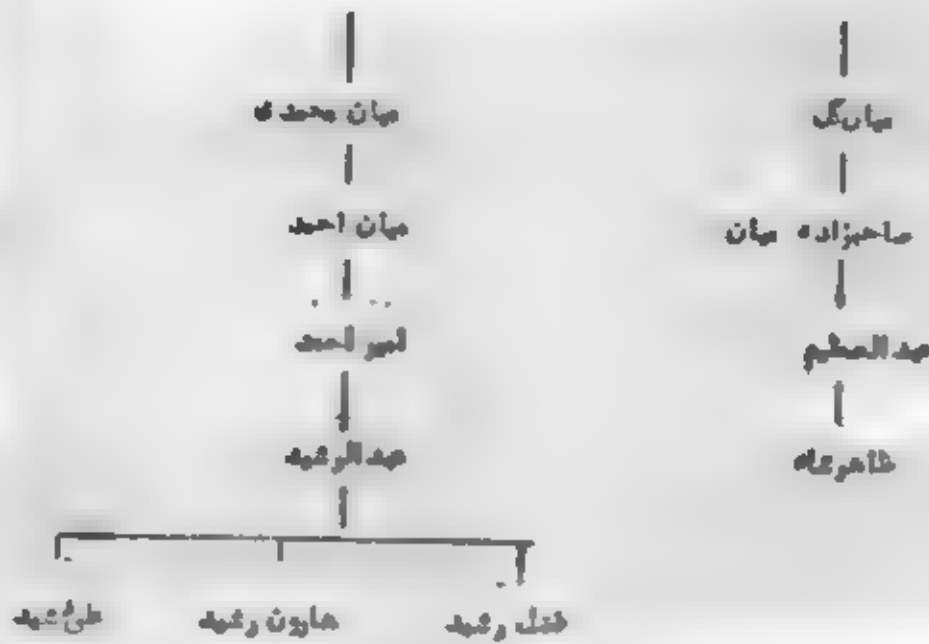
(ماخوذ پشتو مجلہ رسالہ ماہ اکتوبر ۱۹۸۰ء از رحیم شاہ رحیم)

امروزہ آپ کی اولاد میں میاں عبدالعظیم سجادہ نشین ہیں ۔ مدین سوات میں آپ کی رہائش گاہ ہے ۔ "شاہ صاحب" کے لقب سے آپ کو پکارا جاتا ہے ۔ ہزاروں کی تعداد میں مریدین ہیں ۔ انتہائی نیک ۔ مخلص اور منکسر المزاج شخص ہیں ۔ حضرت اخوند درویزہ کے عرس کا اہتمام بھی آپ کرتے ہیں ۔ اور کسی قسم کا چندہ وغیرہ نہیں ہوتا ۔ بلکہ آپ ہی اپنے ذاتی خرچ سے لنگر وغیرہ کا بندوبست کرتے ہیں (۸۰) امروزہ آپ کی عمر تقریبا اسی برس سے زیادہ ہے ۔

....

باب ہفتم

خلفاء

پنجو بابا
حضرت اخوند پنجہ

دسویں صدی ہجری میں صحیح مذہبی روح کو بیدار کرنے ، اصلاح باطن پر زور دینے اور روحانیت کو سنوارنے میں دوڑ دھوپ کرنے والوں میں حضرت اخوند پنجہ پنجو کا نام قابل ذکر ہے ۔

صوبہ سرحد میں آپ نے کٹھن اور مشکل مراحل کے دوران پٹھانوں کو عرفان و ہدایت کی روشنی دکھائی ۔ جن کی خانقاہ مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کا مرکز بنی رہی ۔

نام و نسب :-

آپ کا اصلی نام عبدالوہاب بن غازی سید بابا اور لقب پنجو[۱] ہے ۔ آپ نسباً

---

(۱) پنجو آپ کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ ارکان خمسہ کی تعلیم پر بہت زور دیتے تھے ۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے بایزید انصاری کو رشد و ہدایت کی تلقین فرمائی ۔ جو اس نے آپ کو پنجو کا خطاب دیا ۔ جب آپ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کہ اس

حسینی سید ہیں ۔ طریقۂ چشتی ہیں ۔ آپ کے بزرگ عرب سے آکر ہندوستان میں (۱) سنبھل کے مقام پر قیام پذیر ہوئے ۔ اس لئے آئین اکبری میں ابوالفضل نے آپ کو شیخ سنبھلی کے نام سے پکارا ہے ۔

— سے بہتر اور کیا ہوگا کہ میرا لقب بانی مبانی اسلام ہو ۔ اور دعا فرمائی کہ قیامت تک میرا یہی لقب ہو ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔

(ماخوذ تذکرۂ مشائخ سرحد ص ۱۵ ـ ۱۶)

....

(۱) ابوالفضل شیخ مبارک کا دوسرا بیٹا تھا ۔ جو ۶/ محرم ۹۸۵ھ / ۱۵۴۲ء کو آگرے میں پیدا ہوئے ۔ بچپن ہی میں لوگ اس کی غیر معمولی ذکاوت کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے ۔ اس نے اپنے والد شیخ مبارک اور اپنے بڑے بھائی فیضی سے تعلیم حاصل کی ۔ اور پندرہ ہی سال کی عمر میں علوم رسمیہ کی تکمیل کرلی پھر اس نے فلسفہ و حکمت میں شیخ حسن علی موصلی سے استفادہ کیا اور اپنے زمانے کے یگانۂ روزگار علماء میں اس کا شمار ہونے لگا ۔ ۹۸۱ھ میں وہ بڑے بھائی فیضی کی سفارش پر اکبر کے دربار میں باریاب ہوا ۔ اور اکبر کے سامنے آیۃ الکرسی کی تفسیر پیش کی ۔ جسے اکبر نے بے حد پسند کیا ۔ اس زمانے میں اکبر مہم بنگالہ پر روانہ ہو رہا تھا ۔ ۹۸۲ھ میں اکبر کی واپسی پر ابو الفضل نے اکبر کے سامنے سورہ

...   .

حاشیہ مذکور -

فتح کی تفسیر پیش کی جسے اکبر نے بےحد پسند کیا - اس کی اس تفسیر نے اکبر کی نظر میں اس کی وقعت کو کئی گنا بڑھا دیا - اور اس نے بادشاہ کی نظر میں اس قدر تقرب حاصل کیا کہ منصب بستی سے لے کر منصب پنج ہزاری تک پہنچایا - اور شاہی "میر منشی" مقرر ہوا - تمام احکام شاہی اس کے قلم سے نکلتے تھے اور جملہ آئین و اصلاحات اس کی رائے سے وضع ہوتی تھیں - لیکن افسوس ہے کہ اس نے دنیاوی جاہ و اعزاز کو اپنا مقصد بنا کر جو اس گمراہی کو اختیار کیا جس میں اکبر کی خوشنودی حاصل ہوتی تھی - اکبر نے جب مذہب دین الٰہی کی بنیاد رکھی تو دین الٰہی کے عقائد و ضوابط ابو الفضل نے گھڑے اور دین الٰہی کا خلیفہ "اول ٹھہرا -

۱۰۰۶ھ میں ابوالفضل اکبر کے ساتھ قلعہ "اسیر گڑھ" کی فتح میں شریک تھا - جب اسیر گڑھ کی فتح کے بعد اکبر شمال کی طرف چلا تو خانخانان عبدالرحیم نے جو ان دنوں دکن کی مہم پر مامور تھا - اکبر سے درخواست کی کہ ابوالفضل کو میری مدد کے لئے چھوڑ جائیے - اکبر نے خان خانان کی یہ درخواست منظور کر لی اور ابوالفضل کو خان خانان کے حوالے کر کے اکبرآباد روانہ ہو گیا - ؎ خان خانان سپہ سالار تھا - اور ابوالفضل اس کے ساتھ تھا - خان خانان نے ابو الفضل کو اس قدر تنگ کیا کہ وہ زندگی

آپ کے والد ۹۲۳ھ/ ۱۵۲۶ء کے قریب ہندوستان سے نکلکر ضلع ہزارہ کے واسطے وضع بارحسین علاقہ پوسٹری میں سکونت حاصل کی۔ اور پوسٹری میں قیام کے دوران (۱) آپ کی ولادت ہوئی۔ (۲) جبکہ سید امیرشاہ قادری نے آپ کی ولادت ۹۱۵ھ/ ۱۵۲۸

سے بیزار نظر آنے لگا۔ اس نے بادشاہ کے نام دکن سے کئی خطوط اور عرضیاں روانہ کیں۔ لیکن وہ خط اور عرضیاں اکبر تک پہنچنے نہیں پاتے تھے۔ جب الہ آباد میں جہانگیر نے بغاوت کی تو اکبر نے ابوالفضل کو لکھا کہ تم اپنا کام اپنے بیٹے عبدالرحمان کے سپرد کرکے فوراً اکبرآباد پہنچو۔ جہانگیر کو معلوم ہوا تو اس نے سوچا اگر ابوالفضل دربار میں پہنچ گیا تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ اس نے بندھیلہ کے نرسنگھ دیو کو لکھا کہ ابوالفضل کو یقیناً تمہارے علاقے سے گزرنا ہے۔ جیسے ہی وہ تمہارے علاقے میں پہنچے تم اسے قتل کردو۔ چنانچہ ابوالفضل اس کے علاقے سے گزرا تو نرسنگھ دیو نے جو اس کی گھات میں تھا۔ دو تین ہزار فوج کے ساتھ حملہ کیا۔ ابوالفضل یکم ربیع الاول ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء کو مردانہ وار مقابلہ کرتا ہوا قتل کیا گیا۔ اس کا سر جہانگیر کو بھیج دیا گیا اور دھڑ گوالیار کے قریب انتری میں دفن ہوا۔

ابوالفضل کی تصانیف میں "آئین اکبری" اکبرنامہ "رقعات ابوالفضل" عیار دانش اور انجیل کا فارسی ترجمہ اور دوسری کتابیں ہیں۔

(نزہۃ الخواطر جلد ۵ ص ۲۵-۲۶ رود کوثر صفحہ ۱۲۹)

(۱) (۲)
الکائی نامی گاؤں میں ہوئی ۔

وہ مذکورہ مصنف کی رائے ان کی ذاتی اور ملاقاتی تحقیق کے مطابق قابل ترجیح ہے ۔

آپ کے والد غازی بابا ایک عابد اور زاہد بزرگ تھے ۔ ۱۲۲۰ھ / ۱۵۳۷ء
(۳)
میں حضرت صالح محمد المعروف دیوانہ بابا کی خالہ سے آپ کا نکاح ہوا ۔ اور ۹۵۸ھ / ۱۵۵۱ء میں پشاور آئے ۔ اور یہیں پر وفات پائی ۔ آپ کا مزار الحمہ بالا حصار کے نیچے
(۴)
والی لیمہ گراؤنڈ میں واقع ہے ۔

---

(۱) یہ علاقہ آج کل ضلع مردان تحصیل صوابی کا مشہور گاؤں ہے ۔

(۲) دائرہ معارف اسلامیہ ص ۲۱۰ ۔

****

(۱) یہ علاقہ یوسفزئی کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے ۔ اور تحصیل صوابی میں واقع ہے ۔

(۲) تذکرہ مشائخ سرحد ص ۱۴ ۔

(۳) حضرت دیوانہ بابا قبیلہ یوسفزئی کی ذیلی شاخ ہوتخیل سے تعلق رکھتے تھے ۔ ابتداً میں آپ موضع جلبئی تحصیل صوابی ضلع مردان میں سکونت رکھتے تھے ۔ بعد ازاں علاقہ بونیر تشریف لے گئے ۔ اور حضرت سید علی شاہ خواص ترمذی عرف پیر بابا کے حلقہ

ترکہ پدری میں جو نقدی اور جنس حضرت اخوند پنجو بابا کو وراثتہ

میں ملی تھیں وہ سب آپ نے خیرات کردی۔ تھوڑے دن بعد آپ کی والدہ ماجدہ بھی

وفات پاگئیں۔ اور ان کی میراث کو بھی جو آپ کو ملی تھی وہ بھی راہ خدا میں آپ نے

دے دیئے۔ صرف کتابیں اپنے پاس رکھے رہیں۔ (۱)

تعلیم و تربیت

جب آپ اٹھارہ برس کے ہوئے تو آپ کے والد صاحب پشاور تشریف لائے۔

اور شہر کے قریب موضع جوہا گھر (۲) میں بچوں کی تعلیم کے خیال سے سکونت اختیار کی۔

یہیں پر آپ نے ابتدائی تعلیم مقامی علماء سے حاصل کی۔ اور پھر ہندوستان تشریف

لے گئے۔ اور زیادہ تر روہیل کھنڈ میں قیام کیا۔

—— بیعت و ہدایت میں شامل ہوکر اذن و خلافہ سے سرفراز ہوئے۔

(ماخوذ تاریخ حافظ رحمت خانی ص۲۱۳ و روحانی رابطہ ص۴۶۲)

(۲) تذکرہ صوفیائے سرحد ص۲۰۶۔

....

(۱) تکملہ تذکرہ صوفیائے سرحد ص۲۰۸۔

(۲) جوہا گھر پشاور سے چارسدہ روڈ پر جنوب کی طرف واقع ہے۔

جب آپ کی عمر پینتالیس برس کی ہوئی ۔ تو آپ واپس پشاور تشریف لائے ۔
اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا ۔ آپ کا اہم مشغلہ درس و تدریس کا تھا ۔ آپ نے
درس و تدریس میں ایسا مقام پیدا کیا اور ایسے شاگرد تیار کئے کہ آپ کے فارغ شدہ
طالب علموں نے صوبہ سرحد کی سرزمین کو اپنی ضو فشانیوں سے منور کیا ۔ (1)

علم ظاہری کے ساتھ ساتھ علم باطنی کی طرف آپ کی طبیعت زیادہ مائل
تھی ۔ آپ کے معمولات میں صبح کی نماز سے لے کر چاشت کی نماز تک ذکر و فکر درود
تک اوراد ۔ نماز ظہر کے بعد قیلولہ اور پھر تفسیر حدیث فقہ اصول منطق اور
اخلاق کا درس شامل تھا ۔ یعنی آپ کا تمام وقت یاد الٰہی اطاعت رسول اور مخلوق
خدا کی خدمت میں خرچ ہوتا ۔

دوران ذکر عشق الٰہی اتنا غالب ہوتا کہ چہرہ مبارک سے آگ کے شعلے
نظر آتے ۔ آپ نے امر بالمعروف کے لئے مختلف علاقوں میں جماعتوں کو بھیجا اور ایسی
بے خبر اور لاپرواہ قوم کو جو فسق و فجور میں مبتلا تھی وعظ نصیحت کرنا شروع کی ۔
عوام الناس کے لئے آپ نے ابتداءً پانچ بنائے اسلام سے کام شروع

(1) تحفۃ الاولیاء از قاضی میر احمد شاہ رضوانی ۔

کیا ۔[1]

طلبہ کے لئے درس و تدریس کا اہتمام کیا ۔ آپ کی یہ خدمت اتنی

شہرت اختیار کر گئی کہ لوگ دور دور سے آنے لگے ۔ اور حسب توفیق علوم اسلامی

سے مستفید ہونے لگے ۔ حتیٰ وہ علماء جوکہ ہندوستان اور دوسرے ملکوں کے علماء سے

سند فراغت حاصل کر لیتے تھے ۔ وہ تبرکاً آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بھی

تجدید سند کرتے[2] حضرت اخوند پنجو صاحب نشر علوم اور درس و تدریس

میں مصروف رہتے ۔ آپ کو پشتو ۔ فارسی اور ہندی زبان بولنے اور لکھنے کی کافی

مہارت حاصل تھی ۔ آپ نے فقہ حنفی کی کتاب کنزالدقائق کا پشتو ترجمہ نظم

کیا ہے جو آج کل نایاب ہے ۔[3]

جب آپ کی عمر اڑتالیس سال کی ہوئی تو آپ موضع اکوڑہ[4] تشریف

---

(۱) تذکرہ مشائخ سرحد ص ۱۸۔

(۲) ایضاً ص ۱۹

(۳) خزینۃ الاصفیاء ص ۲۸۰۔ ۲۷۹

(۴) یہ پشاور سے تیرہ میل دور ایک گاؤں ہے ۔ اسی جگہ حضرت اخوند پنجو

لے گئے ۔

۹۹۳ھ ۱۵۸۶ء میں آپ نے میر ابوالفتح[۱] تھانیسری کے ہاتھ پر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت کی ۔ آپ اپنے اوقات میں ایک صاحب کرامات ولی اللہ کی حیثیت سے مشہور ہوئے ۔ آپ نے بہت سی ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد خرقۂ خلافت حاصل کیا ۔[۲]

انہی دنوں میں حضرت اخوند درویزہ اپنے پیر و مرشد حضرت پیر بابا سے ملاقات کرنے کے بعد واپس بطور پشاور آ رہے تھے کہ اکوڑہ میں حضرت اخوند پنجو صاحب سے ملنے گئے ۔ وہاں دیکھا تو آپ وجد و ریاضت میں مستغرق تھے ۔

— صاحب آباد ہوئے ، اور اسی جگہ آپ کا مقبرہ بھی ہے ۔ ہر عیدین کے دوسرے دن سے چوتھے دن تک اس گاؤں میں بڑا زبردست میلہ لگتا ہے ۔ جس میں دور دراز سے لوگ آتے ہیں ۔

****

(۱) آپ شیخ جلال الدین تھانیسری کے خلیفہ اور مرید تھے ۔ جو دسویں صدی ہجری کے سلسلہ چشتیہ کے علمبرداروں میں سے تھے ۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے بھی آپ سے دو مرتبہ ملاقات کی ہے ۔ آپ کا سلسلۂ نسب عمر فاروق تک جا پہنچتا ہے ۔ آپ کے والد کا نام قاضی محمد عمری تھا ۔ شہنشاہ اکبر بھی

"حضرت اخون درویزہ صاحب تشریف آوردند ۔ ایشان بہ مراقبہ و

استغراق بودند ۔ پشتہ ایشان را دیدند ۔ و نخواستند کہ ایشان را از

شغل خود باز آرند وقفہ نہ کردہ روانہ شدند ۔ چون اخوند پنجو صاحب

مطلع شدند برائے دیدن اخوند درویزہ برآمدند ۔ ایشان دور تر رفتہ بودند

پشتہ ایشان می نمود ۔ برھمین اکتفا کردہ "۔ (۱)

ترجمہ :- "حضرت اخوند درویزہ تشریف لائے ۔ آپ (حضرت اخون پنجو بابا صاحب) مراقبہ اور استغراق میں تھے ۔ آپ کی پشت مبارک دیکھی ۔ اور نہ چاہا کہ آپ کو اپنے شغل سے روکے ۔ چنانچہ حضرت اخوند درویزہ نے انتظار نہ کیا اور روانہ ہوگئے ۔ پس جب حضرت اخوند پنجو صاحب مطلع ہوئے تو حضرت اخوند درویزہ کے دیدن اور ملاقات کے لئے باہر نکلے تو آپ بہت دور جاچکے تھے ۔ ان کی پشت مبارک کو دیکھ کر اسی پر اکتفا فرمایا"۔

چنانچہ کافی لوگوں نے آپ کی بیعت کی ۔ اور اپنا روحانی پیشوا ٹھہرایا ۔ (۲)

---

(۱) تحفۃ الاولیاء ص ۲۸ ۔

(۲) دائرہ معارف اسلامیہ ص ۲۱۰ ۔

آپ پر ہر وقت استغراق کی کیفیت طاری رہتی ۔ اور نماز کے وقت جو آپ کے معتقدین لفظ "یا حق" کہکر اٹھاتے ۔ آپ وضو کرتے اور نماز ادا کرنے کے بعد پھر اللہ کی یاد میں مستغرق ہوتے ۔ آپ سردیوں میں بھی بدن پر باریک ململ کا کرتہ زیب تن فرماتے ۔ (۱)

حاکم وقت کی عقیدت :-

آپ نے حضرت درویزہ کی طرح بایزید انصاری کے خلاف تبلیغی اور عملی طور پر کام کیا ۔ اور اس علاقے کے لوگوں کو بدعات سے نکال کر صحیح اسلامی راہ پر گامزن کیا ۔ (۲) اور بایزید انصاری کے ساتھ بہت سے مباحثے کیے ۔

ان مباحثوں کے دوران علی خان (۳) آپ کے ساتھ تھے ۔

تحفۃ الاولیاء میں ذکر ہے کہ "تاریکی اول و اعظم لعنۃ اللہ علیہ بایزید نام داشتہ کہ پسر عبداللہ اوروا واصل باشندہ شہری کانی گرم بود ۔

---

(۱) تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۲۲۲ ۔

(۲) تذکرہ علمائے ہند و پاکستان ص ۱۱۲۳۔۱۱۱ از مرزا محمد اختر دہلوی ۔

(۳) یہ آپ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے ۔ حضرت اخوند پنجو بابا ہمیشہ ان کو اپنے ساتھ رکھتے تھے ۔ اور خاص کر بایزید کے مریدین کے ساتھ مباحثوں کے لیے ان کو بھیجتے تھے ۔ (ماخوذ تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۲۲۲۔۲۲۳) ۔

علم تناسخ و وحدت الوجود آموخته گمراه شده بود سو کتابے در عقائد فاسده

خود به چهار زبان یعنی عربی - فارسی - افغانی و هندی تصنیف کرده - نامش

خیرالبیان نهاده بود ۔ (۱)

ترجمہ :- سب سے پہلے اور بڑے تاریکی جس پر خدا کی لعنت ہو - بایزید نامی

تھا - جو کہ عبداللہ کا بیٹا تھا - اور افغان قبیلے سے تعلق رکھتا تھا - اور شہر

کانی گرم کا تھا - علم تناسخ اور وحدت الوجود کے قائل ہونے کی وجہ سے گمراہ

ہوگیا تھا - اور کتاب جو کہ عقائد فاسدہ پر مبنی تھی چہارزبانوں یعنی عربی

فارسی - افغانی اور هندی میں لکھی - اور اس کا نام "خیرالبیان" رکھا -

آپ دنیاوی نمود و نمائش اور جاہ و جلال سے اتنے بے خبر تھے کہ اس وقت

کا حاکم اکبر بادشاہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا - ۹۹۳ھ / ۱۵۸۶ء میں

(۲)
بایزید نے جب حکومت مغلیہ کے خلاف شور مچایا - تو جلال الدین اکبر خود مقابلے کے

---

(۱) تحفۃ الاولیاء ص ۱۴ -

(۲) جلال الدین اکبر اپنے والد همایون کی جلاوطنی کے زمانے میں ۲ ربیع الاولی ۹۴۹ھ/

۱۵۴۲ء میں جب همایون شیرشاہ سے شکست کھا کر سندھ میں مقیم تھا - حمیدہ بانو

لئے آیا — اسی دوران اکبر بادشاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا — تو آپ اپنی مسجد " جو کھجور (1) والی مسجد " کے نام سے مشہور تھی — اس میں مقیم تھے — طالب دعا ہوا — اور آپ نے اس کے حق میں کامیابی کی دعا فرمائی — مگر جب اکبر نے آپ کو تحائف پیش کیے تو آپ نے قطعاً انکار کر دیا ۔ (2)

آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ کوئی حاجت مند بھی آپ کے در سے خالی نہ جاتا — استغناء اور بے نیازی کی یہ حالت تھی کہ مغلیہ حکمرانوں نے کئی مرتبہ لنگر

= کے بطن سے عمرکوٹ ضلع تھرپارکر (سندھ) میں پیدا ہوا — ۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء میں جب ہمایوں نے وفات پائی تو اکبر کی تاجپوشی کلانور ضلع گورداسپور میں ہوئی — اس وقت اکبر کی عمر ۱۴ سال کی تھی — کم عمری کی وجہ سے بیرم خان اس کا اتالیق اور وکیل سلطنت مقرر ہوا — جب اکبر سن شعور کو پہنچا تو اس نے زمام سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا — اکیاون (۵۱) سال کی حکومت کے بعد اکبر نے جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء کو وفات پائی اور آگرے کے قریب سکندر آباد میں مدفون ہوا —

(ماخوذ تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۲۰۸ — ۲۰۷ — بحوالہ نزہۃ الخواطر جلد ۵ ص ۸۰ — ۷۶)

....

(1) جب حضرت اخوند پنجو اکبر پورہ تشریف لے گئے تو یہاں داوزئی قبیلہ آباد تھا — =

کے اخراجات برداشت کرنے کی گذارش کی ۔ لیکن آپ نے ہمیشہ انکار کیا ۔

وفات :-

آپ نے ۹۵ برس کی عمر میں عہد شاہ جہانی میں ۲۷/ رمضان المبارک ۱۰۴۰ھ
۱۶۳۰ء کو اکوڑہ میں وفات پائی ۔ اور وہیں مدفون ہوئے ۔ آج بھی ہزاروں لوگ آپ کی
زیارت کو تشریف لاتے ہیں ۔ [1] اور مرجع خلائق [2] ہے ۔ آپ کا عرس ۲۷ و ۲۸ رجب
المرجب کو ہر سال بڑے اہتمام سے منعقد ہوتا ہے ۔

▬ اس گاؤں میں چالیس محلے تھے ۔ اور ہر محلے میں ایک حجرہ تھا ۔ جہاں نوجوان اکٹھے
بیٹھے ہوتے اور لہو و لعب میں مصروف ہوتے ۔ آپ نے آتے ہی ایک مسجد تعمیر کروائی
اور چونکہ اس جگہ کھجور کے درخت تھے جو مسجد کے احاطے میں داخل کئے گئے ۔
لہذا اس مسجد کا نام کھجور والی مسجد رکھا گیا ۔

(۲) تذکرہ مشائخ سرحد ص۲۲ ۔

....

(۱) ماخذ تذکرہ مشائخ سرحد ص۲۲ ۔

(۲) عالم مآب اور مرجع خلائق ہونا ولایت و مشیخت کی ایک علامت ہے ۔ علماء محققین
فرماتے ہیں کہ ہر دور میں خدا کے چند بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا وجود ▬

... ...

حاشیہ مذکور -

ستارون کے مرکز شمس کی طرح تمام انسانون کا مرکز محبت اور کعبہ ؐ انجذاب ہوتا ہے - اور جس طرح نظام شمسی کا ہر متحرک ستارہ صرف اس لئے ہے کہ کعبہ ؐ شمس کا طواف کرے اس طرح انسانون کے اور آبادیون کے ہجوم بھی صرف اس لئے ہوتے ہین کہ اس مرکز انسانیت اور کعبہ ؐ ہدایت کا طواف کرین - زمین والون پر ہی موقوف نہین آسمانون مین بھی صرف انہی کے کارنامون کی پکار ہوتی ہے - (ملاحظہ ہو دارالعلوم دیوبند نمبر ۶ ۱۹۷۶ ء ص ۶۷ بحوالہ تذکرہ ؐ ابو الکلام آزاد) قرآن کریم مین ارشاد ہے - ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمن ودا (سورہ ؐ مریم آیہ ۹۶) یعنی بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہون نے اچھے کام کئے اللہ تعالی ان کے لئے محبت پیدا کردے گا - (اپنی مخلوق کے دلون مین) - حدیث شریف مین وارد ہے - کہ اللہ تعالی جب کسی بندہ کو محبوب بنالیتے ہین تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر ارشاد فرماتے ہین کہ ہم فلان شخص سے محبت کرتے ہین تم بھی اس سے محبت رکھو - پس جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہین - پھر جبرئیل علیہ السلام آسمان مین ندا کرتے ہین کہ اللہ تعالی فلان شخص کو چاہتے ہین تم سب اس سے محبت رکھو - سو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہین - اس کے بعد اہل زمین مین بھی اس شخص کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے - حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے

آپ نے اپنے پیچھے پانچ صاحبزادے عثمان ۔ لقمان ۔ سلیمان ۔ بہاؤ الدین

اور فرید الدین چھوڑے ہیں ۔ لقمان کی ایک بیٹی تھی اور عثمان[1] کان خوش مقام اس

حاشیہ مذکور ۔

== لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنے محبوبین کے لئے ان کے ایمان کے سبب اہل زمین
کے دلوں میں عزت و محبت پیدا فرمادیتے ہیں ۔ یہی ولایت کی ایک کھلی دلیل ہے
اور اولیاء کی غیر اولیاء سے شناخت کی ایک علامت کیونکہ بلا سبب و تعلق اور بلا طمع
و غیر دنیوی کے اکثر مخلوق خدا کا کسی کی طرف میلان قلبی اور گمان نیک ہونا اس
شخص کے مقبول و منظور نظر ہونے کا بین ثبوت ہے اور محبت اس طرح بلا کسی طمع و
غیر ظاہری کے اکثر لوگوں کی کسی سے نفرت کرنا اور اس کا اچھا نہ سمجھنا غیر مقبول
عنداللہ ہونے کی علامت ہے ۔ البتہ جو عداوت یا عداوت کسی احسان یا رشتہ داری
یا دنیوی غیر و ناموافقت معاملہ سے ہو اس کا اعتبار نہیں اور جن لوگوں کی سرشت
میں خبث و فساد غالب ہے ان کا ادراک بھی غیر معتبر اور نامقبول ہے ۔ (ملاحظہ
ہو التکشف عن مہمات التصوف از مولانا اشرف علی تھانوی طبع دہلی ۱۳۴۵ ھ
ص ۲۲۵ ، ۲۴۵ ایضاً ملاحظہ ہو بیان القرآن سورہ مریم آیت ۹۶ ۔

******

(1) آپ اخوند پنجو کے فرزند اصغر ہیں ۔ ابتداء میں اپنے پدر محترم سے ==

کی اولاد ہے۔

آپ کے اخلاف ان وضعات میں بہ کثرت آباد ہیں۔

گجرات۔ہزارہ کوہاٹ۔اٹک۔اسماعیلہ۔دھوبیان۔مردان۔طورو۔اکبرپورہ۔ملوگ

مومانی۔اٹمانزئی۔ترنگزئی۔تمارہ۔سوات۔مکس۔ماٹوخیل۔خوش مقام۔

طریقہ چشتیہ کی نسبت حاصل تھی۔مگر ان کی وفات کے بعد حضرت سید آدم بنوری کی وساطت سے طریقہ نقشبندیہ کے سلک میں منسلک ہوئے۔آپ نے ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء میں حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔مناسک حج کی ادائیگی کے بعد براستہ ہندوستان وطن روانہ ہوئے۔اجمیر شریف پہنچ کر وہاں چند دن قیام کیا۔اولیاء عظام سے مشرف ہوئے۔واپسی پر ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء میں آپ وفات پا گئے۔آپ کے متعلق محمد امین بدخشی کا بیان ہے۔

"کہ اب آپ کی قبر پٹ تالاب کے کنارے مشرق کی جانب تیر پرتاب کی مسافت پر واقع ہے۔اس پر پتھر کے ایک تودے کے ذریعے نشان کیا ہے انوار و ولایت کے آثار ظاہر ہیں"۔

(ماخوذ از نتائج الحرمین قلمی ورق ۱۴۸۔۱۴۳)

آپ لا ولد فوت ہوئے اور کوئی یادگار نہیں چھوڑی ہے۔آپ کے علم و فضل اور ولایت و عرفان کی بدولت آج تک آپ کا نام زندہ ہے۔

اخون پنجو کا ایک چھوٹا بھائی بھی تھا جس کا نام جلونڈ تھا ۔ وہ اپنے
وطن بونیر گیا تھا اور موضع کا ش مین خوڑگی کے کنارے الگ تھلگ مدفون ہے (۱) ۔ مگر حضرت
اخوند درویزہ نے آپ کے اس بھائی کا تذکرہ نہیں کیا ہے ۔ بلکہ انہوں نے ملا عبدالحلیم
مانگلوی کا تذکرہ کیا ہے ۔ (۲)

حضرت اخوند درویزہ کا یہ قول درست اس لئے ہے کہ آپ ان کے ہمعصرون
میں شمار ہوتے ہیں ۔

خلفاء :-

آپ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے ۔ جن میں سے چند کے نام یہ ہیں ۔

۱) بوڈا بابا :-

ان کا اصل نام عبدالغفور عباسی ہے ۔ لیکن بوڈا بابا کے نام سے مشہور ہوئے (۳)

---

(۱) تذکرہ پٹھانوں کی اصلیت اور تاریخ ص ۱۲۷ ۔ از روشن خان ۔

(۲) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۲۰ ۔

(۳) آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کی اولاد میں سے ہیں ۔ لہذا اسی
نسبت سے آپ کو عباسی بھی کہا جاتا ہے ۔ تاریخ گواہ ہے عباسیوں نے اہل بیت کے ساتھ
بہت زیادہ انتقامی کاروائی کی ۔ مگر بوڈا بابا دراصل اہل بیت سے کافی محبت رکھتے تھے

کیونکہ آپ اپنی عمر کے آخری حصہ میں ترکستان سے پشاور آئے تھے ۔ اور کافی ضعیف العمری کی حالت میں حضرت اخوند پنجو صاحب سے ملاقات کرکے انکے ہاتھ پر بیعت کی تھی ۔ لہذا اسی بوڑا بابا کے نام سے زیادہ مشہور و معروف ہوئے ۔ اور خرقہ "خلافت" سے سرفراز ہوئے ۔ (۱)

آپ نے اپنے پیر کی بیس سال تک کافی خدمت کی ۔ آپ انتہائی زاہد ، متقی صائم النہار اور قائم اللیل تھے ۔ آپ کی ان اعلیٰ صفات اور خدمات کی وجہ سے آپ کے پیر صاحب بھی آپ سے محبت کرتے تھے ۔ (۲)

آپ نے اپنی تالیفات میں سے حضرت اخوند پنجو صاحب کی عظمت اور ان کے حالات کے متعلق ایک کتاب "مناقب اخوند پنجو بابا" لکھی ۔ جو بہت مشہور ہوئی ۔

تحفۃ الاولیاء کے مصنف کا بیان ۔

"شیخ عبدالغفور صاحب نیز کتاب در مناقب حضرت اخون پنجو صاحب نوشتہ ۔ لیکن بسیار کمیاب و نادرالوجود است ہو شیخ عبدالغفور صاحب بسیار

---

(۱) تحفۃ الاولیاء ص ۲۹ ۔

(۲) ایضاً

(بقیہ)

مریدان باکمال داشته ۔(۱)

ترجمہ :۔ " شیخ عبدالغفور نے اپنی کتابوں میں سے ایک مناقب اخون پنجو صاحبؒ بھی لکھی ۔جوکہ بالکل نایاب اور نادر ہے ۔اور شیخ عبدالغفور صاحب کے کافی مرید باکمال ہوئے "۔

(۲)
آپ کا شمار حضرت اخون پنجو صاحبؒ کے عظیم الرتبہ خلفاء میں ہوتا ہے ۔

۲۔ <u>اخوند سالاک یا اخوند چالاک :۔</u>

آپ کا نام شیخ اخوند سالاک(۳) یا اخوند چالاک(۴) ہے ۔ نسباً آپ خٹک قبیلے سے تعلق رکھتے تھے ۔یہ بزرگ اصلاً ترکستان کے رہنے والے تھے ۔وہاں سے ترک وطن کرکے صوبہ سرحد میں آکر علاقہ یوسفزئی میں آباد ہوئے ۔حضرت اخوند پنجو بابا کے حلقہ بیعت ہوکر خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے ۔صاحبؒ تصانیف تھے ۔ان کی

---

(۱) تحفۃ الاولیاء ص ۳۰

(۲) تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۲۲۴ ۔

(۳) روحانی رابطہ ص ۵۰۴ ۔

(۴) د افغانستان نومیالی ص ۸ ۔

تصانیف میں "فتاوی غریبہ" "غزنویہ" اور "بحر الانساب" مشہور ہیں - آپ
کو حضرت اخوند پنجو بابا کے مریدوں میں خاص اہمیت حاصل تھی - کیونکہ آپ ان
کے مخلص ساتھی شمار ہوتے تھے -[(۱)]

آپ کی وفات ۱۰۶۷ھ ۱۶۵۸ء کو عہد شاہجہاں میں ملتان کے
مانصوں ہوئی -[(۲)]

آپ کا مزار اباسندھ کوہستان میں علاقہ چمرزئی کے "کابل علم کرام"
نامی گاؤں میں ہے -[(۳)]

۳- <u>اخوند سپاک :-</u>

یہ اخوند سالاک کے دوسرے بھائی ہیں - انہوں نے بھی آپ کے ساتھ
افغانستان کے شمالی حصہ میں اسلام کی تبلیغ کے لئے وہاں جہاد کیا - اس جہاد
میں حضرت شیخ رحکار نے بھی آپ کا ساتھ دیا - آپ کے ایک شاگرد "طاسعت"[(۴)]

---

(۱) افغانستان وسطی ص ۹ -

(۲) ایضاً ص ۱۰ -

(۳) روحانی رابطہ ص ۵۰۵ -

(۴) آپ کے شاگردوں میں طاسعت نے کافی شہرت حاصل کی - مزار خیرابجمعی

جو پشتو کا بڑا شاعر تھا ۔ ایک کتاب سلوک الغزاۃ نظم لکھی جو آج کل نایاب ہے ۔ اس میں انہوں نے اپنے پیر اخوند صاحب کی مدح خوانی کرتے ہوئے ان کے مریدوں کو جہاد کے لئے ابھارا ہے ۔(۱) اور اس کے علاوہ اپنے پیر کے کہنے پر شیخ رحمکار سے ملاقات اور ان کی دعا کے اثر کی تصدیق فرمائی ہے ۔(۲)

آپ نے علاقہ سدوم کے " بیزئی بابا " میں وفات پائی ۔ وہیں آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے ۔(۳)

۴۔ ایک بابا

یہ حضرت شیخ رحمکار کے والد ماجد تھے ۔ انہوں نے بھی حضرت اخوند پنجو بابا سے بیعت ہو کر خرقہ ٔ خلافت حاصل کیا تھا ۔(۴)

۵۔ علی خان ۔

ان کا شمار بھی حضرت اخوند پنجو بابا کے جلیل القدر خلفاء میں

۔ کے علاقہ شیواڑو میں ہے ۔ ۱۰۷۵ھ ۱۶۶۴ء آپ کی وفات ہے ۔

(ماخوذ روحانی رابطہ ص ۵۰۵)

****

کاکاخیل

(۱) افغانستان روحانی ص ۹ ۔ (۲) اولیائے کرام ص ۸۸ مقالہ از میاں معظم شاہ

(۳) تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۲۲۳ ۔ (۴) تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۲۲۳ ۔

ہوا ہے ۔(۱)

حضرت درویزہ کی آپ کے بارے میں رائے

حضرت درویزہ ابرار (ملک) لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اخوند پنجو کے علم و عرفان اور مذہبی و علمی خدمات کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

" ملا عبدالوہاب مشہور ماکراوی(۲) ، واجد عمدہ محقق و فقیہ محقق است ۔ رحمہ اللہ الطیبہ بقول لقائلہ این مرد از فضلاء این ایام و ازکبراء این مقام است ۔ و مواظبات طریقہ " شریعہ شرعیہ " محمدی و در استقامت دلائل نقلی و عقلی بر صحت سنت احمدی تالیفات بسیار و تصنیفات بے شمار دارد ۔ وہم در ابطال انواع مذاہب باطلہ از قدریہ و جبریہ و رافضیہ وغیرہ ہم دلائل واضحہ اکثر من ان یحصی

---

(۱) تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۲۲۲-۲۲۳ ۔

(۲) ملا عبدالوہاب طائفہ ... کے " ماکرائی " نامی گاؤں میں بھی قیام پذیر رہ چکے ہیں ۔ اس لئے عبدالوہاب ماکراوی کے نام سے یاد کئے گئے ہیں ۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب ۱۰۲۱ھ ۱۶۱۲ء میں حضرت اخوند درویزہ

میباش می دارد ـ و چون این مرد متبحر در انواع علوم است ـ هم در تالیفات نثری

دستی رفیع دارد ـ و هم در تصنیفات شعری پایگاه منیع ـ بعضے از تالیفات بزبان عربی

عربی افتاده ـ و بعضے بزبان هندی ـ و کتاب کنز الدقائق را نیز به نظم آورده ـ

امید که در قلم تالیف سهو و زللے را گذرے نباشد ـ بفضل اللہ و توفیقه ـ (1)

ترجمہ :- یعنی ملا عبد الوہاب مانکراوی زیرک اور مدقق و محقق فقیہہ ہے ـ اللہ تعالی

طالبان حق کو اس کی درازیٔ عمر سے نفع مند کرے ـ یہ مرد (حق) اس دور کے فضلاء

اور اس مقام (مانکراوہ) کے گوشہ نشینوں سے ہے ـ شریعت محمدی اور سنت احمدی کی اتباع

و صحت پر مبنی تالیفات و تصنیفات رکھتا ہے ـ اور مذاہب باطلہ مثلاً قدریہ ـ جبریہ

اور رافضیہ وغیرہم کے رد و ابطال پر مضبوط دلائل پیش کرتا ہے ـ چونکہ اس کو مختلف

علوم میں تبحر حاصل ہے ـ اس لئے نثری تالیفات میں بھی دستگاہ رکھتا ہے ـ اور شعری

تصنیفات میں بھی ماہر ہے ـ اس کی بعض کتابیں عربی میں ہیں ـ اور بعض ہندی زبان

میں ـ کتاب کنز الدقائق کا منظوم ترجمہ کیا ہے ـ امید ہے کہ اللہ تعالی کے فضل و توفیق

سے اس کی بلند پایہ تحریر سہو و لغزش سے پاک ہوگی ـ

....

اپنی کتاب تذکرۃ الابرار والاشرار کی ترتیب و تدوین میں مصروف تھے ـ اس وقت حضرت

عبد الوہاب اور ان کے برادر اکبر ملا عبد الرحیم صاحب دونوں "مانکراہ" میں رہائش پذیر

تھے ـ

....

(1) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۲۱ ـ

باب ہفتم

علمائے ابرار اور آپ کی واپسی

۱۔ میاں ابوبکر پشاوری :۔

میاں ابوبکر دانشمند پشاوری اپنے دور کے جلیل القدر عالم فقیہ متقی صاحب تقویٰ بزرگ تھے ۔ حضرت اخوند درویزہ ان کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر ثبات و استقامت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

در ادائے امر معروف و نہی منکر چنان مستحکم بود و مبرم که در هیچ اوان رعایت خاطر مہتران و کہتران دنیا نکردے ۔ (۱)

ترجمہ :۔ وہ ادائے امر معروف و نہی عن المنکر میں اس قدر مضبوط اور اٹل تھے کہ اس معاملے میں کسی جگہ اور کسی موقع پر بھی دنیا کے بڑوں اور چھوٹوں کی رعایت نہ کرتے تھے ۔

اظہار حق میں وہ اس قدر جری اور بیباک تھے کہ حق کے کہنے میں وہ بڑے

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۱۹ ۔

سے بڑی طاقت سے موجود نہ ہوتے تھے ۔ یہاں تک کہ سعید خان ککر[1] جس کے علاقے میں
وہ رہتے تھے ۔ وہ مختلف انواع و اقسام کے تحائف و ہدایا لے کر آپ کی زیارت کے لئے
حاضر ہوا ۔

میاں ابوبکر بے حد متبع سنت تھے ۔ اتباع سنت کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کے
فعل یا عمل کو خلاف سنت پاتے تو اس کی ملاقات سے بھی احتراز فرماتے ۔ ایک دفعہ آپ
وہیں ملوت تشریف لے گئے ۔ جب اس موضع کے قریب پہنچے تو کچھ دیر آرام کے لئے ایک
درخت کے نیچے بیٹھ گئے ۔ اس موضع کے سادات کو جب آپ کی تشریف آوری کی خبر ہوئی
تو میاں عبدالرحمن جو اس موضع کے بڑے آدمی تھے ۔ سادات کی ایک جماعت کے ساتھ
آپ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے ۔ آپ نے جب ان لوگوں کو دور سے آتا ہوا دیکھا ۔
تو اشارے سے وہیں روک دیا ۔ نہ کسی سے ملاقات کی اور نہ معانقہ اور مصافحہ کیا ۔

---

(۱) سعید خان ککر اس علاقہ کا رئیس تھا ۔ آپ نے دور ہی سے دیکھ کر کافر کا خطاب دیا ۔
کیونکہ سعید خان ککر نے چار عورتوں سے زیادہ کو اپنے نکاح میں رکھا تھا ۔ شریعت
اسلامی میں حرام ہے ۔ اور فقہ کا مشہور مسئلہ ہے کہ جو شخص زن محرمہ کو اپنے نکاح
میں رکھے وہ کافر ہوجاتا ہے ۔ کیونکہ اس لئے کہ حرام پر مداومت بغیر حلال سمجھے نہیں
کر سکتا ۔ اور حرام کو حلال جاننا کفر ہے ۔

ان لوگوں نے آپ کی خفگی کی وجہ پوچھی — تو فرمایا کہ بات یہ ہے کہ تم نے
پاجامے اور آستینوں میں حدود شریعہ کو ملحوظ نہیں رکھا — شاید تمہیں اس مسئلے
میں احادیث کی خبر نہیں کہ جو حدیث نبوی میں ہے — پھر آپ نے قینچی لے کر ان
کی آستینوں اور پاجاموں کو حد شرعی تک کاٹ دیا — اس کے بعد ان سے مصافحہ کیا۔ (1)

میاں ابوبکر کا بڑا وقت عبادت و ریاضت میں گذرتا تھا — وہ رات کو پورے سو
دو رکعت نماز پڑھتے — اور ہر رکعت میں ایک ہزار بار سورہ فاتحہ پڑھتے — اس کے علاوہ
شب و روز ریاضتوں اور عبادتوں میں مشغول رہتے — اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں
اس قدر سخت تھے — کہ کسی بے نمازی اور بدعتی کو اپنے شہر میں نہ رہنے دیتے —

آپ کے فضائل و مناقب کی مدح سرائی کرتے ہوئے حضرت اخوند درویزہ فرماتے
ہیں —

"در علم تصوف و سلوک هم از روی حال و هم از روی قال وحید زمان و
مستغرق آن بحر بے پایان بوده — چه در حصول این علم به خدمت الدام حضرت شیخنا
و امامنا روزگار طویل و عمر جلیل صرف بوده بود و از انفاس قدسیه حضرت شیخنا

---

(1) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۱۹ —

مستفید آمده بود ـ تاکه مبلغ سه صد اذکار با سند و صور و افکار کما ینبغی از

حضرت شیخنا دریافته بود ـ (۱)

ترجمہ :- آپ تصوف اور سلوک میں علم اور قول کے اعتبار سے وحید العصر تھے ۔ انہوں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ میرے شیخ سید علی خواص ترمذی کے قدموں میں بسر کیا تھا ۔ اور علوم معرفت میں میرے شیخ سے استفادہ کیا تھا ۔ یہاں تک کہ انہوں نے تین سو ذکر ۔ سند اور صحیح صور و فکر کے ساتھ میرے شیخ سے حاصل کیے تھے ۔

۲۔ ملا جمال الدین ملتانی :-

آپ عالم ربانی اور الٰہیاتی برگزیدہ شخصیت کے مالک تھے ۔ مختلف علوم سے آراستہ تھے ۔ اہل ہوا اور بدعات سے عداوت رکھتے ۔ اور ان کے ساتھ بحث و مباحثے کرتے ۔

۳۔ ملا عبدالرحیم مانکراوہ :-

آپ مدقق اور دانشمند تھے ۔ اہل السنت والجماعت کے اتباع اور اہل ہوا اور

---

(۱) ایضاً تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۲۰ ۔

بدعت سے انکار پر زور دیتے تھے ۔ آپ نے اسی موضوع پر بہت سی کتابیں بھی تالیف کی ہیں ۔ آپ حضرت درویزہ کے مشہور خلیفہ ملا عبدالوہاب کے بھائی ہیں ۔

"ملا عبدالرحیم مانکراوی دانشمند محقق و مرد موفق بودہ ۔ در اثبات مذہب اہل السنہ والجماعۃ و ابطال مشرب اہل ہوا و بدعت منقولات معتبرات از تفاسیر و احادیث و سائر کتب ائمہ عالی برکات جمع می کردہ ۔ و تالیف می نمودہ ۔ (1)

ترجمہ :- ملا عبدالرحیم مانکراوی ایک دانشمند محقق تھے ۔ اہل السنہ والجماعۃ کے حق میں اور اہل ہوا بدعت اور دیگر غیر مسنون کے ابطال پر تھے آپ نے تفاسیر اور احادیث کی روشنی میں ایک کتاب تالیف فرمائی ۔

اس کے علاوہ آپ نے جن ابرار علماء کا صرف نام ذکر کیا ہے ۔ انہیں ملا حبیب سلمانی ۔ ملا احمد ۔ سید ہارون ۔ اور ان کے بھائی ملا علی کاکانی ۔ ملا ابواحمد ۔ ملا لالو اشمان خیل ۔ ملا رحمۃ اللہ ۔ ملا حنیفہ ملا محمد حاجی ننگرہاری ۔ ملا عبدالکریم

---

(1) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۹۱ ۔

ملا پائینده ، ملا اسحاق ، ملا ابراهیم وغیره ۔

مندرجه بالا علماء کے علاوه بھی چند نام ذکر ھیں ۔ ان سب کو حضرت

درویزه نے علماء اشقیاء میں شمار کیا ھے ۔ اور ان کے عقائد جو کہ اهل السنته والجماعة

پر مبنی تھے ان کو جائز اور صحیح قرار دیا ھے ۔ (۱)

(۱) تذکره ص ۲۲۹ ۔ ۲۲۰

باب نہم

"مصلحین افراط طبقہ اور آپ کی رائے"

بایزید انصاری

حسب و نسب :-

آپ کا اصلی نام بایزید والد کا نام عبداللہ ہے ۔ آپ پیر روشن اور پیر تاریک (۱) کے نام سے مشہور ہوئے ۔ آپ کا تخلص مسکین تھا ۔ نسلاً پٹھان اور قبیلہ اوڑ سے تعلق (۲)

---

(۱) آپ کو پیر روشن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک شام چراغ جل رہا تھا ۔ کہ اس میں تیل ختم ہوگیا ۔ اور بجھنے ہی کو تھا کہ بایزید نے کہا ۔ چراغ میں پانی ڈال دو ۔ پانی ڈال کر دیا گیا اور چراغ پہلے سے بھی زیادہ روشن ہوگیا ۔"

(اورینٹل کالج میگزین فروری ۱۹۵۵ء ص ۵۷ مقالہ ڈاکٹر محمد جہانگیر)

تاریک کے معنی اندھیرے کے ہیں ۔ اسی لئے سے آپ کے مخالف حضرت اخوند درویزہ اور ان کے اساتذہ نے آپ کو طعنہ کیا ۔ اور اکثر افغان آپ کو پیر تاریک کے نام سے یاد کرتے تھے ۔ اور اب بھی اسی نام سے افغان آپ کو پہچانتے ہیں ۔

ملخص (تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۵۲)

(۲) تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۸۳ ۔

رکھتے تھے ۔آپ کا خاندان انصاری کہلاتا تھا ۔اسی وجہ سے آپ نے اپنے نام کے ساتھ انصاری لکھا ہے ۔مگر بعض تذکرہ نگاروں کی رائے یہ ہے ۔کہ آپ کا سلسلہ اکتیسویں واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ تک جا پہنچتا ہے ۔(۱) جس کی وجہ سے آپ نے اپنے آپ کو انصاری لکھا ۔

آپ کی پیدائش بمقام جالندھر (۹۳۱ھ / ۱۵۲۴ء) کو یعنی بابر کی حکومت کے قیام سے ایک سال قبل ہوئی ۔آپ کے والد نے آپ کی پیدائش کے بعد جالندھر کو (۲) خیرباد کہا اور جنوبی وزیرستان (صوبہ سرحد) کے علاقے کانی گرام میں رہائش اختیار کرلی۔(۳)

صوبہ سرحد کی تاریخ میں آپ کی شخصیت بالکل مبہم و غریب ہے ۔

آپ نے اپنے مخالفین کی طاقت و قوت اور حملوں سے بالکل بے نیاز ہوکر اپنی وضع پر قائم رہے ۔ اور اپنی تحریک کو آگے بڑھاتے رہے ۔یہ تحریک آگے چل کر تاریخ میں تحریک

---

(۱) حالنامہ (قلمی) ص۳ ۔۲ علی محمد مخلص ۔

(۲) یہ ایک پرانا شہر ہے ۔جو پاکستان کے شمالی علاقے میں واقع ہے ۔اور اس کے ارد گرد

روشنائیہ کے نام سے موسوم ہوئی ۔ مگر بایزید نے اس کے باوجود تصوف کے میدان
(۱)
میں ایک منفرد مقام پیدا کیا ۔

تعلیم و تربیت :-

بایزید کے والد عبداللہ جو اپنے علاقے کے جید عالم اور قاضی تھے ۔ اپنے

== محسود قبائل آباد ہیں ۔ جو اپنی بہادری اور جنگجو طبیعت سے مشہور ہیں ۔ اسی وقت
بھی وہاں ارمڑ کا قبیلہ آباد ہے ۔ جس میں چند خاندان محسود قبائل کے بھی ہیں ۔
یہاں کے باشندے دستکار ہیں ۔ اور وہ چاقو اور بندوق کی طرح کا اسلحہ بنانے کی
مہارت رکھتے ہیں (ملاحظہ بایزید انصاری ص ۲ از ڈاکٹر میر ولی خان) ۔

کہتے ہیں کہ کانی گرام کا یہ قصبہ راجہ اشوک اور کنشک کے زمانے میں بھی
چنانچہ یہاں ان راجاؤں کے زمانے کے سکے بھی برآمد ہوئے ہیں ۔ مسلمان یہاں ساتویں
صدی سے آباد ہیں ۔ اکثر ارمڑوں کا دعویٰ ہے کہ ان کے آباؤ اجداد بھی تھے ۔ اور
محمود غزنوی کے زمانے میں یہاں آکر آباد ہوئے تھے ۔ کانی گرم کی آبادی تقریباً
دس ہزار کے قریب ہے ۔ یہ علاقہ سطح سمندر سے ۶۹۹۷ فٹ بلند ہے ۔ ٹانک سے ۸۳
میل دور وزیرستان جھلوں سے کوئی میل دور ہے ۔ یہاں ارمڑ اور برکی زیادہ آباد ہیں ۔
(تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۱۰۹)

(۲) سہ ماہی پشتو رسالہ ص ۲۰ مقالہ از مولانا عبدالقادر پشتو اکیڈمی پشاور مئی ۱۹۵۹ء

مذکور (۱) تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۸۳ ۔

بیٹے بایزید کو تعلیم کے لئے اپنے ایک شاگرد " ملا پائندہ " کے سپرد کیا ۔
اسی مکتب میں ان میں خشیت الہی ، عبادت اور ریاضت کے جوہر چمکے ۔ تھوڑی
سی مدت میں انہوں نے قرآن مجید ختم کرلیا ۔ بایزید کے قبیلے کی یہ رسم تھی
کہ جب کوئی بچہ قرآن مجید ختم کرلیتا تو اپنے اعزا و اقربا کی ضیافت کرتا ۔
اور استاد کی خدمت میں ہدیہ پیش کرتا ۔ لیکن عبداللہ نے یہ رسم ادا نہ کی
باوجودیکہ بایزید نے اپنے والد سے اس تقریب کی ادا کرنے کے لئے تین مرتبہ درخواست
کی ۔ لیکن تینوں مرتبہ عبداللہ نے یہ جواب دیا کہ " ملا پائندہ " میرا شاگرد
ہے ۔ میں نے اس کی تعلیم پر کچھ نہیں لیا ۔ اس لئے میں تمہاری تعلیم پر
اس کو کچھ نہ دونگا ۔ بایزید نے پڑھنا چھوڑ دیا اور فاطمہ(١) ان سے گھر کے کام

---

(١) بایزید کے والد عبداللہ نے کوہستان آکر ایک عورت فاطمہ نامی سے شادی
کرلی تھی ۔ جو نہایت ستیزہ خو اور حاسد تھی ۔ اور بایزید کی ماں " بی بی
آمنہ " سے بھی حسد رکھتی تھی ۔ اور عبداللہ بھی بایزید کی ماں پر غضبناک
تھا ۔ بایزید کی ماں کے ساتھ لوگوں نے عبداللہ کی بدسلوکی کو دیکھ کر کہا
کہ یا تو تم بایزید کی ماں کو چھوڑ دو ۔ یا اس کا حق اس دوسری بیوی کے

لیتیں لینے لگی ۔ لیکن اپنے والد کی نصیحت کے مطابق وہ ہمیشہ قرآن مجید اپنے

ساتھ رکھتے تھے ۔ جب بھی فرصت ملتی قرآن کا مطالعہ کرتے ۔(۱)

قرآن پاک یا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو کچھ

ملتا انہیں زبانی یاد ہوجاتا ۔ نیز علماء و فقراء کی خدمت کرتے تھے ۔ اگر کسی سے

سن لیتے کہ فلاں دعا اور استغفار پڑھنے میں ثواب ہے تو اسے اختیار کرتے ۔ سخاوت

کی طرف مائل تھے ۔ دوستوں کی خدمت کا شدید جذبہ ان میں پایا جاتا تھا ۔(۲)

شادی :-

حضرت احمد دہبزہ اپنی کتاب تذکرۃ الابرار والاشرار میں بایزید

انصاری کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

ـــ مہر برابر ادا کرو ۔ خواجہ عبداللہ نے رشتے داروں کے کہنے سے مجبور ہوکر بایزید

کی ماں کو آزاد کردیا ۔ وہ اپنے باپ کے گھر چلی گئی ۔ اس وقت بایزید کی عمر

سات سال تھی ۔ بایزید کے ساتھ بھی فاطمہ کا طرز عمل اچھا نہ تھا اور وہ ان

کے ساتھ نہایت برا سلوک کرتی تھی ۔ جس کی وجہ سے وہ علیحدہ رہنے لگے تھے۔
(حالنامہ قلمی ص ۹)

****

(۱) حالنامہ (قلمی) ص ۱۲

(۲) ایضـــاً

کہ قندھار کے حدود میں "کانی گرم" ایک موضع ہے ۔ چند قبائل افغانان
اڑڑ و انصار وغیرہ اس میں آباد ہیں سوہان کے لوگوں کا قول ہے کہ یہ انصاری اصل
میں افغانی نہیں ۔ بلکہ بعض ان میں سے اپنے آپ کو قریشی کہتے ہیں ۔ اور بعض اپنے
آپ کو حضرت یونس علیہ السلام کی اولاد میں بتاتے ہیں ۔ بہرحال جب بایزید بالغ ہوا
تو تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ "سمرقند" گیا ۔ اور وہاں سے اپنی مالی استطاعت کے
مطابق تجارت کے لئے گھوڑے خرید کر لایا سوہان سے ہندوستان آیا ۔ جب وہ جالندھر
پہنچا تو اس نے ایک لڑکی "شمسی" نامی سے شادی کی سو وہیں اس کی ملاقات ملا سلیمان
نامی ایک شخص سے ہوئی ۔ اور وہ چند دن اس کی صحبت میں رہا ۔ اس نے اس کو کفر
مطلق بتادیا ۔ جب بایزید کے ہاں سب سے بڑا لڑکا پیدا ہوا تو وہ اپنے وطن واپس لوٹا ۔
اور وہاں اس نے اپنے کفر خفی کو لوگوں پر ظاہر کیا ۔ اس کے ماں باپ نے جب اس کے یہ
عقیدے سنے تو اس کے قتل کرنے کا ارادہ کیا ۔ جس کی وجہ سے اس کو کاری زخم پہنچے ۔
یہاں تک کہ انہوں نے سمجھ لیا ۔ کہ وہ ہلاک ہو گیا ہے ۔ لیکن وہ بچ گیا ۔ اور اس نے
توبہ کی ۔ اور تجدید ایمان کی ۔ اور آخر وہاں سے بھاگ کر براہ کابل ننگرہار آیا ۔ (1)

---

(1) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۸-۱۲۷

اولاد :-

بایزید کے پانچ بیٹے تھے ۔(۱) شیخ عمر[۱] ۔ (۲) کمال الدین ۔ (۳) شیخ نورالدین ۔ (۴) شیخ خیرالدین ۔ (۵) شیخ جلال الدین[۲] ۔

---

(۱) شیخ محمد عمر اپنے والد کی وفات کے بعد خلافت پر بیٹھا ۔اور اپنے باپ کی تعلیمات کا پرچار کرنے لگا ۔کچھ دنوں کے بعد اس نے اپنے باپ کی ہڈیوں کو قبر سے نکال کر ایک صندوق میں رکھا ۔اور انہیں اپنے ساتھ لئے لئے پھرنے لگا ۔اور یہ لعین اہل جہالت و گمراہی سے اپنے آپ کو افغانوں کا بادشاہ تصور کرتا تھا ۔یہاں تک کہ یوسفزئی قبیلے کے لوگوں نے اس کی اطاعت کی ۔بلکہ بعض تو اس کے دین میں داخل ہوگئے ۔اور اسے "عشر و خراج" دینے پر راضی ہوگئے ۔مگر حمزہ خان الوزئی نے اس کی اطاعت کو خلاف دین و ایمان سمجھ کر اس کی اطاعت نہیں کی ۔یہاں تک کہ اس ملعون و بے عقل (شیخ محمد عمر) نے اس پر لشکر کشی کی ۔اور حمزہ خان کے مویشی لوٹ کر لے گیا ۔

(ماخوذ تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۵۴ ـ ۱۵۹)

(۲) اورینٹل کالج میگزین ـ ص ۵۹ ـ ماہ فروری ۱۹۵۵ء مضمون شیخ العالم میاں ادریس ۔

٭٭٭٭٭

وفات :-

حالنامے کے حوالے کے مطابق بایزید انصاری کی وفات ۹۸۰ھ ہے ۔بایزید انصاری پر پی ۔ایچ ۔ڈی کا مقالہ نگار اس تاریخ پر اکتفا کرتا ہے (۱) ۔ مگر بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کی سن وفات ۹۹۴ھ لکھی ہے ۔

"علماء از مناظرہ او باز ماندند ۔لاجرم او را رخصت ارزانی داشتند در اواخر سنه اربع و تسعین و تسعمائة خبر گذارشدن ۔حضرت میرزا محمد حکیم بسمع حضرت جہانبانی (جلال الدین محمد اکبر) رسید ۔و قبر میان بایزید در بتہ پور است ۔از کوہستان افغانان ۔" (۲)

ترجمہ :- علماء اس (بایزید) کے ساتھ مناظرہ کرنے سے منع ہوگئے ۔مجبوراً اس کو رخصت کیا گیا ۔اور ۹۹۴ھ کے اواخر میں میرزا محمد حکیم کی وفات کی خبر جہانبانی کو پہنچ گئی ۔اور میان بایزید کی قبر بتہ پور میں ہے ۔(بتہ پور) افغانوں کے کوہستان میں ہے ۔

---

(۱) مقالہ بایزید انصاری ص ۱۲۳ از محمد اختر خان

(۲) دبستان مذاہب ص ۳۰۹

مقدمہ صراط التوحید میں بایزید انصاری کی سن وفات ۹۹۳ھ لکھی ہے۔[1]

اور اسی کی تائید اللہ بخش یوسفی نے بھی کی ہے۔[2]

بایزید انصاری کی وفات کے متعلق غلط فہمی کافی مدت تک جاری رہی۔ اس عظیم غلطی کی طرف مولانا عبدالقدوس قاسمی نے خاص توجہ فرمائی۔ اور آپ نے صاحب دبستان مذاہب کی روایت کو غلط قرار دیا ہے۔ اور آخر میں ان کی روایت کے مطابق بایزید انصاری کی وفات ۹۸۹ھ سے قبل بیان کی گئی ہے۔[3]

سر اولف کیرو نے ان تذکرہ نگاروں کی روایت کو غلط قرار دیا ہے۔ جنہوں نے بایزید کی وفات ۱۰۸۰ھ بتائی ہے۔[4] اور اس بات پر زور دیا ہے کہ اکبر بادشاہ اور جلال الدین کی ملاقات ۹۸۹ھ کو ہوئی ہے۔ اور بایزید کی وفات اس سے قبل ہوئی ہے۔ عبدالحئی حبیبی نے اس روایت سے اتفاق کیا ہے۔[5]

---

(۱) صراط التوحید ص ن۔

(۲) تاریخ یوسفزئی پٹھان ص ۲۴۰۔

(۳) مجلہ پشتو ماہ اکتوبر ۱۹۵۸ء از مولانا عبدالقدوس قاسمی۔

(۴) دی پٹھان ص ۲۹۳۔

(۵) پشتو ادبیاتو تاریخ ج ۲ ص ۲۸۸۔

بہرحال جملہ متأخرین تذکرہ نگاروں نے مولانا عبدالقدوس قاسمی کے حوالے

اور ان کی رائے کو درست قرار دیا ہے ۔کیونکہ انہوں نے اس سلسلے میں ذاتی تحقیق

بھی کرکے خیرالبیان کا مقدمہ لکھا ہے اور جناب پوہ دیگر تحقیق کرنے والوں نے بھی

مولانا صاحب کی رائے سے اتفاق کیا ہے ۔

وشنائی تحریک :۔

ہمایون کی وفات کے بعد ہندوستان میں مغلیہ حکومت کا تقریباً زوال شروع

ہوگیا تھا ۔اور افغانستان اور ہندوستان میں ایک ساتھ بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئی

تھیں ۔اور جلال الدین اکبر بھی اسوقت کم عمر اور ناسمجھ تھا ۔لہذا ان وجوہات

کی بناء پر مخالفین نے اقتدار کو ختم کرنے کی شورشیں شروع کردی تھیں ۔لیکن خدا

کو ایسا منظور نہ تھا اور اکبر نے انتہائی تدبر اور جرأت سے کام لے کر نہ صرف مغلیہ

حکومت کو ایسی مضبوط بنیادوں پر از سر نو قائم کردیا ۔کہ یہ حکومت صدیوں تک قائم

رہی ۔اور عجیب اتفاق یہ ہوا کہ اکبر کے دادا امیر کی حکومت کو بھی پانی پت ہی

کے میدان میں فتح حاصل ہونے کے بعد قائم ہوئی تھی ۔اور اکبر کی حکومت کا دور

بھی اس پانی پت کے دوران میں فتح ~~حاصل~~ حاصل کرنے کے بعد فاتحانہ شان کے ساتھ

دھلی کے اس تاریخی شہر میں داخل ہوا ۔ جہاں تیس سال قبل اس کا دادا بابر داخل ہوا تھا ۔ اس خوشی میں جشن منایا گیا ۔ تمام شہروں میں چراغاں ہوا ۔ فوج میں انعامات تقسیم کئے گئے ۔ معززین شہر کو خلعتیں دی گئیں ۔ اور امرائے سلطنت کو خطابات اور جاگیریں عطا ہوئیں ۔ (۱)

اسی طرح ہندوستان اور کابل میں ثابت قدمی کے بعد اکبر تحریک روشنیہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ کیونکہ ان کی وجہ سے مغل حکمرانوں کو کابل اور ہندوستان میں رابطہ قائم کرنے کے لئے بڑی دقت ہوتی تھی ۔ وہ جب چاہتے مغل فوج کے راستے مسدود کر دیتے ۔ روشنائی قبیلہ کے سرکش پٹھانوں کی سرکوبی کے لئے اکبر نے بڑی جدوجہد کی ۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا ۔ کیونکہ پہاڑی دروں میں پٹھانوں کی ایک کثیر تعداد چھپی رہتی تھی اور ان کو وہاں سے نکالنا مشکل ہوگیا تھا ۔ (۲)

پشاور میں بایزید کی وفات پر بہت سے لوگ آپ کے مخالف ہوگئے ۔ ان دنوں پشاور کا علاقہ کابل سے ملحق تھا ۔ اور اکبر ہندوستان کا حکمران تھا ۔ اور محمد حکیم

---

(۱) ہندوستان پر مغلیہ حکومت ص ۴۸ ۔

(۲) منتخب اللباب ص ۲۱۲ ۔

مرزا کابل کا اور پشاور کا گورنر جنرل تھا ۔ملک حبیب نے محسن خان (جو پشاور کا گورنر تھا) کو کہا کہ ہماری جانب سے بارہ ہزار روپے کی پیشکش ہے ۔تاکہ بایزید کو قتل کیا جائے ۔مگر محسن خان راضی نہ ہوا ۔کیونکہ وہ فطرتی طور پر ایک اچھا انسان تھا ۔ وہ بطور کسی قانونی وجہ سے بایزید کو قتل کرنے سے اجتناب کرتا رہا ۔حبیب خان بعد ازاں کابل گیا ۔اور وہاں پر مرزا حکیم کے وزراء کو بہت رشوت دے کر اس کے خلاف ایک منصوبہ بنایا ۔مرزا حکیم نے بایزید کو کابل بلایا ۔تاکہ اس کے عقائد کے بارے میں پوچھ گچھ ہو سکے ۔(1)

بایزید کابل روانہ ہوا ۔اس نے راستے میں لوگوں کو اپنے مشن کی دعوت دی ۔ بہت سے لوگ اس کے مرید ہوئے ۔اور کافی عزت و احترام سے آپ کا استقبال کیا ۔ مرزا حکیم سے ملاقات کے بعد آپ کو قاضی خان (2) کے پاس بھیجا گیا ۔تاکہ بحث و مباحثہ کیا جائے ۔ گفت و شنید کے بعد قاضی خان نے بایزید کے متعلق ملک صادق کرتے ہوئے اس کے عقائد کی تصدیق کی ۔مرزا حکیم نے اس پر بایزید کو انعام و اکرام عطا

---

(1) حالنامہ ص۳۹۔ ۲۹،۰

(2) یہ مرزا حکیم کا قاضی معلوم ہوتا ہے ۔جو انتہائی عالم و فاضل تھا ۔کیونکہ اس نے بایزید کے ساتھ مباحثہ کیا ۔

گیا اور اس کو پشاور جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (۱)

چنانچہ بایزید انصاری کابل سے پشاور پہنچا اور کچھ عرصہ تک یہاں مقیم رہا۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ یہاں کی فضا ان کے لئے مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ پشاور کا گورنر جانس خان کی جگہ معصوم خان مقرر ہوگیا تھا۔ اور بایزید کے مخالفین اس کے خلاف سازش کرنے میں مصروف تھے۔ انہوں نے معصوم خان کو بایزید کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی۔ اس نے سوچا کہ بہتر یہی ہے کہ گورنر سے جتنا بھی ممکن ہو دور رہا جائے۔ تاکہ اس کے پیروکار اس کے قہر و غضب سے محفوظ رہیں۔ اس نے هشت نگر کا رخ کرتے ہوئے مہمندزئی پہنچا۔ اور ملا دولت خان نامی شخص جو انتہائی بزرگ عابد اور زاہد تھا۔ اس کے پاس ٹھہرا۔ حضرت اخوند درویزہ کا بیان ہے کہ۔

روزے چند را در صحبت این ملعون گرائیده کافر شده۔ (۲)

ترجمہ :- چند روز اس ملعون کی صحبت اختیار کی۔ کافر ہوگیا۔

اسی طرح اس تحریک کا دوسرا مرکز مردان تک پھیل گیا۔ جب بایزید نے مختلف افراد کو

---

(۱) مقدمہ خیرالبیان ص۲۲۔۲۳

(۲) تذکرۃ الابرار والاشرار ص۱۵۴

دعوت نامے بھیجے ۔ جو کابل کے صوبیدار محسن خان نے بایزید کے خلاف فوجی
کاروائی شروع کی ۔ جس کے نتیجے میں بایزید گرفتار ہوا ۔ لیکن جلد ہی انہیں رہا کر
دیا گیا ۔

بایزید جب کابل سے واپس پہنچا تو اس نے قبائل میں رہائش اختیار
کرلی ۔ اور اس جگہ کو تبلیغ کا مرکز بنایا ۔ یہاں قبائلی سرداروں سے اس نے رشتے استوار
کئے اور مختلف امراء کے پاس اپنے خلیفے روانہ کئے ۔ جن میں سے مولوی [illegible] کو قندھار
میں خلیفہ مقرر کیا ۔ جو بعد ازاں سندھ اور بلوچستان بھیجے ۔ اور بلوچی سرداروں
شاہ یوسف علی اور عمر کو اپنے علاقے کے خلیفہ مقرر کئے جو ایک اور خلیفہ دولت کو بایزید
نے صراط التوحید دے کر اکبر کے پاس بھیجا جس نے دولت کو خلعت سے نوازا ۔ (۱)
لیکن ابتداء میں جب بایزید نے صراط التوحید کا ایک نسخہ دے کر اپنا قاصد روانہ کیا
تو اکبر صراط التوحید دیکھنے کے بعد خوش ہوا ۔ اکبر پر صراط التوحید کا اتنا اثر ہوا
کہ اس نے فوراً بایزید کی پیروی کی ۔ اور اپنی جانب سے مدد اور پورا یقین دلانے کے علاوہ
کچھ تحفے قاصد کو دئیے اور کچھ خلعتوں اور تحفوں سے بایزید کو نوازا ۔ (۲)

---

(۱) حالنامہ ص ۲۸۲ ۔

(۲) ایضاً ۔ ۲۸۲ ۔

لیکن جب اس کی تحریک نے زور پکڑا ۔ اور مرزا حکیم نے اس کے خلاف طاقت
استعمال کی تو یہ تحریک سیاسی شکل اختیار کر گئی ۔ اور پھر اس قوت کا مقابلہ کیا ۔
جس نے پختونوں کی آزادی سلب کرنے کی کوشش کی ۔ اور اکبر جو بایزید سے اتنا متأثر
ہوا تھا کہ اس نے تحفے تحائف ارسال کئے تھے ۔ اب اس کے خلاف فوج بھیجی ۔ تاکہ
روشنی تحریک کو ختم کیا جاسکے ۔ مگر بادشاہی فوج کو اس کی سرکردگی میں ایسے حادثہ
سے دوچار ہونا پڑا ۔ کہ ایسا حادثہ پورے اکبری عہد میں رونما نہیں ہوا تھا ۔ کہ
چالیس پچاس ہزار کی سوار اور پیادہ فوج میں سے ایک آدمی بھی زندہ بچ کر نہ لوٹ
سکا ۔ (۱) جس سے اکبر کو بے حد افسوس ہوا ۔

بایزید نے اپنی تحریک کے لئے جنوبی وزیرستان کو ہی پہلا مرکز بنایا ۔ مگر
جوں جوں اس کی تحریک زور پکڑتی گئی تو اس کو ساربان اور تیراہ (۲) کے قبائل سرداروں (۳)
کی جانب سے دعوت نامے موصول ہونے لگے ۔ اور ان علاقوں سے ہوتا ہوا ہشتنگر پہنچا ۔

---

(۱) منتخب اللباب ص ۲۱۵ ۔

(۲) تذکرۃ الصوفیہ الابرار والاشرار ص ۱۵۲ ۔

(۳) یہ ایک پہاڑی علاقہ ہے ۔ جہاں پر کہ اورکزئی ۔ آفریدی اور تیراہی لوگ رہتے ہیں ۔

حضرت اخوند درویزہ کی مخالفت کی وجہ

یہ بات بلا شک و شبہ کہی جاسکتی ہے کہ حضرت اخوند درویزہ نے بایزید انصاری کی مخالفت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔بلکہ حضرت اخوند درویزہ کے پیر و مرشد حضرت پیر بابا نے بھی کافی مخالفت کی اور اس کی ابتدا بھی انہی سے ہوئی۔

مگر دونوں کی مخالفت ذاتی حسد یا عناد پر مبنی نہیں تھی۔نہ بایزید نے اخوند درویزہ کی شخصیت پر کوئی حرف گیری کی تھی۔اور اسی طرح یہ کہنا بھی بالکل غلط ہے کہ حضرت اخوند درویزہ نے مغلوں کی حمایت کے پیش نظر بایزید کی مخالفت کی۔بلکہ یہ مخالفت مذہبی بنیاد پر تھی۔کیونکہ بایزید وحدت الوجود کا قائل تھا۔جبکہ حضرت اخوند درویزہ وحدت الشہود کے معترف تھے۔تاہم حضرت اخوند درویزہ نے شدت اور سخت کلامی کا مظاہرہ کیا اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ابن العربی کے عقیدہ وحدت الوجود کا رد کیا ہے۔لیکن بایزید نے علمی طریقہ سے اخوند درویزہ کی طرح سخت کلامی اختیار نہیں کی اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی سخت کلامی سے مخالفین نے فائدہ اٹھایا اور عوام میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ حضرت اخوند درویزہ کی مخالفت مغل حکمرانوں کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔

دونوں جتنے نامور اور مشہور تھے اتنے ہی آپس میں مختلف الرائے تھے۔

دونوں فریقین میں علماء، خطباء اور شعراء تھے۔ دونوں کی مخالفت سے یہ عہد اور دور "دور بایزید اور اخوند درویزہ" مشہور ہے۔ دونوں نے پشتو ادب کو بہت فائدہ پہنچایا۔ (۱) اس کی وجہ یہ تھی کہ دونوں نے مختلف تصانیف لکھیں۔ اور عوام میں نثر اور نظم کا شوق پیدا کیا۔ اور دونوں نے اپنی اپنی تصانیف میں اپنے اپنے عقائد اور مسلک کو بیان کیا۔ جس سے دونوں کے عقائد کا بآسانی پتہ چل سکتا ہے۔

حضرت اخوند درویزہ اگرچہ ایک بلند پایہ صوفی عالم اور مصنف تھے۔ مگر طبیعت کے لحاظ سے سخت تھے۔ اور مزاج میں تندی اور ترشی پائی جاتی تھی۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ آپ نے اپنی سخت مزاجی کی بناء پر بہت سے لوگوں کے ساتھ بحث و مباحثہ کئے اور انہیں گمراہ قرار دیا۔ (۲)

حضرت اخوند درویزہ کا یہ اختلاف یقیناً مذہبی تھا۔ اور حضرت اخوند درویزہ نے بہت اخلاص کے ساتھ بایزید کی مخالفت کی۔ بعد میں سیاسی عناصر نے اس سے فائدہ اٹھایا جس طرح کہ ہمیشہ ہوتا رہتا ہے۔ اور بایزید کی تحریک جو ایک سیاسی رنگ اختیار کر گئی تھی

---

(۱) بایزید روشان ص ۹۳۔

(۲) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۵۲۔

مذہب کے زور سے اس کو کافی اثر ملا۔ اور ناکام ہوئی۔ [1] یہ بحث اگر چہ بہت طویل ہے اور کوئی بھی اس کے نتیجے تک نہیں پہنچ سکا۔ اور نہ ہی ہم ان کے درمیان محاکمہ کر سکتے ہیں۔ مگر حضرت اخوند درویزہ عالم تھے اور بایزید اپنی کتاب خیرالبیان کو الہامی کہتا تھا۔ کہ جس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا مجھ پر یہ کتاب نازل ہوئی۔ [2] اس وجہ سے حضرت اخوند درویزہ نے کافی مخالفت کی۔ اور اس کو گمراہ قرار دیا۔

حضرت اخوند درویزہ اس روشنی تحریک کے مخالف تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت پیر بابا نے بھی اس تحریک کی کافی مخالفت کی۔ اور اسی وجہ سے حکومت وقت نے بھی حضرت پیر بابا کا ساتھ دیا۔ اور روشنیہ تحریک کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

حکومت کے ان حملوں کو حضرت اخوند درویزہ نے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یوں بیان کیا ہے۔

"چون بمردم کابل نوشته روان کرده۔ مردم بکفر و الحاد او فهمیده محسن خان غازی از آنجا برین جماعه مردان تاخته نموده۔ فلهذا اکثر مردم را بقتل و تاراج

---

(۱) مقالہ بایزید انصاری ص ۱۰۰۔

(۲) مخزن ص ۱۲۸۔

وصالہدہ ۔(۱)

ترجمہ :- "لوگ جب اس (بایزید انصاری) کے کفر و الحاد پر مطلع ہو گئے تو کابل درخواست بھیجی ۔ اس پر محسن خان نے حملہ کر کے اس کے ساتھیوں کو قتل کیا اور خوب نقصان پہنچایا"۔

بایزید کو کابل میں قید بھی کیا گیا لیکن رہائی کے بعد بایزید نے اپنی سرگرمیاں اور تیز کر دیں ۔ اور مغلوں کو افغانی حکومت کا غاصب بتا کر ان کے خلاف بغاوت پھیلانے کی کوشش کی ۔(۲)

لیکن ان تمام حالات اور واقعات کے باوجود روشنیہ تحریک نے کافی زور پکڑا ۔ اور اس کی قوت اور زیادتی سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ بایزید انصاری بہت ذہین آدمی تھے ۔ اور بہت تھوڑی مدت میں کافی شہرت حاصل کی ۔ اور اس کے کشف و کرامت ظاہر ہونے کے بعد پٹھانوں کے بہت قبیلے اس کے مرید ہو گئے ۔

بایزید انصاری کی ہوشیاری اور ذہانت کا اعتراف خود حضرت اخوند درویزہ

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۵۲ ۔

(۲) ہندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر ص ۲۲ ۔

ہے اس طرح سے کہا ہے ۔ کہ اس کو اپنے عقائد پر اتنی قدرت حاصل تھی کہ باوجود مناظرے میں ناکامی کے اپنے خیالات کو ترک نہیں کیا بلکہ اس کی حمایت میں لڑائیاں بھی لڑیں ۔

" اما بعنایت پیر دستگیر و بالطاف خداوند قادر قدیر این فقیر چندان سوالہ و جوابہ می نمود ۔ کہ آن لعین و سائر مردم شریر مانند مو بعجز نمود معترف آمد ۔ و شرمندہ عالم گشت اما از انجا کہ ہوا نفسانی بود غالب آمدہ واغوا شیطانی بود متولی گشتہ وختم خاتمہ او بر شقاوت رفتہ بود مسلمان نشدہ ۔ (۱)

ترجمہ :۔ حضرت پیر کی برکت اور اللہ تعالی کی عنایت سے میں نے (بایزید انصاری) سے اس قدر سوال و جواب کئیے کہ وہ لعین اور دیگر لوگ حیران رہ جاتے تھے ۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی عاجزی کا اعتراف کر لیا ۔ لیکن نفسانی خواہشات اور شیطانی وسوسے اس پر غالب تھے ۔ بدبختی اس کا مقدر ہو چکی تھی اور وہ مسلمان نہ ہوا ۔

بایزید کے ملحدانہ اور کافرانہ عقائد کے خلاف حضرت پیر بابا اور حضرت اخوند درویزہ نے سرفروشانہ جہاد کیا ۔ حق سے باطل مٹ گیا اور حق غالب آگیا ۔ آج کسی کو بھی معلوم

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۵۲ ۔

نہیں ۔۔ کہ بایزید کا مزار کہاں ہے " مگر حضرت پیر بابا اور حضرت اخوند درویزہ مرجع عوام و خاص

ہیں ۔

حافظ عبدالمقتدر الپوری نے حضرت اخوند درویزہ کا پٹھانوں پر احسان کے

بارے میں فرمایا ہے ۔

بزرگ اخوند درویزہ بل مشعل د شرع

بزرگ اخوند درویزہ شریعت کا جلتا ہوا مشعل ہے

زدل

منکر ړوند دې غلط پښه په بل حجت

منکر اندھا ہے ۔ جو غلط قدم دوسری جانب رکھتا

ہے ۔

پښتانه د پ د اخون ترحقه لاند

پختون قوم اخون کے حق کے زیر سایہ ہیں ۔

ازدي

عیب عاقل شه چه په پیر و مرشد حقت

اس بات پر قائل ہوجانا چاہئیے کہ پیر و مرشد کا

راستہ انہوں نے ہی دکھایا ہے ۔

هر چه وائي د اخون حق په ما نیشته

جو کوئی یہ کہتا ہے کہ اخون کا مجھ پر کچھ حق

نہیں ۔

زدي

د سیلاب په مکښې خیبې عمل طاعت

وہ سیلاب کی راہ میں اپنا عمل طاعت رکھتا ہے

یعنی اس کا عمل طاعت مزال ہے ۔

آیات قرآنی نقل کرکے ان سے متعلق کچھ مواد حدیث (جس کی صحت یا عدم صحت میں وہ کوئی امتیاز نہیں کرتے) سے لے کر اضافہ کرتے ہیں ۔ اور جہاں کہیں ممکن ہو ان کی تائید میں بزرگوں کے اقوال بھی بیان کرتے ہیں ۔

۱۔ خیرالبیان :-

ان کی کتابوں میں سے خیرالبیان بالخصوص ان لوگوں کے نزدیک مقدس کتاب کا حکم رکھتی تھی ۔ ان کا دعوی تھا کہ خیرالبیان ان پر بذریعہ الہام نازل ہوئی تھی ۔ یہ کتاب چالیس ابواب پر مشتمل عربی فارسی پشتو اور ہندی میں ہے ۔ بایزید جب بستر مرگ پر تھا تو مریدوں نے آخری وصیت کی درخواست کی ۔ جس پر بایزید نے کہا کہ خیرالبیان کا مطالعہ کرو ۔ اور اس کتاب میں وہ تمام علم میں نے درج کر دیا ہے جو مجھے خدا کی طرف سے القا ہوا ہے (۱) ۔ اسی کتاب سے بایزید کے عقیدہ وحدۃ الوجود کا اثبات ہوتا ہے (۲) ۔

روشنیوں کے نزدیک یہ کتاب اتنی اہم تھی کہ ایک دفعہ رات کے وقت جب

---

(۱) حالنامہ ص۲۸۳ از علی محمد مخلص

(۲) مآثر الامراء جلد ۲ ص۲۲۳ ۔

جو سوڑی پٹھان ان کا بڑی سختی سے مقابلہ کر رہے تھے تو ان کے بیٹے شیخ عمر نے فوراً اپنی فوج کو رک جانے کا حکم دیا ۔ اور اس وقت تک رکا رہا جب تک کہ یہ کتاب جو وہ راستے میں کہیں بھول آیا تھا واپس دوبارہ نہ مل گئی ۔ (۱) یہ کتاب پشتو اکیڈمی پشاور نے مولانا عبدالقدوس صاحب کے حواشی کے ساتھ شائع کی ہے ۔ اور اس کا نسخہ ٹوبنگن یونیورسٹی مغربی جرمنی سے حاصل کیا گیا تھا ۔

حضرت اخوند درویزہ نے یہ بھی دعوی کیا ہے کہ یہ ساری تصنیف بایزید انصاری کی نہیں ۔ بلکہ اس کی اس تصنیف میں اس کے مرید خاص " ملا ارزانی " (۲) کا بھی

---

(۱) حالنامہ ص ۴۹۸ ۔

(۲) ملا ارزانی پیر روشان کے مریدوں میں سے تھا ۔ اور قوم خویشگی سے تعلق رکھتا تھا ۔ اس کے دو بھائی اور تھے " ملا عمر ۔ اور ملا علی " یہ دونوں بھائی بھی پیر روشان کے مرید تھے ۔ ارزانی ایک تیز فہم ۔ فصیح البیان شاعر تھا ۔ پشتو ۔ فارسی عربی اور ہندی تینوں زبانوں میں شعر کہتا تھا ۔ ارزانی بعد میں پیر روشان سے علیحدہ ہوکر ہندوستان چلا گیا ۔ باقی دونوں بھائی پیر روشان کے ساتھ رہے ۔ ارزانی کے معاصرین شعراء میں دولت لوحانی کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے ۔ اور دولت لوحانی

متحمد ھاتھ تھا ۔ جو بڑا ذھین اور فصیح شاعر تھا ۔ اس نے فارسی ، ھندی ، افغانی

اور عربی میں گواھی اور مثالہ کے اشعار کہے ھیں ۔ (۱)

۲۔ مقصود المؤمنین :-

یہ کتاب عربی زبان میں ھے ۔ روشنیون کے نزدیک یہ کتاب بھی مقدس سمجھی

= ۱۔ سا بجا خود اس کے ادبی بلندی کے مقام کی طرف اشارہ کرتا ھے ۔ (پختانہ شعراء

جلد اول ص ۲۵ ۔ ۲۲)

ملا ارزانی تحریک روشنائی کے سب سے پہلے علمبرداروں میں سے ھے ۔ اور

ملکہ اس کا شمار پیر روشان کے ممتاز ترین خلفاء میں سے ھے ۔ وہ افغانوں کے قبیلہ

خویشگی سے تعلق رکھتا تھا ۔ خود کہتا ھے ۔ یہ خویشگی میں عزیز ھے ۔ اور اس کے

والد کا نام برھان ھے ۔ ارزانی کے دو بھائی اور بھی تھے ان میں ایک کا نام علی محمد

مخلص اور دوسرے کا نام ملا عمر تھا ۔ یہ دونون بھائی بھی پیر روشان کے خلفاء میں سے

تھے ۔ مخلص پشتو کے متقدمین شعراء میں ایک عظیم المرتبت شاعر ھے ۔ اس کا اعتراف

مرزا خان انصاری جیسے پشتو کے بلند پایہ شاعر نے بھی کیا ھے ۔

ارزانی بھی علم و فضل کے ساتھ ساتھ ایک فصیح و بلیغ شاعر تھا ۔ اس نے

پشتو ۔ فارسی ۔ عربی اور ھندی میں کافی اشعار کہے ھیں ۔ چنانچہ ان زبانوں میں اس کے

جاتی تھی - اس کے متعلق روایت ھے کہ اس کے طفیل بایزید کے بیٹے جلال الدین کی جان بچی - کیونکہ وہ اسے جب لے جارھا تھا تو دشمنوں کے خنجروں اور تلواروں کے وار کے خلاف اسی کتاب نے ڈھال کا کام دیا - ایک درویش کو ھاتف غیبی نے ندا دی - کہ وہ اپنے گھر میں گوشہ نشین ھوکر ان دونوں کتابوں (خیرالبیان - مقصود المومنین) کا مطالعہ کرے - (۱)

یہ کتاب بایزید نے اپنے بڑے لڑکے شیخ عمر کی درخواست پر مرتب کی تھی - اس میں اٹھارہ ابواب ھیں - پہلے نو ابواب میں وعظ - عقل - ایمان - خوف و رجا - نفس شیطان - قلب - روح - دنیا - آخرت - توکل اور توبہ کے موضوعات پر بحث کی گئی ھے - اور باقی آٹھ ابواب تصوف کے آٹھ مدارج کی بحث کے متعلق ھیں - وہ آٹھ مدارج یہ ھیں شریعت - طریقت - حقیقت - معرفت - قربت - وصلت - وحدت اور سکونت ھیں - اس

= اشعار موجود ھیں - ان کے علاوہ ارزانی نے ایک اور کتاب بھی لکھی تھی - ارزانی اور اس کے بھائی تحریک روشنائی میں شرکت سے پہلے پنجاب کے مشہور شہر قصور میں آباد تھے

......

= (۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۹ -

....

(۱) حالنامہ ص ۳۹۰ -

کتاب کو ڈاکٹر صوفی خان شمیم عرس (انسٹی ٹیوٹ آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد) نے
ایڈٹ کیا ہے ۔ اور خیبر مل پریس پشاور نے اس کو شائع کر دیا ہے ۔

۲۔ صراط التوحید :۔

یہ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں ہے ۔ اس میں خاص طور پر ملوک و امراء
سے خطاب کیا گیا ہے ۔ اور سلاطین کو تنبیہ کی گئی ہے ۔ اور مجاہدہ و ریاضت کے
مدارج کا ذکر کر کے انسانی روح کی ارتقائی منزل طے کرنے کے اصول بتائے ہیں ۔ جن کا
حصول پیر کامل ہی کی رہنمائی سے ہوتا ہے ۔ وہ اصول آٹھ ہیں ۔

۱) مقام شریعت :۔

اس مقام میں سالک گفتگو میں پیغمبروں کے نقش قدم پر چلتا ہے ۔ سچ بولتا
ہے ۔ غیبت ، جھوٹ اور فحش و مبالغہ آرائی سے پرہیز کرتا ہے ۔ اسے اپنی زبان قابو
میں رکھنی ہوتی ہے ۔ اور اعلیٰ مراتب حاصل کرنے کے لئے اسے مقام شریعت کے آداب
و احترام کو ملحوظ رکھنا ہوتا ہے ۔ (۱)

---

(۱) صراط التوحید ص ۲۱ ۔

۲) مقام طریقت :-

اس مقام میں سالک کوشش کرتا ہے کہ اپنے آپ میں فرشتوں کے اوصاف پیدا کرے ۔ خواہشات نفسانی سے پرہیز کرے ۔ دل کی صفائی اور تزکیہ میں مصروف ہو جائے ۔ اور عبادت میں فرشتوں جیسی لذت محسوس کرے ۔ اس مقام میں فرض نماز اور روزوں کے ساتھ ساتھ نفل نمازیں اور روزے بھی ادا کرے ۔ زکوۃ کے ساتھ ساتھ سخاوت اور حج کے ساتھ پیر کامل کی اطاعت شامل کرے ۔ (۱)

۳) مقام حقیقت :-

اس مقام میں سالک پیغمبروں کی مکمل پیروی کرے ۔ ذکر خفی ۔ دائمی ذکر اور فکر دل کی صفائی اور باطن اس مقام کی خصوصیات ہیں ۔ ذکر خفی کی پابندی پر بایزید نے بہت زور دیا ہے ۔ اور صراط التوحید میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی میں اسے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ۔ (۲)

۴) مقام معرفت :-

اس مقام میں سالک دل کی آنکھوں سے حق کا دیدار کرتا ہے ۔ اور جو

---

(۱) صراط التوحید ص ۴۱ ۔
(۲) ایضاً ص ۴۲ ۔

جس میں ذات حق کا جلوہ تلاش کرتا ہے۔ اور چار بنیادی چیزوں یعنی نفسانیت، حرص شہوت اور طمع سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ اور قوت عقل و ذکر اور مشاہدے پر قائم رہتا ہے۔(1)

۵) مقام قربت :-

اس مقام میں سالک حق کی آواز کے علاوہ اور کچھ کان سے نہیں سنتا۔ اور مخلوق سے تسبیح کے جو نئے نئے نغمے رنگارنگ طریقے سے نکلتے ہیں ان کو سمجھتا ہے۔(2)

۶) مقام وصلت :-

اس مقام میں سالک اپنی ہستی کو بھول جاتا ہے۔ اور اپنے معبود کے ساتھ اپنی ہستی شریک کر لیتا ہے۔ اس سے مراد بایزید کی یہ بات ہے کہ بغیر معبود کے کسی کو نہیں دیکھتا۔ کیونکہ خدا کے علاوہ سب کچھ ختم کر دیتا وحدت کا مقام ہے۔(3)

---

(1) صراط التوحید ص ۴۳۔

(2) ایضاً

(3) ایضاً ص ۴۴۔

۷) مقام وحدت :-

سالک اپنے آپ کو اور پوری دنیا کو خدا تعالیٰ کی ہستی میں مدغم کردے ۔

جس طرف بھی دیکھے اور جو کچھ بھی دیکھے ۔ ذات حق کے علاوہ اسے کچھ نظر نہ آئے ۔ (۱)

اس کتاب کے آخر میں اس کے پڑھنے کی اہمیت کا ذکر ہے ۔ کہ اس کو پڑھنے سے علم التوحید سیکھا جاتا ہے ۔ یہ کتاب پشاور کے ہمانہ گھر کے ناظم جناب مولانا عبدالشکور صاحب نے ۱۹۵۲ء میں چھپوائی ۔ اس کی تالیف ۱۲۸ھ / ۱۸۸۸ء بتائی گئی ہے ۔

۲۔ فخر الطالبین :-

حالنامہ کے مؤلف علی محمد مخلص کے بیان کے مطابق حضرت بایزید مختلف (۲)

---

(۱) صراط التوحید ص ۲۲ ۔

(۲) علی محمد مخلص کے باپ ابابکر نے پہلے میں جلال الدین (جلالہ) کی خدمت کی تھی ۔ بعد میں قصد احداد کے زیر نگرانی لشکر کی سپہ سالاری کا انجام پاتا تھا ۔ پھر بایزید کا خاندان جب ہندوستان میں منتقل ہوا تھا تو یہ بھی ان کے ہمراہ ہندوستان

ادبی قدرو قیمت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ۔کہ یہ کتاب بایزید انصاری کی زندگی

کے مختلف ایسے گوشوں کو ہمارے سامنے لاتی ہے جو ہمیں کسی دوسری کتاب میں نہیں

ملتے ۔اور ان کے حالات پر ہمیں اس سے زیادہ کوئی اور معتبر کتاب نہیں ملتی ۔

اس کتاب میں جو کمی محسوس ہوتی ہے وہ یہ کہ فاضل مولف نے واقعات کے

اندراج میں سنین اور تاریخ کو نظرانداز کردیا ہے ۔اور اس میں ہمیں ان جنگوں کی

تفصیلات نہیں ملتی ۔جو پیر بایزید نے اپنی آخری عمر میں ڈھائی سال تک مغلوں کے

خلاف لڑیں ۔لیکن ہماری نظر میں جو امر اس کتاب کی اہمیت کو بڑھاتا ہے ۔وہ یہ ہے

کہ پیر بایزید کی اولاد کے متعلق اس میں معمولی سی معمولی تفصیلات کو نظرانداز نہیں

کیا گیا ۔ (۱)

<u>بایزید کے دعوے اور نظریات :-</u>

بایزید کی کتابوں کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس نے نبوت کا

دعوہ کیا تھا ۔اور اس نے خیرالبیان میں اپنے آپ کی طرف وحی کا اشارہ کرتے ہوئے

لکھا ہے ۔

---

(۱) تذکرہ صوفیائے سرحد ص۱۹۵ ۔

۱۔ اے بایزید ۔ میں ہر زمانے کے بے خبر لوگوں کو عذاب نہیں دوں گا ۔ میں اپنے ہادی کو ان کے پاس کتاب کے ساتھ بھیجوں گا ۔ جس میں سچ ، جھوٹ ، حلال و حرام کرنے اور نہ کرنے کے کاموں اور راحت و عذاب کا بیان ہوگا ۔(1)

۲۔ اپنی کتاب خیرالبیان کو کتاب خداوندی کہتے ہوئے لکھا ہے ۔

"دیکھو بایزید ۔ میں نے تجھ سے پہلے پیغمبروں کو ان کی قوموں کی زبانوں میں کتابیں بھیجی تھیں ۔ جن میں سچ ، جھوٹ کرنے اور نہ کرنے کے کاموں اور حلال و حرام کا بیان تھا ۔"

"وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه ترجمہ " (ہر آئینہ تحقیق فرستادیم ہر پیغمبر را بہ زبان قوم او) بیان ہے ۔ قرآن میں دیکھو میں تجھ کو اپنی قدرت سے چار زبانوں میں خیرالبیان سکھلوں گا ۔ کیا ہوا اگر جو اس سے پہلے خیرالبیان عربی میں تھا ۔"(2)

۳۔ اپنے آپ کو اللہ کی جانب سے لوگوں کا ہادی کہتے ہوئے لکھتا ہے ۔(3)

---

(1) خیرالبیان ص ۵۵ ۔

(2) ایضاً ص ۱۷

(3) حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک مسلمانوں کے لئے ہادی ہیں ۔ اور آپ کی ہدایات

"اے بابزید لوگوں کو میری طرف دعوت دے - میں نے تجھے ہادی بنایا ہے لوگوں کی رہنمائی کو - تاکہ لوگ سیدھی راہ پر آجائیں" - (۱)

بابزید خدا کی طرف سے ہادی ہونے کا مدعی ہے - اور خدا کی طرف سے جسے ہادی مقرر کیا جاتا ہے - وہ پیغمبر ہوتا ہے - ولکل قوم ھاد - یعنی ہر (۲) قوم کے لئے ہادی یعنی پیغمبر ہوتا ہے - اس کے علاوہ ہادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے ایک معروف نام بھی ہے -

۳- ابلیس اور آدم کا نام اور حال بدلتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ -

اسم ابلیس کان ملکا واسم آدم کان صنماً فصیراً للہ اسمیم وحالہم بوصفہم عیاں کذلک

= و تعلیمات قیامت تک باقی اور جاری ہیں - حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاص زمانے اور ایک خاص قوم کے لئے نہیں - بلکہ تمام زمانوں اور تمام دنیا کی قوموں کے لئے قیامت تک ہادی بن کر تشریف لائے اور بنی نوع انسان کے لئے آپ کی ہدایت اور نبوت و رسالت کافی ہے - اس وجہ سے حضور صلعم کے بعد کسی زمانے میں بھی خدا کی طرف سے ہادی پیغمبر کی ضرورت ہو کیا اس کا تصور بھی حضور صلعم کی نبوت و رسالت کی کھلی تکذیب ہے - اور ختم نبوت سے صریحاً انکار ہے - (ملخصاً) (واللہ اعلم بالصواب)

••••••••••

(۱) حالنامہ ص ۹۳ - (۲) آیت نمبر ۷ : ۱۳

الانسان مختار ومامور ومنہی وکان لہ اختیار صار بالایمان والطاعۃ مؤمنا ومطیعا

(1)
وبالکفر والفسق صار کافرا وفاسقا اھ ۔

ترجمہ :- ابلیس کا نام فرشتہ تھا ۔ اور آدم کا نام صفی تھا جس اللہ نے اس کا نام و حال بدل دیا ۔ بوجہ ان کی صفتہ کے ۔ اسی طرح انسان مختار ہے ۔ اور اس کو امر کیا گیا ہے ۔ اور اس کو نہی کی گئی ہے ۔ اور اس کو اختیار ہے ۔ ایمان اور اطاعت ہو وہ مؤمن اور مطیع ہوتا ہے ۔ اور کفر اور فسق ہو وہ کافر اور فاسق ہوجاتا ہے ۔

اس عبارت میں بایزید نے معاذ اللہ ابلیس اور آدم کو بالکل ایک ہی نظر سے دیکھا ہے اور کہا ہے کہ جس طرح آدم علیہ السلام کا نام صفی (برگزیدہ) تھا ۔ اسی طرح ابلیس کا نام ملک (فرشتہ) تھا ۔ مگر نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دونوں کے ناموں اور حالتوں کو بدل دیا ۔ اور ان میں کوئی فرق نہیں کیا ۔ یہ آدم علیہ السلام کی شان میں انتہائی بے ادبی اور گستاخی ہے ۔ جو بایزید نے نہایت جسارت اور بے باکی کے ساتھ کی ہے ۔

۵ ۔ بایزید انبیاء علیہم السلام کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کا ذکر کرتے ہوئے

---

(1) خیر البیان ص ۲۲۹ ۔

لکھتا ہے ۔

بسبب متابعۃ الهوی یصیرون (کذا) جمیع الانسان ۔ دوم ان کان من الانبیاء والاولیاء بسبب متابعت نفس و خواہش آن گمراہ می گردد ۔ همه آدمیان اگر چه باشد از پیغمبران و اولیاء ۔ (۱)

ترجمہ :۔ نفس کی پیروی اور اس کی خواہش کے سبب آدمی گمراہ ہو جاتے ہیں ۔ اگرچہ وہ پیغمبر اور ولی ہوں ۔

الہام کا مطلب واضح ہے ۔ بایزید جس طرح نفس کی خواہش اور پیروی کے سلسلہ میں عام آدمیوں کے گمراہ ہو جانے کا ذکر کرتا ہے ۔ بالکل اسی طرح معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام کی شان اقدس کی طرف بھی گمراہی منسوب کرتا ہے ۔ اور اس سلسلے میں عوام اور انبیاء میں کوئی فرق نہیں کرتا ۔ اور یہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں شدید بے ادبی ہے ۔ اور گستاخی ہے جس کا ارتکاب اس نے کیا ہے ۔

۷۔ اپنی کتاب خیرالبیان کو قرآن پاک کے ہم مرتبہ سمجھتے ہوئے کہتا ہے کہ ۔

" اگر تو اس پر عمل نہیں کرتا ۔ تو خیرالبیان سے بہرہ نہیں پائے گا ۔ اور وہ

---

(۱) خیرالبیان ص ۲۹۷ ۔

مسجد سے شروع کرے ۔ جو خیرالبیان پر عمل کرنے کے منکر لوگوں کو پند دیتا ہے ۔

یاایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک سوان لم تفعل فما بلغت رسالته ۔

سورۃ المائدہ کی مذکورہ آیت نمبر ۶۶ کا ترجمہ کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ

اے هو گرامی پیغمبران برسان تو امت خود را چیزے کہ فرستادہ شدہ

است بسوئے تو از پروردگار تو و اگر نہ کنی تو آن تبلیغ پس نرسانیدی تو پیغام رسالت

خود را ۔ (۱)

اس ابہام میں ایک تو بایزید نے خیرالبیان کو قرآن کا ہم مرتبہ ٹھہرایا ۔ اور

دوسرے یہ کہ بایزید نے اپنے اوپر جو آیت نازل کروائی ہے وہ حضور صلی اللّٰہ علیہ

وسلم کے ساتھ مخصوص ہے ۔ مگر بایزید "یا ایها الرسول" کے معنی "اے هو گرامی

پیغمبران" کرتا ہے تاکہ اس زمرے میں وہ خود کو بھی شامل کرے ۔ پھر "رسالته" میں

ضمیر اللّٰہ کی طرف راجع ہے ۔ اور اس نے اپنی طرف راجع کیا ۔ مذکورہ آیت کو بایزید نے

خیرالبیان میں بار بار لکھا ہے ۔ اور ہر جگہ اس کا ترجمہ اسی پیرائے میں کیا ہے ۔

---

(۱) خیرالبیان ص ۲۹۶ ۔

۵۔ بایزید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بہت سی اپنی طرف سے من گھڑت اقوال نقل کیے اور بتلایا کہ میری (بایزید) حدیث میں شک کرنا کفر ہے ۔

"قال علیہ السلام عامون الناس مرضۃ و شیخ الکامل طبیبۃ و ذکر الخفی دوائہ دوائہ من یحب ذکر الدائم لصحۃ من المرضوض شک بہ فقد کفر ۔ (۱)

ترجمہ :۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ عام لوگ مریض ہیں ۔ اور شیخ کامل طبیب ہے ۔ اور ذکر اس کی دوا ہے ۔ جو ذکر دائم سے محبت کرے ۔ یہ بیماری سے صحت ہے اور جس نے اس میں شک کیا پھر وہ کافر ہوگیا ۔

یہ حدیث بایزید کی گھڑی ہوئی ہے ۔ اور اس کا دعوی ہے کہ جو شخص اس میں شک کرے وہ کافر ہو جاتا ہے ۔ بالفاظ دیگر بایزید کی "احادیث کاذبہ" میں جو شک کرے یا ان سے انکار کرے تو وہ اس کے نزدیک کافر ہے ۔

۶۔ خاتم النبیین سے ہمسری کا دعوی کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

مامن نبی الاولہ نظیر فی امتہ ۔ (۲)

---

(۱) صراط التوحید ص۱۰۲ ۔

(۲) خیر البیان ص ۲۳ ۔

ترجمہ :- کوئی عظیم نبی ایسا نہیں ہے جس کی امت میں اس کی نظیر نہ ہو ۔

بایزید کی یہ جعلی اور جھوٹی حدیث ہے ۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کسی نبی کی امت میں اس کی نظیر موجود نہ تھی ۔ حضرت نوح ۔ حضرت ابراہیم ۔ حضرت موسیٰ علیہ اور حضرت عیسیٰ کی امتوں میں ان کی نظیر کون تھے ۔ اس جعلی حدیث کے ذریعے بایزید اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر اور مانند سمجھتا ہے ۔ اور اس حدیث کو اپنی نبوت کے ثبوت پر بطور دلیل پیش کرتا ہے ۔ بایزید نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر کہہ کر آپ کی شان اقدس میں فروتر بات کی ہے ۔ اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت کی تنقیص ہوتی ہے ۔ اور اہل اسلام جانتے ہیں کہ اسلام میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے ۔

۷ ۔ بایزید کے نزدیک خیرالبیان پر ایمان نہ لانا موجب عقوبت تھا ۔ لکھتے ہیں

بیشک اللہ اپنے موٴمن بندوں کو کتاب کا وارث قرار دیتا ہے ۔ جس نے اس پر ایمان لایا اور اس پر عمل کیا ۔ پس اس نے ہدایت معرفت اور راحت پائی اور جو اس پر ایمان نہ لایا اور اس پر عمل نہ کیا ۔ تو بلا شک وہ ضلالت جہالت اور عقوبت کا مستحق ہوگا ۔ عادہ نے یہ کلام کیا ہے ۔ (۱)

---

(۱) خیرالبیان ص ۲۱ ۔

۸۔ آپ نے خیرالبیان کی تلاوت کو روزانہ لازمی قرار دیا تھا۔

"ہر روز دو وقت عورتوں اور مردوں کے درمیان ایک بلند جگہ بنائی جاتی۔ اور خلیفہ اس پر بیٹھتا اور ان کے سامنے خیرالبیان اور مقصودالمؤمنین پڑھتا۔ اور اس کے معنی بیان کرتا۔ اور عورت و مرد سنتے اور جب یہ کتاب پوری ہوجاتی تو ہر آدمی اپنی استعداد کے مطابق اپنے گھر سے بکرا بکری۔ آٹا۔ گھی اور چاول منگواتا اور خلیفہ کے گھر بہت سا کھانا پکوایا جاتا۔ گوشت اور شہر کے لوگوں کو دعوت دی جاتی اور کھانا کھلایا جاتا۔ (۱)

حالنامے کے اس اندراج سے معلوم ہوا کہ بایزید کے پیروکار خیرالبیان کے ساتھ قرآن کریم ہی کی طرح برتاؤ کرتے۔ بلکہ وہ خیرالبیان کی وجہ سے قرآن کریم سے بے نیاز ہوگئے تھے۔ اور قرآن کو نعوذ باللہ متروک کر دیا تھا۔ گویا خیرالبیان کے نزول کے بعد انہیں قرآن مجید کی ضرورت ہی نہیں رہی تھی۔ اسی لئے تو انہوں نے خیرالبیان کے پڑھنے اور اس کے معانی سمجھنے کے لئے سارا دن وقف کردیا تھا۔ جہاں تلاوت اور درس خیرالبیان کی مجالس میں مرد و زن مخلوط بیٹھتے۔

---

(۱) حالنامہ ص ۵۴۰۔

۱۔ بایزید اپنے مریدوں کو اپنی ذات کے متعلق مامور من اللہ داعی کہتے ہوئے لکھتا ہے۔

اے بایزید۔ تجھ پر فرض ہے کہ لوگوں کو میری معرفت کی طرف بلاؤ۔ انبیاء علیہم السلام کی سمجھ کے مطابق "اے سبحان مجھے اپنے حکم سے پیغمبروں کی سمجھ بتا دے" اے بایزید میں نے شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت اور وحدت پیغمبروں کی سمجھ کردہ ہے۔ (۱)

بایزید نے لوگوں پر آٹھ مقامات یکے بعد دیگرے فرض کر دیئے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ شریعت۔ طریقت۔ حقیقت۔ معرفت۔ وحدت۔ قربت، سومت اور سکونت لیکن وہ یہ مقامات فقط انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی فرض قرار دیتا ہے۔ اور ان کی سمجھ کو ان آٹھ مقامات تک ہی محدود کرتا ہے۔ مذکورہ الہام میں دعوی کیا گیا ہے کہ بایزید کو انبیاء کے مقامات اور انبیاء کی سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان کوئی فرق محسوس نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ بایزید الہام کے پردے میں اللہ تعالی سے براہ راست مکالمہ اور مخاطبے کا قائل ہے۔

---

(۱) خیرالبیان ص ۶۸۔

۱۰۔ بایزید نے دعوی کیا ہے کہ اس کو خدا کی جانب سے یہ حکم ملا ہے کہ وہ حق کی ندا کو پہنچائے ۔

از حضرت عزت ندا رسید کہ یا بایزید اگر طالب صادق بیاید پیش تو طلب این حال از تو براستی کند پس او را ازین حال واقف گردان ۔ تا ازین یک چون چراغهائے بسیار افروختہ شود و نور در فزاید گردد ۔ (۱)

ترجمہ :۔ خداوند تعالی کی طرف سے ندا آئی ۔ کہ اے بایزید اگر ایک سچا طالب کو تیرے پاس آئے اور تجھ سے سچائی کے ساتھ اس حال کی طلب کرے ۔ پس اس کو اس حال سے واقف کر تاکہ اس ایک چراغ سے بہت سے چراغ روشن ہو جائیں ۔ اور نور ترقی کرے ۔

بایزید کے دعوے کے مطابق جب وہ خدا کی طرف سے لوگوں کو اپنی دعوت پر مامور ہوا ۔ تو اس نے تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اپنی دعوت کی ابتداء اپنے خویش و اقارب سے کی ۔ اور اپنے والد قاضی عبداللہ اور چچازاد بھائی محمد یعقوب کو اپنے خلیفہ محمد کمال کے ذریعے اپنی دعوت پہنچائی ۔

مذکورہ تمام واقعات سے یہ بات بآسانی واضح ہو سکتی ہے کہ بایزید کے نظریات بالکل غلط اور باطل تھے ۔ خیرالبیان اور صراط التوحید میں ان سے بہت زیادہ ایسے

---

(۱) مقدمہ خیرالبیان ص ۱۱ ۔

واضح اقوال ہیں جن سے بایزید کے اس عقیدہ کی وضاحت ہوتی ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ اسہوں نے حضرت اخوند درویزہ نے ان تمام باطل عقائد کو پڑھا اور سنا ۔ اور بایزید کا پر کفر کا فتوی صادر کیا ۔ حضرت اخوند درویزہ نے عوام الناس کو اس سے آگاہ کرتے ہوئے اسلامی عقائد و مسائل کی تبلیغ و توضیح کرتے ہوئے مسلمانوں کی بروقت صحیح رہنمائی کی ۔ جانسپہ فرمایا ۔

گاہی پیران خود را خدا می گویند و بعد بعضے پیغمبر می گویند ۔ و بعضے مامون از خوف خاتمہ و اہل بہشتہ یقین می دارند ۔ و بدین معتقدات کافر می گردند ۔ (۱)

ترجمہ :- کبھی اپنے پیروں کو خدا کہتے ہیں ۔ اور بعض ان کو خوف خاتمہ سے مامون اور اہل بہشت یقین کرتے ہیں ۔ اور ان معتقدات پر کافر ہو جاتے ہیں ۔

ان تمام حالات سے یہ بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت اخوند درویزہ اور بایزید انصاری کے درمیان جنگ سیاسی نہیں تھی بلکہ یہ خالصتاً مذہبی جنگ تھی ۔ اور یہ لڑائی مذہبی جذبے پر قائم تھی ۔ اور وہ لوگ جو اس لڑائی کو سیاسی رنگ دینا چاہتے تھے ان کی رائے کی تردید کی ۔ ۱۰۹۱ھ میں ولی خان نے بھی مقصود المومنین کے

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۸ ۔

مقدمے میں لکھا ہے کہ ان کی تحریک مذہبی اور اصلاحی تحریک تھی ۔ اور اس تحریک نے کانی گرم میں جنم لیا ۔ (۱)

بایزید نے اپنے فرقے کی بنیاد وحدۃ الوجود پر رکھی ۔ اور جو کوئی اس عقیدے کو تسلیم نہ کرتا ۔ اس کے نزدیک کافر شمار ہوتا ۔ حضرت اخوند درویزہ نے اس کی تردید کی ۔ کیونکہ پیر بابا نے ان کو اس عقیدے کے متعلق واضح طور پر کہہ دیا تھا ۔ کہ یہ انسان کو کفر تک پہنچاتا ہے ۔ کیونکہ اس میں لوگ کبھی مکان کو کبھی روح کو اور کبھی نفوس کو خدا کہتے ۔ اور کوئی تمام کائنات کو ایک خدا کہتے ہوئے ایک ذات خداوندی تصور کرتے تھے ۔ کوئی خدا کو مخلوق میں اور مخلوق کو خدا میں محو سمجھاتے ہیں ۔ (۲)

حضرت اخوند درویزہ نے جب بایزید کے ان عقائد کو سنا تو آپ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ۔ تو آپ نے ان کے اس دعوے کو باطل قرار دیتے ہوئے ان کے خلاف جنگیں لڑیں ۔ اور ان کے ساتھ بحث و مباحثہ کئے ۔ حضرت اخوند درویزہ کا یہ قول تھا کہ تصوف کے بارے میں اپنے استاد اور پیر و مرشد کا ہونا ضروری ہے ۔ جبکہ بایزید نے کسی پیر سے بیعت نہیں کی تھی ۔ اور بغیر اپنے باپ کے کسی کی شاگردی نصیب نہیں

---

(۱) مقدمہ بایزید انصاری ص۲ از ڈاکٹر میرولی خان ۔

(۲) تذکرۃ الابرار والاشرار ص۱۲۴ ۔

ہوئی تھی۔

"این علمے است کہ از تحریر نیاید – مگر بطفیل صحبت مرشد۔" (۱)

ترجمہ :۔ یہ وہ علم ہے کہ جو تحریر میں نہیں لایا جاسکتا – مگر مرشد کی ذاتی

صحبت میں حاصل ہوتا ہے۔

....

دیگر "اکابر" معاصرین علماء اور آپ کی رائے

(۱)

حضرت اخوند درویزہ کا دور رفض و بدعت اور الحاد و زندقہ کا دور تھا

لہذا آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت پیر بابا کے زیر سایہ ان بدعات کا مقابلہ کیا۔آپ

نے ان تمام بے دین بدعتی علماء اور بدعتی مشائخ کے خلاف علمی قدم اٹھایا۔

اور ان کے عقائد کو دین اسلام کے لئے ایک خطرہ عظیم سمجھ کر ان کے خلاف جہاد

بالقلم اور جہاد باللسان آخری دم تک جاری رکھا۔اور آپ ان کے ساتھ بحث و مباحثہ

میں اتنے مشہور ہو گئے تھے کہ جب بھی کوئی عقائد کا مسئلہ پیدا ہوتا تو آپ کو ا

---

(۱) رفض کے معنی ہیں انکار کے۔چونکہ اہل رفض اہل السنۃ والجماعۃ کے بعض

عقائد و مسلمات سے انکار کرتے تھے۔اس لئے "رافضیہ" کے نام سے مشہور ہوئے۔

رفض کی ابتداء حضرت علی کے زمانے میں عبداللہ بن سبا نے کر دی تھی۔جو بعد میں

یہ فرقہ کئی شاخوں یعنی کیسانیہ۔کوفیہ۔حربیہ۔بیانیہ۔مغ

وغیرہ میں بٹ گیا۔

(ماخوذ تاریخ معتزلہ ص ۲۵ و اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱ ص ۱۳۲-۱۳۰)

....

کی اطلاع دی جاتی ۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتاب "تذکرۃ الابرار والاشرار" میں اکثریت
کا نام لے کر ان کے حال و احوال بیان کئے ہیں ۔

اس کتاب کے صفحہ ۱۵۹ سے لے کر آخر تک بعض "ابرار اور اشرار" کا ذکر
ہے ۔ اور اس کا عنوان درج ذیل رکھا ہے ۔

"ذکر متمردان اشقیاء و مبتدعات مخترعات" ۔ (۱)

ترجمہ :۔ سرکشوں بدبختوں اور اپنی آپ سے باتیں گھڑنے والوں کا ذکر" ۔

اس عنوان کے تحت آپ نے اسی (۸۰) سے زائد "اشرار" اور چالیس (۴۰)
سے زائد مفقود "ابرار" لوگوں کا ذکر کیا ہے ۔ آپ خود بھی فرماتے ہیں کہ ان سرکشوں
سرکشوں کا ذکر تو بہت زیادہ ہے ۔ جن میں اکثریت نے طریقہ "اہل السنۃ والجماعۃ" (۲) ۔۔

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۵۹

(۲) یعنی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم پر عمل پیرا ہونے والے لوگ ۔ اس جماعت کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے ۔ جن کے
اعتقادات ، اعمال اور مسائل کا محور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ اور
آپ کے صحابہ کرام کا اسوہ مبارک ہے ۔ اور ان کا مذہب ہر قسم کی ضلالت و بدعت سے پاک ہے
(اہل السنۃ والجماعۃ از سید سلیمان ندوی مطبوعہ مکتبہ الشرق آرام باغ کراچی ص ۵)

سے گریز کیا ہے - اور بدعت و زندیقیت میں ہمیشہ کے لئے ہلاک ہوگئے - (۱)

اسرار کے ابتدا میں آپ نے سوات کے حکمرانوں کا ذکر کیا ہے - کہ ان کی

حکومت کے دوران کچھ سید علماء کرام تشریف لائے - جو مختلف علاقوں میں سکونت پذیر

ہوئے - جن کی وجہ سے اہل بدعت کافی حد تک کمزور ہوگئے تھے - سواتی حکمرانوں کی

جگہ سلطانی قوم آباد ہوئی - اور پھر کافی لہو و لعب اور شور و شغب کے بعد اس قبیلے

میں دلہ زاک کی نوبت پہنچی - اور وہ ان کی جگہ آباد ہوئے - (۲)

<u>اسمائے انوار اور ان کے مختصر حالات :-</u>

۱- **شیخ شاہباز قلندر :-** ان میں سے پہلا ذکر آپ نے شہباز قلندر کا کیا ہے - کہ وہ

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص۱۵۹ -

(۲) قبیلہ دلہ زاک وادی پشاور میں آباد تھا - یہ قبیلہ نسبی لحاظ سے خورغشتی

قبیلہ جوکہ پٹھان قبیلے میں سے ہے - اس کی ایک شاخ ہے - زیادہ جہالت اور حماقت

میں شہرت رکھتا تھا - (ماخوذ تذکرۃ الابرار والاشرار ص۱۵۲)

نسب نامہ سے دلہ زاک قبیلہ کرلانی اور اورکزئیوں اور اتمان خیلوں کا ترابہ دار ظاہر

ہوتا ہے - ماہرین نے انہیں افغان قرار دیا ہے - آج کل یہ قبیلہ ایک منظم قبیلے کی حیثیت

[illegible] خراسان سے قلندری لباس میں علاقہ لنگر کوٹ میں نیمکزئی[1] قبیلے میں آتا ہے
پذیر ہوا ۔ اور اس ملحد نے قلندری لباس میں [illegible] اس سارے قبیلے کو اپنی گرفت میں لے
لیا ۔ اور نماز ، روزہ ، اور امورِ شرعیہ سے دور کر کے شبہات دینی خمر ، زنا ، قمار بازی
پر مستقیم کر دیا ۔ اور سید محمود کی لاش نکالی ۔ اور اس کی قبر کو اپنی ذات سے نسبت
دیتا ۔ اور اس کے روضہ کے ارد گرد شراب نوشی کراتا ۔ اور کہتا کہ

"این قبر تعلق بما دارد ، زیرا که از دنیا روم مدفن قالب من
همین جایگاه گردانید "۔

ترجمہ :۔ یہ قبر میرے ساتھ تعلق رکھتی ہے ۔ اور جب میں اس دنیا سے جہان بھی
رخصت ہوا تو میرا مدفن یہاں پر ہوگا ۔

حبشیہ سے ناپید ہے ۔ البتہ پشاور کے شمال میں داؤدزئی علاقہ میں ان کے نام پر کچھ
گاؤں آباد ہیں ۔ کہتے ہیں کہ محمود غزنوی کے زمانے میں انہوں نے اسلام کو قبول کر لیا
تھا ۔ (ماخوذ پٹھان اولف کیرو ص ۲۲۶)

....

(۱) نیمکزئی قبیلہ دلہ زاک سے تعلق رکھتا ہے ۔ یہ قبیلہ جہل و حماقت کے لحاظ سے
بیحد مشہور تھا ۔ اس میں کسی بھی عالم یا دانشمند کا ذکر نہیں ملتا ۔

یہاں تک کہ اسی بادشاہت اور حکمرانی کے خواب و خیال میں متبعین کے
ہمراہ ایک گاؤں پر حملہ کیا " جس میں اس نے شکست کھائی - خود بھی مارا گیا اور اس
کے اکثر متبعین بھی مارے گئے - اور اس کا قالب لاکر سید محمود کے ساتھ دفن کیا گیا -

۲ - پیر پہلوان :-

ان میں دوسرا رافضی اور ملحد پیر پہلوان کے نام سے یاد کیا جاتا تھا -
جو خراسان سے ہوتا ہوا جگدرہ (۱) سوات میں قبیلہ مندر (۲) کے ہاں رہائش پذیر ہوا -
اس نے تمام لوگوں کو شیعہ کرکے خلفائے ثلاثہ کا دشمن ٹھہرایا - لوگوں کو

---

(۱) جگدرہ آج کل ضلع دیر کا ایک مشہور مقام ہے - یہیں سے دیر اور تیمرگرہ
کے لئے سڑک جدا ہوتی ہے - اور ضلع سوات کو علیحدہ سڑک جاتی ہے -

(۲) قبیلہ یوسفزئی دو قبیلے ہیں - ایک کو یوسف اور دوسرے کو مندر کہا جاتا ہے
غلطی کی بناء پر ساروں کو یوسفزئی کا نام دیا گیا ہے - لیکن یوسفزئی قبیلے اہل صلاح اور
دیانتدار ہیں - اور جب بھی ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو وہ ضرور توبہ تائب ہوتے ہیں
مگر مندر قبیلے کے لوگ ایسے نہیں ہیں - اکثر رفض و الحاد میں مصروف تھے - یہاں تک
کہ موت کے قریب بھی اگر تجدید ایمان کی بات ہوتی تو وہ انکار کرتے - یہ جہل و حماقت
میں بے حد مشہور تھے -

نماز، روزہ، اور دینیہ کے چھوڑنے اور شراب نوشی، زناکاری وغیرہ کو جائز قرار دیا۔

اسی وجہ سے قبیلہ مندر کو عوام نے مختلف طور پر مندر "کافرخیل" کا نام دیا۔

اس کا مدفن بھی چکدرہ میں ہے۔ حضرت اخوند درویزہ پیر بہلوان کی قبر
کھودنے کے موقع پر ایک چشم دید گواہ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"از مردم کہ حاضر مدفن او بودند۔ آنکہ اکثر خلق تمام روز بکند
ن قبر او اشتغال تام نمودیم۔ بعد جدوجہد بسیار لحد او را بحد اعتدال وسیع
یافتیم۔ اما در زمان در آوردن او در لحد چندان از اطراف و جوانب لحد تنگی نمود
کہ ہیچ یک ما حیران گشتہ۔ آخر الامر حیران ماندیم۔ سنگہا را برداشتہ آوردیم و
خاک بر بالائے او پاشیدیم۔" (1)

ترجمہ:- جو لوگ اس کی تدفین کے وقت موجود تھے، ان کی زبانی سننے میں آیا ہے
کہ ہم دن بھر اس کی قبر کھودنے میں مشغول رہے۔ بڑی جدوجہد کے بعد ہم نے
اس کی لحد کو ضرورت بھر چوڑا کرلیا تھا۔ جب میت کو لٹانے لگے تو چاروں طرف سے

---

(1) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۴۲۔

لحد اتنی تنگ ہوگئی کہ ہم پر وحشت طاری ہوگئی ۔آخر کار میت کو اسی طرح رہنے دیا ۔اور اس پر پتھر رکھ کر مٹی ڈال دی ۔

لیکن عجیب یہ ہے کہ زندہ شخص نے اس تماشائے الٰہ کو دیکھا ۔جس سے یہ ظاہر ہوا کہ زندہ لوگ اس سے نصیحت اور عبرت حاصل کرسکیں ۔اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کیجائے ۔برے لوگوں سے اجتناب کیا جاسکے ۔اور اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کو اختیار کیا جائے ۔تاکہ لوگ ہلاکت اور تباہی سے بچ سکیں ۔اور دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کرلیں ۔

۲۔ پیر طیبہ :۔

پیر طیبہ جو افغانان غلجی میں سے تھا (۱) اور مذہب تناسخ کا معتقد تھا (۲) ۔اور

---

(۱) غلجے اور خلجی تقریباً ایک ہی لفظ ہیں ۔موجودہ پٹھان قبیلوں میں غلجیوں کا قبیلہ بہت زیادہ ہے ۔اور کبھی بھی یہ قبیلہ چھوٹا نہیں رہا ہے ۔اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سب غلجیان اپنے آپ کو غلزیان نہیں پکارتے ۔اور یہ لفظ دونوں یکساں استعمال بھی ہیں کہ خوشحال خان خٹک نے اپنے ایک شعر میں ان دونوں کو بھی ایک کہا ہے ۔اگر یہ دونوں ایک نہ ہوتے تو خوشحال خان کبھی بھی ان کو ایک نہ =

تہیلہ مقدر میں سکونت پذیر تھا ۔ اور ممنوعہ کا مرتکب رہتا ۔ اور مریدوں سے بھی محرمات کا ارتکاب کرواتا ۔ اور اس کو جائز قرار دیتا ۔ مگر آخری عمر میں وہ حضرت بابا کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور تجدید ایمان کیا ۔ اس واقعہ کے متعلق حضرت اخوند درویزہ کچھ یوں رقمطراز ہوئے ہیں ۔

" اما پیر طریقہ در آخر عمر بحضور شیخنا و امامنا و بحضور این فقیر اعتراف نمودہ کہ انواع بدعت را دران میان من اتخاذ نمودم ۔ الحال محض تجدید ایمان مقر می آیم ۔ پس محض بہر تجدید ایمان و توبہ و استغفار بردست شیخنا مشرف آمدہ ۔" (1)

کہیں ۔ (پختانہ د تاریخ پہ رنړا کښې ص ۲۲۵-۲۲۲)

وہ شعر یہ ہے ۔

بیا سلطان جلال الدین پہ سپیر کیناست
چہ پہ اصل کښې غلدې د ولایت وو (کلیات خوشحال ص ۵۹٦)

(۲) یہ گروہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ انسان جو قدر اچھا یا برا عمل کرتا ہے وہ اپنے اعمال کی بناء پر مختلف جسم بدلتا ہے اور حیوان کی شکل بھی اختیار کرلیتا ہے ۔ تاریخ معتزلہ میں ہے کہ یہ عقیدہ یا تو ہنود سے ماخوذ ہے اور یا جاہلیہ قدیمہ کی خرافات سے ہے ۔ (تاریخ معتزلہ ص ۲۸۵)

....

(۱) تذکرہ ص ۱۹۲ ۔

ترجمہ :- پس پیر طریقہ نے آخرکار میں ہمارے شیخ و امام (حضرت پیر بابا) کے حضور
میں اور اس فقیر (حضرت درویزہ) کے سامنے اعتراف کیا ۔ کہ میں نے لوگوں میں طرح طرح
کی بدعتیں رائج کیں ۔ اور اب میں اپنے ایمان کی تجدید کا اقرار کرتا ہوں ۔ پس ہمارے
شیخ (حضرت پیر بابا) کے سامنے تجدید ایمان اور توبہ کرکے ان کے ہاتھ پر مشرف
بہ اسلام ہوا ۔

۲۔ پیر ولی :-

اسی طرح ان میں ایک پیر ولی تھا ۔ جس کا تعلق بھی افغانان میں سے تھا ۔
انواع رقص و الحاد میں مصروف تھا ۔ مذہب تناسخ کا پیروکار تھا ۔ روز بعث سے بالکل منکر
تھا ۔ کبھی اپنے آپ کو پیغمبر شمار کرتا ۔ اور کبھی غلطی کی وجہ سے انواع نفس حیوانات
کو خدا تصور کرتا ۔ حضرت اخوند درویزہ کا قول ہے ۔

" کہ ایک دن میں خود اس کی مجلس میں حاضر ہوا ۔ ایک کتاب لے کر اس میں
علماء حق دین اور صلحاء کو دشمن ٹھہرایا ۔ چونکہ اس وقت افغانوں میں کوئی اسلامی
بادشاہ نہ تھا ۔ کہ کوئی انصاف کی رو سے اسلام اور باطل میں فرق کرتا ۔ لہذا میں نے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر عمل کیا ۔ "

"من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان"۔ (۱)

ترجمہ :- جو تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اسے چاہئیے کہ اپنے ہاتھ سے اسے بدلے۔ پھر اگر اس کی استطاعت نہ رکھے تو اپنی زبان سے منع کرے۔ اور اگر یہ بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل میں ہی (برا سمجھے) یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

مجبوری اور کمزوری قوت کی بناء پر اخوند کچھ نہ کہہ سکا۔ اور دن بدن کفر کے الفاظ و کلمات استعمال کرتا رہتا۔ یہاں تک کہ ایک دن میری موجودگی میں نماز کا وقت آیا۔ میرے ساتھ وطنی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اس لعین نے بعض اپنے ساتھیوں کے نماز پڑھنے سے انکار کیا۔ میری نماز ختم کرنے کے بعد وہ اٹھا اور نماز پڑھی۔ اور کچھ الفاظ کفریہ اور اکاذیب علی الاعلان استعمال کئے۔ جس پر میں نے (حضرت اخوند درویزہ) اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا۔ کہ

"اگر این کلمات کفر و الحاد را بحضور ہوشیاری گفت کافر شدہ۔ تجدید ایمان و تجدید نکاح باید سو اگر بسکر و بیخودی گفتہ بہ بیہوشی و بیخودی و سکر ناقص

---

(۱) ابو داؤد جلد دوم کتاب الملاحم باب الامر والنہی حدیث نمبر ۵۔

وضو اند - چون نماز را بے وضو بجا آوردی نیز کافر شدی"۔ [1]

ترجمہ :- کہ اگر یہ کلمات کفر و الحاد کے جو آپ نے کہے بحالت ہوش و حواس کہے ہوں - تو آپ کافر ہیں تجدید ایمان اور تجدید نکاح کریں - اگر نشے اور بیہوشی کی حالت میں کہے ہوں تو وضو ناقص ہے اور نماز بغیر وضو کے ادا کرنا بھی کفر ہے۔

حضرت اخوند درویزہ کا قول ہے کہ میں نے اس کو بہت سمجھایا اور مجمعے میں بحث و مباحثہ کرکے اس کو شرمندہ کیا - مگر ظاہری طاقت نہ ہونے کی وجہ سے مطلق نہ کرسکا۔

۵- شیخ الیاس :-

شیخ الیاس جو بجوڑ کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا - زہد و ریاضت میں پیش قدمی حاصل کر چکا تھا - اور لوگوں کو مذہب کی باتیں کرتا - کچھ دن بجوڑوں کے ساتھ گمراہ گروہ بھی گمراہ ہوا - شیخ الیاس اکثر اس فقیر کے ساتھ ملتا - آپ نے اس کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"شیخ الیاس را باید اکثر گاہ گاہی مجالست می بود - جو نصائح عقائد اہل

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۶ -

السنہ والجماعۃ را کما ینبغی شنودہ ۔ آخر الامر وقتی از اوقات سعادت ملاقات ہمدیگر

دست داد بنا بر معرفتہ مطابق سائر عقائد اہل السنہ والجماعۃ را از تقدیر خیر

(۱) (۲)
و شر کہ از اللہ تعالی باید دانستن مذہب قدریہ و جبریہ را باید ۔ تعجب نمودن ۔

---

(۱) صوفیائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کے تمام اعمال کا اسی طرح خالق ہے جس طرح ان کا وجود اور جسم ۔ اور یہ کہ ہر نیک و بد کام جو بندے کرتے ہیں وہ اللہ کے حکم تقدیر ارادہ اور مشیت سے کرتے ہیں ۔ جیسے کہ قرآن میں ہے ۔ قل اللہ خالق کل شیٔ (اللہ ہر چیز کا خالق ہے)

(سورۃ الرعد ۱۳ : ۱۴)

(۲) وہ لوگ جو انسان کو بالکل مجبور محض سمجھتے ہیں ۔ حتی کہ گناہ کا سرزد ہونا بھی خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ کوئی چیز اللہ کے ارادے کے بغیر وجود میں نہیں آتی ۔ اور جو کچھ اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ۔ اور جو اللہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا ۔ کوئی چیز اس کے حکم اور اس کی قضاء کے خلاف بال برابر حرکت نہیں کر سکتی ۔ جہم بن صفوان اور شیبان بن مسلمہ خارجی کو اس گروہ کا

(۱) .

و سائر امور آخرت را از بعث و حشر و نشر حق باید دانست و غیر ذلک نصیحت نمودم

ترجمہ :- کبھی کبھی شیخ الیاس اس فقیر کی صحبت میں آیا کرتا تھا ۔ اور مجھ سے

نصیحتیں اور اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کا حقہ سنا کرتا تھا ۔ آخر کار ایک بیمار کے

اکراہ شمار کیا جاتا ہے ۔

جبر کے معنی ہیں کہ آدمی کسی ایسے کام کو کرنا چاہتے جسے وہ ناپسند

کرتا فقط ہے ۔ جبکہ اس کے مقابلے میں وہ کسی اور کام کو پسند کرتا ہے ۔ پھر مجبور

ہو کر وہ ناپسندیدہ کام کو اختیار کرے ۔ اور اپنی پسند کے کام کو ترک کردے ۔ اگر اسے

مجبور نہ کیا جاتا تو وہ اپنی پسند کا ترک شدہ فعل کو اختیار کرتا ۔ اور جس کام کو اس

نے کیا ہے ۔ اسے نہ کرتا ۔ کفر و ایمان اطاعت و معصیت میں یہ بات نہیں پائی جاتی ۔

کیونکہ مومن ارادتاً ایمان کو اختیار کرتا ہے ۔ اور اسے پسند کرتا ہے ۔ اور اسے اچھا

سمجھتا ہے ۔ اور اس کی ضد یعنی کفر پر اس کو ترجیح دیتا ہے ۔ اس طرح کافر بھی اپنے

پسند اختیار اور سمجھ و ارادے کے مطابق کفر کو اختیار کرلیتا ہے ۔ اللہ تعالی تمام امور

کا خالق ہے ۔ مگر ان دونوں یعنی کافر و مومن میں سے کسی کو بھی اس چیز کی ضد سے

منع نہیں کیا گیا ۔ جسے اس نے اختیار کر رکھا ہے ۔ اور نہ ہی اس چیز کے کرنے پر

وقت ہم دونوں کی ملاقات ہوئی ۔ سابقہ شناسائی کے پیش نظر میں نے اہل السنۃ والجماعۃ
کے تمام عقائد کے بارے میں ان اجر پر وعظ دیا " تقدیر و خیر و شر کو منجانب اللہ سمجھنا
چاہئے " قدریہ و جبریہ عقائد کی پیروی نہیں کرنا چاہئے " آخرت کے تمام معاملات جیسے
بعث اور حشر و نشر کو منجانب اللہ سمجھنا چاہئے ، وغیر ذلک ۔

ایک دن میں نے اس کو کچھ نصیحتیں کیں ۔ یہاں تک کہ وہ میرا معتقد ہو کر
توبہ تائب ہوگیا ۔ اگر وہ اپنے عقیدہ کی شومیت میں گرفتار نہ ہوا تو بخشا جائیگا ۔

۲۔ ملا میرو :۔

ان میں ایک ملا میرو نامی شخص بھی تھا ۔ جس نے عوام کی اکثریت کو گمراہ
کر دیا تھا ۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق فاسد عقیدہ پر گامزن ہوا ۔ اور کہتا کہ
" حق تعالیٰ متمکن بر مکان میدانستہ اند ، بل خدا را صورت میگفتہ اند ۔
اعتقاد فاسد ایشان آنکہ خدا را در و در خانہ و سرائے و تحت است " ۔ (۱)

ـــ مجبور کہا جاتا ہے ۔ جس وہ عمل کرتا ہے ۔ بلکہ اسے فکر و عمل کی آزادی حاصل
ہے ۔

حواشی (۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۶۸ ۔

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۶۸ ۔

ترجمہ :- حق تعالیٰ ایک جگہ پر قائم ہے ۔اور حق تعالیٰ کو صورت سمجھتا اور اس

کا فاسد عقیدہ یہ بھی تھا کہ خداوند کریم ایک مکان سرائے اور تختہ ہے ۔

اس کا عقیدہ تھا کہ عرش کے اوپر فرش ہے ۔فرش کے اوپر پتھر ۔پتھر کے اوپر

تختہ اور تختہ کے اوپر خیمہ ہے ۔اور اس خیمے کے ستر ہزار دروازے ہیں ۔اور اس

خیمے کے اندر خدا ہے ۔

۷۔ شیخ ابراہیم :-

اس کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا ۔اسی قسم کے غلط دعوے کیے اور کافر

ہوا ۔

۸۔ شیخ عمران شاہ سواتی :-

یہ سوات کا رہنے والا تھا ۔اس لئے سواتی کے نام سے مشہور ہوا ۔اس کا دعویٰ

علم غیب کے متعلق تھا ۔اور حق تعالیٰ کی ذات کے متعلق کافرانہ الفاظ استعمال کرتا

تھا ۔

۹۔ شیخ جلیل :-

ان میں ایک شخص شیخ جلیل بھی تھا ۔جس سال ہندوستان کے لوگوں کی

تسخیر کے قصد سے یوسفزئی لشکر ہزارہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔ تو یہ شیخ جلیل خان بھی اس کے ساتھ تھا۔ اور آخوند (حضرت آخوند درویزہ) خود بھی شریک سفر تھا۔ راستے میں قدرتی طور پر سخت بارش اور ژالہ باری ہوئی۔ یہاں تک کہ ہر ایک کو موت یاد آئی۔ حتی کہ اس لشکر میں بعض شیخ جلیل کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس مصیبت کے نازل ہونے کا سبب پوچھنے لگے۔ اس نے کہا۔

"دریں ملک شخصے ذاکر حقانی از دست شما کشتہ شدہ۔ تا اللہ تعالی بغضب آمد و ژالہ باریدن گرفت۔ اما چندان بغضب سخت پیش آمدہ بود۔ کہ تخت او کج آمدہ۔ اگر من رسیدہ و تخت را بتوجہ نداشتی ہر آئینہ از تخت می افتادے"(1)

ترجمہ :- اس ملک میں ایک حق پرست ولی تمہارے ہاتھوں سے قتل ہوگیا ہے۔ جس سے اللہ تعالی غضبناک ہوگیا ہے۔ اور اولے برسنے لگے۔ اللہ تعالی کو اتنا غصہ آیا تھا کہ اس کا تخت لرزنے لگا۔ اور اگر میں پہنچ کر تخت کو سہارا نہ دیتا تو اللہ یقیناً تخت سے گر جاتا۔

---

(1) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۹۸۔

۱۰۔ شیخ مرداد :۔

ان سے میں نے ایک مرتبہ پوچھا کہ آپ نماز میں سجدہ صحیح اوپھر سے

بجا نہیں لاتے ۔اور عورتوں کی طرح آپ نماز ادا کرتے ہیں ۔ اس کی وجہ کیا ہے ۔اس

نے جواب میں کہا ۔

"کہ اگر چنان نہ کنم سرمن از مکہ معظمہ پیشتر خواهد گذشت"۔ (۱)

نعوذ باللہ من ذلک ۔

ترجمہ :۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو میرا سر مکہ معظمہ سے آگے جاتا ہے ۔(اللہ کی پناہ)

شیخ مرداد کا ایک کافرانہ قول یہ بھی تھا کہ وہ کہتا ۔

"اللہ تعالی مقتاد زنار بمن بخشیدہ ۔نعوذ باللہ ۔وبایں الفاظ و بایں

اعتقاد کافر شد"۔ (۲)

ترجمہ :۔ اللہ تعالی نے مجھےستر زنار دیا ہے ۔نعوذ باللہ ۔اور ان الفاظ اور اس

اعتقاد سے وہ کافر ہوا ۔

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۹ ۔

(۲) ایضـــــاً

۱۱۔ ملا میر سلطانی :-

ملا میر سلطانی جوکہ میرا (حضرت اخوند درویزہ کا) شاگرد تھا ۔ مرتبہ تیہ
جن کو پہنچا اور اسی پر مر گیا ۔ اور میری صحبت سے دور رہنے لگا ۔ یہاں تک کہ
غرور اور تکبر کو اپنا شیوہ اختیار کیا ۔ مگر امید ہے کہ اللہ تعالی اس کو اس گمراہی سے
نجات دے کر ہدایت کی راہ پر گامزن کر چکا ہوگا ۔

۱۲۔ ملا رکن الدین :-

ان میں ایک ملا رکن الدین بھی تھا ۔ جس نے مذہب الحاد والتحاد کو اختیار
کیا تھا ۔ اور اللہ کی ذات کے متعلق خود ساختہ باتیں کرتا ۔ یہاں تک کہ اس کی اولاد
بھی اس مذہب باطل کی پیروکار بنی ۔ اور انہوں نے رسائل لکھ کر لوگوں کو گمراہ کیا ۔
حتی کہ ملا رکن الدین کے ایک بیٹے نعمت اللہ نے حضرت اخوند درویزہ کے ایک استاد
پر بھی اثر ڈال دیا تھا ۔

"حضرت محمد زمنا و استاذ نا مخدوم لطف اللہ را نیز همین نعمة اللہ دردل
وهمی انداخته "(۱)

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۴۰ ۔

ترجمہ :- ہمارے ایک مظلوم استاد لطف اللہ کے دل میں بھی نعمۃ اللہ نے وہم اور وسوسہ پیدا کردیا تھا ۔

۱۳ـ ملا عبدالرحمن :-

اسی طرح ان میں ایک ملا عبدالرحمن نامی شخص مشہور کا ذکر تھا ۔ اپنے آپ کو سید کہتا ۔ اور اس کا عقیدہ ہو بہو بایزید انصاری کی طرح تھا ۔ حضرت اخوند درویزہ نے خود اس کے ساتھ بحث و مباحثہ کرنے کا ذکر کیا ہے ۔

"کہ این فقیر را با وی گراے براے بحث افتادہ ہو خجل می آمدہ بعون اللہ وعونہ ۔"(1)

ترجمہ :- کہ اس فقیر نے کئی مرتبہ اس کے ساتھ بحث و مباحثہ کیا ۔ اور اس کو اللہ تعالی کی مدد اور توفیق سے شرمندہ کیا ۔

مگر اس کے باوجود وہ مسلمان نہ ہوا ۔ اور ہزارہ میں مانگ راتی(2) میں متوطن ہوا ۔ اور ذکر کے جہر دائم ہونے کا معتقد تھا جو ہماں فقیر (حضرت اخوند درویزہ) کے

---

(1) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۴۰ ۔

(2) یہ ضلع ہزارہ کے وضع گردن کا ایک علاقہ ہے ۔

ایک شاگرد نے بھی اس کے ساتھ بحث کی۔

۱۴۔ قالی خان :۔

منجملہ ان میں ایک شخص قالی خان نامی بھی تھا۔ اس کا مذہب بھی تناسخ تھا۔ اس کا ایک بیٹا سید بھی باپ کی طرح ملحد تھا۔ اور اسی عقیدے پر قائم رہا۔

۱۵۔ شیخ حسن غواص :۔

ان میں ایک شخص شیخ حسن غواص نے ہندوستان میں ایک لڑکا خریدا تھا۔ چونکہ شیخ حسن کا رشتہ خرک قوم سے تھا۔ تو یہ غلام بھی ان کے ساتھ رہ کر انہی میں شمار ہونے لگا۔ پھر غلام جگو نامی شخص شیخ حسن کے پاس پہنچا۔ اور اس نے بھی غواص کا دعوی کیا تھا۔ شیخ حسن کا ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام سید رکھا گیا۔ اس نے بھی بیوی کا دعوی کیا۔ اور اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے سید احمد نے بھی بیوی کا دعوی کیا۔ اور حضرت بیو بابا کے پاس کمینہ پن کا لباس پہنے ہوئے آیا۔ اور اس کا خیال تھا کہ حضرت بیو بابا اس کو (سید احمد کو) نہیں جانتا ہے اور حال یہ تھا کہ حضرت بیو بابا کی سید احمد سے پہلے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اور نہ ہی ایک دوسرے کو پہچانتے تھے۔ حاضر ہوا۔ اور اپنی بیوی کے متعلق اظہار کیا کہ۔

اما پیری من جائز باشد یا نہ حضرت شیخنا فرمودہ بے اذن شیخ کامل

ومکمل بعد از ادائے خدمات واجبانہ و رعایت طول صحبت او محال و مثل خواهد ۔ (۱)

ترجمہ :- میری پیری جائز اور درست ہے یا نہیں ۔ ہمارے شیخ (حضرت پیر بابا) نے فرمایا کہ بغیر پیر کامل و مکمل کی اجازت کے اور اس کی خدمت کرنے اور طویل صحبت حاصل کرنے سے پہلے پیری کرنا خود بھی گمراہی ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ بنانا ہے ۔

اس نصیحت کے باوجود وہ باز نہ آیا ۔ اور اس نے گمراہی کی راہ برابر اختیار رکھی ۔ اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے موسیٰ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ۔

۱۶۔ خواجہ خضر افغان :-

اسی طرح ان میں ایک خواجہ خضر افغان بھی تھا ۔ جو اصلاً حجام تھا ۔ اور اپنے آپ کو افغانان لودھی سے منسوب کرتا (۲) ۔ اس کا ایک بیٹا فرید نامی تھا اور وہ

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۶۱ ۔

(۲) لودھی خاندان کا ایک سردار شیخ حمید لودھی سلاطین ہند کے مشہور راجہ جیپال کے زمانے میں ملتان اور لمغان کے علاقوں میں ایک جاگیردار کی حیثیت رکھتا تھا ۔

بھی ملحد ہوگیا تھا ۔یہاں تک کہ بعینہ بایزید انصاری کے مذہب کا معتقد ہوا ۔

اور بعد میں جب یوسفزئی کی طرف آیا ۔تو اپنے آپ کو حاجی محمد کا نام دیا ۔اور

کہتا تھا کہ "میں نے کئی مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی ہے ۔اور پیری مریدی کا

دعوہ بلند کیا "۔

حضرت اخوند درویزہ کا قول ہے ۔کہ میں نے ایک روز اپنے ایک شاگرد کو

بھیجا ۔تاکہ بیت اللہ کی ملاقات کے متعلق اس سے پوچھے ۔اس نے جواب دیا ۔میں

پیدل گیا ہوں ۔جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ یہ حاجی نہیں ہے ۔اکثر افغانوں

کو گمراہ کرتا ۔

= اور پھر سبکتگین کے زمانے میں شیخ حمید لودھی ملتان کا جائز والی مقرر ہوا ۔اس

طرح ملتان میں شیخ حمید کی سربراہی میں لودھیوں کی پہلی ریاست قائم ہوئی ۔جو

محمود غزنوی کے زمانے میں ختم ہوئی ۔تاریخ فرشتہ نے ان کو افغان پختون پشتون

اور پٹھان کہا ہے ۔اور موجودہ مصر ملتان کے ملتانیوں نے ان کو نام کی وجہ سے

نسلاً عرب ٹھہرایا ہے ۔مگر حقیقتاً اس کے مالک پوھکی ہے ۔کیونکہ فرشتہ کے قول کی

تصدیق پٹہ خزانہ نے بھی کی ہے ۔

(پختانہ " د تاریخ پہ رنڑا کښے ص ۲۹۰ ۔ ۲۵۸)

....

"لہذا بعد ازان خود توجہ نمودہ ، خالصاً للہ ، از برائے بحث و جدال در رسیدم ، اما فرار نمودہ ، حاضر نشدہ "۔ (1)

ترجمہ :- اس کے بعد خود توجہ کی ، اللہ کی رضا کے لئے ، بحث و مباحثہ کے لئے خود (اس کے ہاں) پہنچا ، پھر وہ بھاگ گیا ، اور حاضر نہ ہوا ۔

اس کی خرابیوں میں ایک سب سے بڑی خرابی یہ بھی تھی کہ وہ لوطی تھا ۔ اور عمل لواطت کو پسند کرتا ، جو معاشرہ کی بڑی خرابی تھی ، اور ایک ملیح الوجہہ لڑکے کو اپنے پاس بٹھا کر اس کی طرف دیکھتا رہا ، اور کہتا کہ " میں اللہ کی رضا کے لئے اس کو دیکھتا ہوں " ، نعوذ باللہ

۱۷۔ حاجی محمد :-

اسی طرح ان میں ایک حاجی محمد نامی بھی تھا ، جس نے بھی مذہب جبریہ کو اختیار کیا تھا ، اور اس باطل عقیدے کو اپنے مریدوں کے دل میں مستحکم کیا تھا ۔ اور حماقت کی حد کو پہنچ چکا تھا ، اور اپنا شجرہ نسب اپنے یوسف اللہ بن علی مرشدی کہہ کر حضرت علی تک پہنچاتا تھا ، مگر بعض اہل ہوا نے اس کا شجرہ نسب

(1) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۴۲ ۔

(۱)
حضرت جنید بغدادی (المتوفی ۱۱۰ھ) کا ذکر کیا تھا ۔ اس کی اولاد جھوٹ اور غلط طریقے سے اپنے آپ کو اہل بیت ٹھہراتے ۔

---

(۱) ابوالقاسم الجنید ابن محمد ابن الجنید الخزاز القواریری اگرچہ بغداد ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی ۔ لیکن ان کے آباء و اجداد ایران میں صوبہ جبال کے شہر نہاوند کے رہنے والے تھے ۔ نہاوند صوبہ جبال کا سب سے قدیم شہر سمجھا جاتا تھا ۔ اور لوگوں کا خیال تھا کہ وہ طوفان نوح سے بھی پہلے کا تھا ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عربوں نے اسے ۱۷ھ تا ۲۱ھ کے درمیانی عرصے میں فتح کیا تھا ۔

آپ کے والد قواریری کہلاتے تھے ۔ جس کے معنی "شیشہ گر" کے ہیں ۔ حضرت جنید خود خزاز کے نام سے پکارے جاتے تھے ۔ جس کے معنی ہیں "خام ریشم کا سوداگر" ان کے ماموں کا نام "سقطی" تھا ۔ یعنی "سقطہ فروش" اس طرح حضرت جنید کی تربیت سوداگروں کے خاندان میں سوداگری ہی کے ماحول میں ہوئی ۔ ان کے بچپن کے متعلق سوائے اس کے بہت کم واقعات معلوم ہیں ۔ کہ وہ ابھی لڑکے ہی تھے ۔ کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا ۔ ان کے ماموں سقطی یتیم بھانجے ===

۱۸۰ ملا فتح :-

انہی میں ایک ملا فتح خاں بھی تھا ۔ جس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور
رفض و الحاد کے مذہب کو ترویج دی ۔

= کو اپنے گھر لائے ۔ اور ان کی مدد کی ۔

حضرت جنید نے ابتداء میں اپنے آپ کو مروجہ تعلیم یعنی حدیث و سنت کے لئے
وقف کر دیا ۔ جس نے ان کو دو طرح سے فائدہ دیا ۔ ایک یہ کہ اس سے ان کا ایک خاص
اسلوب بیان پیدا ہوا دوسرے یہ کہ جب وہ صوفی ہو کر تصوف کا درس دینے لگے تو اس
تعلیم کی بدولت ان کے افکار و خیالات نے ارتقاء پذیر ہو کر ایک معین صورت اختیار کی ۔
ان کی تصوف کی حیثیت مروجہ اور قدیم روایت میں بہت دور دور تک پہنچتی تھیں ۔ اور
ان کی تعلیم ایک سنی عالم اور ایک صوفی مومنوں کے لئے اس زمانہ میں قابل قبول ہوا کرتی
تھی ۔ اور آنے والی نسلوں کے لئے بھی یہ ایک قابل قدر ورثہ تھی ۔

جس طرح آپ کی سن ولادت کچھ غیر متعین ہے اسی طرح آپ کا سال وفات ۹۱۰ و
۹۰۱ و ۹۰۸ ھ بتایا جاتا ہے ۔ ان میں سے زیادہ تصدیق آخری سال ہی کی کی جاتی
ہے ۔ آپ کی عمر تقریباً نوے سال بتائی جاتی ہے ۔ (ماخوذ از جنید بغدادی مولف =

۱۹۔ حاجی محمد نور مخیل :۔

حاجی محمد نور مخیل جب مکہ معظمہ (۱) سے واپس ہوا ۔ تو اپنے ساتھ چند لوگوں کے ہمراہ کالا پانی میں سکونت اختیار کی ۔ اس کے ساتھیوں میں ایک فوت ہوا ۔ جس پر انہوں نے بہت رونا دھونا کیا ۔ اور اس کی قبر پر کان لگا کر جھوٹ اور من گھڑت الفاظ استعمال کرتے ہوئے کہتا کہ

"ما را جان و جنت گفت" (۲)

ترجمہ :۔ کہ اس نے مجھے یہ کہا ۔

اپنے پاس لڑکوں کو بٹھا کر ذکر بالجہر کرتا ۔ اور مختلف خرابیوں کا مرتکب ہوتا ۔

== ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر صدر شعبہ دینیات الازہر یونیورسٹی ۔ پشاور : مکتبہ جدید پریس لاہور ۱۹۵۸ء)

....

(۱) تور سے مراد وہ پہاڑی علاقہ ہے جو ہندوکش کے مشرقی حصہ میں واقع ہے ۔ پختونوں کی تاریخ میں اس کو پختونوں کا اصلی مرکز کہا جاتا ہے ۔ آج کل یہ وہ علاقہ ہے جس کو ہزارہ جات کے نام سے پکارتے ہیں ۔ تاہم مصنف نے اس کو اس سے تشبیہ دی ہے کہ "تور" چونکہ پشتو کا لفظ ہے ۔ اور اس کے معنی ہیں پہاڑ ۔ اس کے ==

البتہ اس کی اولاد میں شیخ گیسو نے تو بعض رسومات کو چھوڑا ۔ مگر سرود میں ناقابل
بیان اضافہ کیا ۔ اور پھر ایک رسالہ لکھا ۔ جس کا نام "رسالہ غوثیہ" رکھا ۔ اور اس
میں حضرت عبدالقادر جیلانی کے متعلق افتراء گوئیے ہوئے بیان کیا ہے (۱) ۔

= اور گرد رہنے والوں کو "پہاڑی" اور پشتو میں "غرنی" کہا جاتا ہے ۔
(پښتانه" د تاریخ په رڼا کښې ص۲۶۸ تا ۲۶۹)

(۲) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۴۸ ۔

....

(۱) عبدالقادر جیلانی حنبلی عالم اور واعظ (سلسلہ قادریہ) جن کا شمار اولیائے
کبار اور صوفیائے عظام میں ہوتا ہے ۔ دیباچہ "فتوح الغیب" میں ان کا اسم گرامی محی
الدین ابو محمد بن ابی صالح (موسیٰ) جنگی دوست (بن عبداللہ) درج ہے ۔ مگر
الذہبی نے ان کا نام "عبدالقادر بن ابی صالح عبداللہ بن جنگی دوست" لکھا ہے ۔
بعض لوگوں کے نزدیک ان کا سلسلہ نسب حضرت امام حسن علیہ السلام سے جا ملتا
ہے ۔ چنانچہ انہوں نے ان کا پورا نسب درج کیا ہے ۔ مقدمہ دیباچہ فتوح الغیب میں
=

حاشیہ مذکور ۔

—— انہیں نہ صرف حسنی بلکہ حسینی بھی لکھا گیا ہے ۔

ان کی پیدائش ۴۷۰ھ / ۱۰۷۷ء ۔ ۱۰۷۸ء میں اور وفات ۱۰/ ربیع الآخر
۵۶۱ھ / ۱۱/ اپریل ۱۱۶۶ء کو ہوئی ۔ ان کے حالات زندگی پر مخصوص رسائل لکھنے
والے (عقیدت مند) مصنفین انہیں اسلام کا سب سے بڑا ولی خیال کرتے ہیں ۔ ان کی
زندگی اور سرگرمیوں کے بارے میں ان مصنفوں کے بیانات تاریخی سے زیادہ اخلاقی اور
تبلیغی نوعیت کے ہیں ۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ تحریریں ان کی زندگی کے تاریخی
حالات کی فراہمی میں زیادہ مدد نہیں دیتیں صرف ابن تغری بردی ایسا مصنف ہے
جس نے ان کے والد کا نام جنگی دوست لکھا ہے ۔ جو واسط اور بغداد کے درمیان ایک
گاؤں ہے ۔ بہرحال سب ماخذ اس بات پر متفق ہیں ۔ کہ جناب شیخ عجمی الاصل اور بحیرہ
خزر کے جنوبی صوبے جیلان کے ایک مقام نیف (نیف) کے رہنے والے تھے ۔ وہ بغداد
میں تحصیل علم کی غرض سے اٹھارہ سال کی عمر میں آئے ۔ اور اس وقت سے لے کر اپنی
وفات تک یہی شہر ان کی سرگرمیوں کی جولانگاہ بنا رہا ۔

دیگر متعدد اساتذہ کے علاوہ انہوں نے فقہ و ادب کی تعلیم ابوسعید المخرمی

... ...

حاشیہ مذکور -

(۵۰۲ھ / ۱۱۰۹ء) سے حنبلی فقہ کی تعلیم ابو الوفاء بن العقیل (۵۱۳ھ / ۱۱۲۱ء) جنہوں نے اعتزال چھوڑ کر حنبلی مذہب اختیار کرلیا تھا - اور قاضی ابو السعد المبارک المخرّمی سے اور حدیث کی تعلیم مصارع العشاق کے مصنف ابو محمد جعفر السراج (م ۵۰۰ھ / ۱۱۰۶ء) سے حاصل کی - تصوف سے انہیں ابوالخیر حماد الدباس (۵۲۳ھ / ۱۱۳۱ء) نے روشناس کرایا - معلوم ہوتا ہے کہ ابوالخیر جن کی نسبت شیرہ (دبس) فروشی سے ماخوذ ہے - اور جنہوں نے بظاہر کوئی کتاب نہیں لکھی - اپنے وقت کے نہایت محترم و مسلّم صوفی بزرگ تھے - جن کے تقشف زہد و اتقاء کا نیز اس سخت ریاضت کا ذکر جو وہ اپنے زیر تربیت مریدوں سے کرایا کرتے تھے - ابن الاثیر (۱۰: ۲۴۲) نے بھی کیا ہے - شیخ عبدالقادر کو سلوک کی مدت ختم کرلینے کی علامت کے طور پر خرقہ طریقت المخرّمی نے پہنایا - پچاس سال کی عمر میں انہوں نے صبا سے پہلے ایک مجلس میں وعظ کیا - (۵۲۱ھ / ۱۱۲۷ء) - معلوم ہوتا ہے کہ ان کے وعظ اور درس کا چرچا بہت جلد دور دور تک ہونے لگا - ان کے پہلے وعظ کے چند سال بعد ان کے شیخ المخرّمی کا مدرسہ ان کا حوالہ کردیا گیا - جس کی توسیع

... ...

حاشیہ مذکور ۔

کے لئے ارباب ثروت نے مالی امداد دی ۔ اور غریبوں نے بدنی جسمانی مشقت سے اعانت
کی ۔ یہاں ان کے اہم مشاغل ان ۔ درس تفسیر ، حدیث وفقہ اور بالخصوص وعظ تھے ۔
جن کے لئے ان کی شہرت بہت دور دور تک تھی جو دنیائے اسلام کے تمام حصوں سے
بےشمار شاگردوں کو کھینچ لائی ۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے اثر آفرین اور دلنشین واعظ
نے بہت سے یہودیوں اور عیسائیوں کو دین اسلام کا حلقہ بگوش بنایا ۔ وہ دنیوی
خداوندوں سے بے نیاز تھے ۔ اور بے خوفی سے کلمہ حق بیان کرتے تھے ۔ جس سے دربار
خلافت بھی متاثر ہوتا تھا ۔ وہ غریبوں کی امداد کیا کرتے تھے ۔ ان کے مدرسے کو ان
کے متعدد بیٹوں میں سے عبدالوہاب اور ان کے اولاد نے اوقاف کی امداد سے جاری
رکھا ۔

شیخ نے ایسے دور میں زندگی بسر کی ۔ جبکہ تصوف کا عروج تھا ۔ اور صوفیہ
کے مسلک میں وسعت پیدا ہورہی تھی ۔ ان سے پہلے کی صدی میں ایک نزاع جو مدت
سے جاری تھی ۔ بہت شدید شکل اختیار کر چکی تھی ۔ جس سے اسلامی معاشرے کا
ہر فرد متاثر ہورہا تھا ۔ نزاع یہ تھی کہ آیا انسان کو ایسا مسلک لادینی اختیار

. . .　　　. . .　　　. . .　　　. . .

حاشیہ مذکور ۔

کرلینا چاہئیے ۔ کہ وہ دین کی طرف سے بے پروا ہوجائے ۔ اور محض رسمی اور رواجی
طور پر مسلمان کہلائے ۔ یا اسے ایسا دینی طرز روش اختیار کرنا چاہئیے ۔ جو اہل دین
کے مسلّمات و عقائد سے متصادم ہو ۔ ادبی کتابوں میں لا تعداد شکایتیں نہ صرف اس
مضمون کی ملتی ہیں جن سے مرغوبات دنیا کی کشش کے مقابلے میں یاس کا اظہار کیا گیا
ہے ۔ بلکہ ساتھ ہی فقہی مذہب کے زوال پر بھی حسرت و افسوس ظاہر کیا گیا ہے ۔
اور اسے "مردہ علم جو مردہ لوگوں نے اوروں تک پہنچایا" کہا گیا ہے ۔ ان حالات
میں شیخ عبدالقادر سے پہلی پشت کے لوگوں میں تصوف نے اپنے روحانی و جذباتی اثر
کی وجہ سے ایک عہد گیر تحریک کی حیثیت اختیار کی تھی ۔ تاریخی حالات نے ایک
سوال کو سامنے لا کر کھڑا کر رکھا تھا ۔ اور وہ یہ تھا کہ زہد و تصوف کے عناصر کو
شریعت کے ساتھ ہم آہنگ کس طرح کیا جائے ۔ شیخ کے استاد ابن عقیل نے جیسا کہ
حنبلی مذہب کی طرف منتقل ہونے والے ایک جوشیلے شخص کو زیب دیتا ہے تصوف کی
ضرورت و افادیت سے صاف انکار کردیا ۔ اس کے بعد متشدد اور کٹر حنبلیوں نے کئی دفعہ
تصوف کے متعلق یہی رویہ اختیار کیا ۔ لیکن یہ نہ تھا کہ ان کے لئے صرف یہی راستہ

... ...

حاشیہ مذکور۔

کھلا تھا۔ الانصاری الہروی (م ۴۸۱ھ / ۱۰۸۸ء) نے جس نے سختی کے
ساتھ امام احمد بن حنبل کے مذہب پر قائم رہتے ہوئے فقہی مناظرے کئے۔ (اور جو
اس مذہب کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے کہ "مذہب احمد احمد مذہب") تصوف
پر کتابیں لکھی ہیں۔ جن کی اپیل جذباتی ہیں۔ (اور ابن الجوزی کی شہادت کے
مطابق ابن الجوزی (ر کی ہاں) نے کو صوفیہ کی مخالفت و عداوت پر حملے کئے تھے۔
لیکن وہ خود ایسی مخالف عقائد کیا کرتے تھے جو صوفی عقیدے کے طور طریقے کے
مطابق ہوتی تھیں۔

شیخ عبد القادر کے متعلق جو ادب شائع ہو چکا ہے وہ ایسے شخص کی زندگی
پیش نہیں کرتا جس کی مثال کی دوسرے لوگ پیروی کر سکیں۔ اس ادب کا موضوع سخن
الوہیت کو محسوس وجود کی شکل میں اس کی ناقابل تصور اور معجزانہ صفات کے ساتھ
پیش کرتا ہے ولی کو اس صورت حال میں جس میں ذہن کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا جا
سکتا۔ مختار ایک ایسی ہستی کا تشخص بنا دیا گیا ہے جو انسانی کوشش سے ناقابل
حصول ہے۔ ولی مطالبات نہیں کرتا۔ بھی کچھ مانگتا نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کو

"هر که مرید من گردد و مرید نسل من گردد و یا مرید مرید من
گردد - الی یوم القیامة همه را بدوزخ کاری نباشد" - (۱)

ترجمہ :- جو کسی نے میری مریدی اختیار کی - یا میری نسل کی مریدی کی - اور
یا مرید کی مریدی قیامت تک کی تو اس کا دوزخ سے کوئی کام نہیں -

حضرت اخوند درویزہ فرماتے ہیں کہ یہ بالکل افتراء ہے - اور اس قسم کے
الفاظ کفریہ ہیں کیونکہ عشرہ مبشرہ کے بعد کسی کو بھی جنت کی بشارت نہیں
دی جا سکتی -

۲۰- عبداللہ واعظ :-

ان اشرار میں ایک عبداللہ نامی واعظ بھی تھا - جس کا تعلق ضلع ہزارہ سے (۲)

== پڑا دیتا ہے - جو خلق عبادت کرتے ہیں - اور اشجار سے شیخ عبدالقادر اسلام میں
معروف ترین وسائط میں سے ایک وسیلہ ارتباط بن گئے - ان کا مزار حضرت سلطان سلیمان
نے ۹۳۱ھ / ۱۵۲۵ء میں ایک خوبصورت قبہ تعمیر کرایا - بغداد میں آج تک
مسلمانوں کی بہت بڑی زیارت گاہوں میں سے ہے"
(ماخوذ از دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۲ ص ۱۲۰ تا ۱۲۵)
......

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۸۵ -

تھا ۔ اور اپنے آپ کو اخوند کے مشہور عالم دین عبدالرحیم (1) مانکراوی کے ساتھ قرابت داری کا دعوی کرتا تھا ۔ اور سید خان نامی شخص کی ایک لڑکی کو دھوکہ دے کر اغوا کر کے کشمیر لے گیا ۔ حضرت اخوند درویزہ نے خود اس کے ساتھ مباحثہ کیا ۔

"او را در مباحثہ خجل و شرمندہ ساختم" (٢) ۔

ترجمہ :- میں نے اس کے ساتھ مباحثہ کر کے اسے شرمندہ کیا ۔

(٢) حسین ترکھان :-

حسین نامی جو دلہ زاک کے ترکھانوں میں سے تھا ۔ یہ صوفیوں کے سادات میں سے ہونے کا دعوی کیا ۔ آپ نے (حضرت اخوند درویزہ) اس کے ساتھ بھی خود بحث و مباحثہ کر کے اس کو شرمندہ کیا ۔

ان اشرار کے علاوہ دیگر چند مرتدین کے نام بھی آپ نے ذکر کیے ہیں ۔

---

(٢) آج کل صوبہ سرحد کا مشہور ڈویژن ہے ۔ گرمیوں میں لوگ تفریح کے لئے جاتے ہیں ۔ اور قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں ۔

....

(١) عبدالرحیم مانکراوی شیخ عبدالوہاب المعروف اخوند پنجو صاحب کے بڑے بھائی تھے ۔

(٢) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۹۴ ۔

مگر ان کی تفصیلات اور ان کے خاندانوں کے نام وغیرہ آپ نے ذکر نہیں کیے -

مندرجہ ذیل ہیں -

ملا رکن الدین کہ افغان لوگ اسے ملا نصیر الدین کے نام سے پکارتے تھے -

ملا یعقوب کا بیٹا قاضی ابراہیم جس نے گھوڑے کے گوشت کو حرام ٹھہرایا تھا - شیخ نور - مذہب رفض و الحاد کا پیرو تھا - ملا میرداد - شیخ ایوب اور ملک حسن کا نام ملتا ہے -

•••••••

باب دہم

"صاحبین طلبہ جن کا آپ نے ذکر نہیں کیا"

۱) **سید آدم بنوری**

صوبہ سرحد کے قبائلی اور سرحدی علاقوں میں بالخصوص اور افغانستان میں

بالعموم — بالعموم جن سادات گھرانوں کے نام مشہور ہیں ۔ آپ ان میں سر فہرست شمار کیے جاتے ہیں ۔ (۱)

آپ نے دین اسلام کی اشاعت اور اس کی ترویج میں کافی نام پیدا کیا ۔ اور سلسلہ عالیہ (۲) نقشبندیہ (۳) کا فیضان جاری کیا ۔

---

(۱) روحانی رابطہ ص ۲۰۹ ۔

(۲) صوفی درویشوں کا ایک سلسلہ جس کو محمد بہاؤ الدین بخاری (۱۳۱۸ء تا ۱۳۸۹ء) نے جاری کیا ۔ نقشبند کے معنی مصور کے ہیں ۔ چونکہ آپ نے حقیقت کی صحیح تصویر پیش کی ۔ اس واسطے آپ کے بعد اس سلسلہ کو نقشبندیہ کے نام سے پکارنے لگے ۔ اصولوں کے لحاظ سے یہ لوگ حضرت ابوبکر کی طریقہ سے زیادہ مشابہ ہیں ۔ ان
=

۰۰۰ ۰۰۰ ۰۰۰ ۰۰۰

حاشیہ مذکور -

= کے ایک شاگرد صالح بن مبارک نے ان کے بارے میں ایک کتاب "مقامات سیدنا شاہ نقشبند"
لکھی ہے - جس میں آپ کے حالات اور ذکر کے طریقے بیان کیے ہیں - ان سے قبل محمد
بابا سماسی کے ہاں ذکر بآواز بلند کیا جاتا تھا "لیکن انہوں نے اس بارے میں مرشد
سے اختلاف کیا - اور ذکر خفی کو زیادہ بہتر سمجھا - مرشد کچھ عرصہ تک تو اس سے
اختلاف کرتے رہے لیکن مرتے وقت انہوں نے ان کو ہی اپنا جانشین مقرر کر دیا -
اور خلیفہ قرار دیا - اول اول اس سلسلہ نے وسط ایشیا ترکستان اور بخارا میں ترقی کی
اور اس کے بعد پاک و ہند اور دوسرے ممالک میں بھی پھلا پھولا - پاکستان کے
مختلف مقامات میں نقشبندیوں کے مراکز موجود ہیں -

(اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص ۱۶۳۴)

طریقہ نقشبندیہ :-

سلوک و طریقت میں جتنے طریقے رائج ہیں بنیادی طور پر سب روحانی اور وصل
الی اللہ ہیں - ہمیشہ ان کا مقصد خدا کی رضا کا حصول رہا ہے - اور اس مشترک مقصد
کے حصول کے لئے ہر ایک نے تزکیہ نفس کو لازمی قرار دیا ہے - اور اس تزکیہ کے لئے =

... ...

حاشیہ مذکور ۔

ہر ایک نے اذکار و اشغال کے متعدد طریقے وضع کئے ہیں ۔ اور باوجود اختلاف طرق ہر ایک طریقہ دوسرے سے مربوط رہا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مشائخ نے مختلف طریقوں طریقوں میں روحانی فیض حاصل کیا ہے ۔

مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ ان میں تبدیلیاں ہوتی رہیں ۔ قطع و برید اور افراط و تفریط کا سلسلہ جاری رہا تا آنکہ اہل ہوا اور نفس پرست قسم کے نام نہاد صوفیوں نے ان میں بدعات و رسومات کو شامل کر کے سلوک و طریقت کی اصل شکل کو مسخ کر کے رکھ دیا اور بجائے اس کے کہ تصوف رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ بنے خدا سے دوری کا باعث بنا ۔

تصوف کے ان مروجہ طریقوں میں سے جو طریقہ اس قسم کے افراط و تفریط اور تحریف اور تبدیلی سے محفوظ رہا وہ نقشبندی طریقہ ہے ۔ یہ طریقہ علم تصوف کے ایک مخصوص آئین کا نام ہے ۔ جس کے پیروکار صوفی حضرات ۔ نقشبندی کہلاتے ہیں ۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تسلیم فرمایا تھا ۔ (تحفۃ السالکین از محمد درویش بن عبداللہ بن عبدالرحمن

... ...

حاشیہ مذکورہ۔

لاہوری (قلمی) ورق ۲۰ کتب خانہ مولانا امیر شاہ قادری یکہ توت پشاور شہر۔

ایضاً ملاحظہ ہو مکتوبات مجدد دفتر اول حصہ چہارم مکتوب ۲۲۱ ۔) اور چونکہ انہیں انبیاء کرام کے بعد افضل البشر ہونے کا شرف حاصل ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس طریقہ کے اکابرین فرمایا کرتے ہیں کہ :

"نسبت ما فوق همه نسبتها است"۔(مکتوبات مجدد حصہ چہارم دفتر اول مکتوب ۲۲۱)۔

طریقہ نقشبندیہ کی افضلیت کی وجوہات بیان کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی (المتوفی ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) فرماتے ہیں۔

اکابر این طریقہ علیہ احوال و مواجید را تابع احکام شرعیہ ساختہ اند و اذواق و معارف را خادم علوم دینیہ داشتہ و دریں طریق پیری و مریدی بہ	اس طریقہ علیہ کے اکابرین نے احوال و مواجید کو شرعی احکام کا تابع اور اذواق و معارف کو علوم دینی کا خادم بنایا ہے۔اور اس طریقہ میں پیری و مریدی (کا دار و مدار) تعلیم و تعلم پر

... ...

حاشیہ مذکور۔

= تعلیم و تعلم است نہ بہ کلاہ	ہے۔ نہ کہ کلاہ و شجرہ (طریقہ و نسب)
و شجرہ و دوختن طریق ریاضات	ہو اور اس طریقہ میں نفس امارہ کے ساتھ ریاضات
و مجاہدات با نفس امارہ باتباع	و مجاہدات شرعی احکام کے مطابق ہیں۔
احکام شرعیہ است۔	

والتزام سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ (مکتوبات مجدد حصہ چہارم دفتر

اول مکتوب ۲۲۱۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ :۔

برخلاف مشائخ سلاسل دیگر	دوسرے سلاسل کے مشائخ کے برخلاف اس
اکابر این سلسلہ علیہ سوائے مخالفہ	سلسلہ علیہ کے اکابرین نے بجز اتباع سنت
سنت تجویز نہ کردہ اند و ابداع و احداث	کی مخالفت کو تجویز نہیں کیا ہے اور
روا نہ داشتہ پس مخالفہ نفس درین طریق	احداث و ابداع کو روا نہیں رکھا ہے پس
اتم باشد و ہر طریقے کہ مخالفہ نفس دراں	نفس کی مخالفت اس طریقہ میں بطریق اتم

... ...

حاشیہ مذکور۔

بیشتر است از سائر طرق است کہ رعایت مخالفت نفس از سائر طرق در طریقہ علیہ نقشبندیہ بیشتر است "۔	ہوتی ہے اور جس طریقہ میں نفس کی مخالفت زیادہ ہوتی ہے وہ راستہ زیادہ قریب ہے اور نفس امارہ کی مخالفت تمام طریقوں سے طریقہ نقشبندیہ میں زیادہ ہے۔

(مکتوبات دفتر اول حصہ ۵ مکتوب ۲۸۹)

مشائخ نقشبندیہ کے احتیاط شرعی کا بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ۔

"بزرگاران نقشبندیہ عمل بہ عزیمت اختیار کردہ اند و از رخصت مہما امکن اجتناب فرمودہ اند "۔	طریقہ نقشبندیہ کے بزرگوں نے عزیمت پر عمل کرنا اختیار کیا ہے "اور رخصت سے حتی الامکان اجتناب فرمایا ہے۔

(مکتوبات حصہ ۲ دفتر ۱ مکتوب ۴۲)

ظاہر ہے کہ جس طریق میں شریعت کی پابندی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا جتنا زیادہ اہتمام ہو وہ ہی مقصد تخلیق کے حصول میں زیادہ

...   .

حاشیہ مذکور ۔

= مفید اور موثر ثابت ہوگا ۔ اور اسی کا اختیار کرنا زیادہ مناسب ہے ۔ حضرت مجدد اس بارے میں وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

"پس طریقے کہ ملتزم متابعت سنت سنیۃ باشد و اولی باتیان احکام شرعیہ از براثر اختیار کردن اولی و انسب و آن طریق طریق نقشبندیہ است" ۔	پس جس طریقے میں احکام شرعیہ کی پابندی اور سنت سنیہ کا زیادہ التزام ہوتا ہے ۔ وہ طریقہ اختیار کرنے کے لئے زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہوتا ہے اور ایسا طریقہ طریقۂ نقشبندیہ ہے ۔

(مکتوبات حصہ ۲ دفتر اول مکتوب ۲۲۲)

حضرت شاہ ولی اللہ کے شاگرد مولانا شیر محمد آبائی اس حقیقت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ : ۔

"واعلم ان المطلب فی هذا الزمان مفقود والوصول الی السعادۃ معدوم الا	جان لو کہ اس زمانہ میں مقصد مفقود اور وصول الی السعادۃ معدوم ہوگیا ہے

... ...

حاشیہ مذکور ۔

الاوحدیون بالطرق قد غیرت والمقاصد قد بدلت و صورت شیئا نکرا .... و اصلیها من الآفات الطریقة النقشبندیة العلیة ۔	مگر شاذ و نادر طرق اور مقاصد طرق میں ایسی تبدیلی آچکی ہے کہ اس کی قطعہ اصل صورت بدل گئی ہے .... (مگر اس کے باوجود) طریقہ نقشبندیہ ایک ایسا طریقہ ہے جو آفات و تغیرات سے محفوظ و مامون ہے ۔

(ذخ عیق از مولانا شیر محمد للمی ۱۱۸۱ھ مطابق ۱۷۶۷ء ص ۲۹۵ کتب خانہ ریکارڈ آفس صوبہ سرحد پشاور)۔

طریقہ نقشبندیہ کے بانی حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند (المتوفی ۷۹۱ھ مطابق ۱۳۸۸ء) بخارا کے رہنے والے تھے ۔اور وہیں سے حقیقت و معرفت کے انوار ان کے مریدین و متوسلین کے ذریعے ساری دنیا میں پھیل گئے جہاں تک سرزمین پاک و ہند کا تعلق ہے ۔یہاں حضرت خواجہ باقی باللہ (المتوفی ۱۰۱۲ھ مطابق ۱۶۰۳ء

...   .

حاشیہ مذکور ۔

کے طفیل اس سلسلہ کی بنیاد پڑ گئی ۔ اور ان کے بعد ان کے بیشمار بالواسطہ اور بلا
واسطہ خلفاء و مریدین نے اس طریقہ کو یہاں مقبول عام بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہیں کیا ۔

برصغیر کی تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی یہاں خدمت اسلام کی کوئی تحریک
اٹھی اس کی پشت پر انہیں اصحاب علم و طریقت گدڑی پوش بوریا نشین حضرات کا سوز
دروں کار فرما رہا ۔ اور جب کبھی گلشن اسلام کو تاراج کرنے کی سازش کی گئی تو یہی
بندگان خدا سینہ سپر ہوکر سامنے آئے اور اگر بہ نظر تعمق دیکھا جائے تو معلوم ہوگا
کہ ہر دور میں نہ صرف مسلمانوں کی دینی اور روحانی رہنمائی فرمائی بلکہ سیاسی میدان
میں بھی قیادت انہیں حضرات نے فراہم کی ہے ۔

عہد اکبری میں جب الحاد و لادینیت کا سیلاب امڈ آیا تو اس کے سد باب کے
لئے خواجہ باقی باللہ میدان میں کود پڑے اور دربار اکبری کے مذہبی رجحانات کے
خلاف متشرع اور دیندار علماء کا ایسا مضبوط اور مستحکم محاذ قائم کیا جس کے سامنے
اکبر کے لادینی خیالات کا فروغ ناممکن ہوگیا ۔ ان کے بعد حضرت مجدد الف ثانی

. . .   .

حاشیہ مذکور -

== تلوار آبدار بن کر چمکے اور عہد اکبری کے خود ساختہ دین پر ایسا بھرپور وار کیا کہ
اس کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھر کر رہ گئیں - یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے
کہ حضرت مجدد الف ثانی نے عہد اکبری کے لادینی خیالات کا ایسا رخ بدلا کہ وہی
مطلق مغل فرمانروا جن کے متعلق یہ خدشہ پیدا ہوچکا تھا کہ اسلام کو اس سرزمین
سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا کردیں گے وہی آخرکار اسلام کے بہی خادم بن گئے -

(تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہوں -

(الف)

(ب) ماہنامہ الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر ۱۹۷۶ء (مضمون تحفظ و احیائے اسلام
کی عالمگیر تحریک از مولانا مفتی محمود صاحب ص ۲۵۹ - ۲۹۰ -

(ج) رود کوثر از شیخ محمد اکرام طبع ثانی کراچی ص ۱۲۲ - ۱۲۶ -

== حضرت مجدد کے بعد حضرت سید آدم بنوری (المتوفی ۱۰۵۲ھ مطابق ==

... ...

حاشیہ مذکورہ

۱۹۲۳ء) نے اس تحریک کی قیادت سنبھال لی ارشاد و ہدایہ کا مسند بچھایا ۔

ایسے ہزاروں مرید اور عقیدت مند پیدا کیے جنہوں نے ملک کے گوشے گوشے میں پھیل
کر دین اسلام کی اشاعت اور سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج کی مہم چلائی ۔آپ کے خلفاء
میں سے حضرت شیخ سعدی لاہوری (المتوفی ۱۱۰۸ھ مطابق ۱۶۹۶ء) کی ذات گرامی
بالخصوص خاص اہمیت کی حامل ہے کیونکہ ان کی وساطت و برکت سے یہ طریقہ علیہ
دریائے اٹک کو عبور کرکے شمال مغربی سرحدی صوبہ اور اس کے ملحقہ قبائلی علاقہ جات
میں پھیلنا شروع ہوا ۔آپ کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ حضرت صدرالاعظم (حضرت جی
اول) آگے بڑھے جن کی مساعی جمیلہ سے اس علاقے میں یہ طریقہ پھلتا پھولتا رہا ۔
حضرت جی اول فوت ہوئے تو ان کے نامور خلیفہ حضرت میاں صاحب چمکنی نے اس سلسلہ
راہ حق کی قیادت کا بیڑا اٹھایا ۔آپ کی مخلصانہ اور مجاہدانہ جدوجہد کی برکت
سے یہاں ایک زبردست روحانی اور سیاسی انقلاب برپا ہوا ۔آپ کی خانقاہ کو شریعت
و طریقت کے مصدر اور علماء و فضلاء کے مرکز کی حیثیت حاصل ہوئی اور دور دور سے لوگ

آپ کے والد اسماعیل بنور[1] کے رہنے والے تھے ۔ اس لئے آپ بنوری کہلائے ۔ سید آدم بنوری کا سلسلہ نسب یہ ہے ۔

سید آدم بن سید اسماعیل بن سید بہوہ ابن سید یوسف بن سید یعقوب بن سید حسین بن سید دولت بن سید قلیل ابن سید سعدی بن سید قلندر کہ از فرزندان

حاشیہ مذکورہ ۔

= یہاں آکر آپ کے روحانی اور عرفانی فیوضات سے سیراب ہونے لگے ۔

(۲) ربط روحانی رابطہ ص ۲۰۸ ۔

• • • • • • •

(۱) بنور ریاست پٹیالہ میں سرہند کے قریب ایک قصبہ ہے ۔ اسی کی نسبت آپ کی اولاد بنور کہلاتی ہے ۔ آپ کے خاندان کے کچھ لوگ سکھوں کے غلبہ کے دور میں سرحد آکر آباد ہوئے ۔ سرحد کے افغان قبائل نے بڑی عزت و تکریم کے ساتھ ان کی پذیرائی کی ۔ اور ان سے تعلق ارادت استوار کیا ۔ ان حضرات نے سرحدی قبائل میں بڑی قابل قدر خدمات انجام دیں ۔ اور بعض جاہلی مراسم کی بیخ کنی کے لئے بڑی جدوجہد کی ۔ موجودہ ریاست دیر کے بانی الیاس اخوند بھی آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے =

حضرت سید محمد که از اولاد سید اسماعیل ولد ابراهیم برخوردار امام حضرت موسیٰ بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن سید امام جعفر صادق بن سید امام باقر بن سید امام زین العابدین بن سید شباب اهل الجنة قرة العینین لرسول الثقلین الحسین ۔ (1)

سید آدم بنوری پہلے لشکر شاہی میں ملازم تھے ۔ نوکری ملازمت ترک کرکے ملتان میں حاجی خضر رومانی کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اور نعمت باطنی حاصل کی ۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی ۔ اور مختلف ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے ۔ (2)

آپ ابتداءً امی تھے ۔ پھر ایک حافظ کے تحت قرآن مجید حفظ کیا ۔ اور علوم ظاہری کی تعلیم بھی حاصل کی ۔ مشہور ہے کہ سید آدم بنوری کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ تھی ۔ جن میں تقریباً ایک سو آپ کے خلفاء تھے ۔ جو جنہوں نے ظاہری

= جنہیں دیر کے قبائل نے اپنا رہبر منتخب کرلیا تھا ۔ بعد ازاں آپ کے خاندان کے کچھ لوگ کوہاٹ میں اور کچھ پشاور میں اقامت پذیر ہوئے ۔ (ماخوذ بنوری نمبر)

......

(1) خزینة الاصفیاء ص ۶۲۳ ۔ ۶۲۵

(2) ایضاً

علوم اور سلوک کی تکمیل کرکے آپ سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ جہاں بھی آپ جاتے ہزارہا پٹھان آپ کے ساتھ ہوجاتے تھے۔ (1)

آپ ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء میں لاہور تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ دس ہزار مشائخ سادات اور پٹھان تھے۔ اس وقت شاہ جہان لاہور میں تھا۔ آپ کے معاندین نے شاہ جہان کو یہ خبر پہنچائی کہ سید آدم بنوری کے ساتھ اتنی جمعیت ہے۔ اگر وہ چاہیں تو آپ کی حکومت کا تختہ الٹ دیں۔ (2) شاہ جہان نے اپنے وزیر سعد اللہ خان کو

---

(1) خزینۃ الاصفیاء ص ۴۲۰۔

(2) سعد اللہ خان ضلع جھنگ کے ایک قصبے چنیوٹ میں پیدا ہوا۔ اور لاہور میں ہوش سنبھالا اور حفظ قرآن کے بعد علامہ یوسف اور دوسرے علماء سے تعلیم حاصل کی۔ اور ایک طویل عرصے تک مدرسہ وزیر خان لاہور میں تعلیم پاتا رہا۔ جب شاہ جہان اپنے جلوس کے چودھویں سال لاہور آیا۔ اس نے سعد اللہ خان کے علم و فضل کی شہرت سن کر ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰ء اس کو طلب کیا۔ اور سعد اللہ خان کا لقب دے کر اپنے ملازموں میں شامل کرلیا۔ یہاں تک کہ وہ ۱۰۵۵ھ / ۱۶۴۴ء میں اس کو اپنا وزیر بنایا

تحقیق حال کے لئے بھیجا - آپ ان کے ساتھ کافی بے توجہی کے ساتھ پیش آئے - اور بہت دیر تک اس سے بات تک نہ کی - پھر اس کو انہماک دنیوی ترک کرنے کی نصیحت فرمائی -

نواب سعد اللہ خان نے واپس جا کر ساری کیفیت شاہ جہان سے بیان کی اور معاندین کے اندیشوں کی تصدیق کر دی - پھر اس نے شاہ جہان کو مشورہ دیا کہ مناسب یہ ہے کہ سید آدم بنوری کو کسی بہانے سے کسی دوسری جگہ بھیج دیا جائے - شاہ جہان نے سید آدم کو کہلا بھیجا کہ وہ حرم کے لئے چلے جائیں - چنانچہ آپ اپنے ساتھیوں اور گھر والوں کے ساتھ حرم کے لئے چلے گئے - (1)

حرم کے بعد مدینہ طیبہ میں مقیم ہو گئے - لیکن ہندوستان سے تشریف لے جانے کے بعد بھی آپ کے باطنی فیوض اور برکات کا سلسلہ ہندوستان میں آپ کے خلفاء نے جاری رکھا - آپ نے اپنے شاگردوں میں جن کو بھی ماذون کیا ان میں سے ہر ایک

= سعد اللہ خان نے ۱۰۶۶ھ / ۱۶۵۶ء میں وفات پائی -

(ماخوذ از نزهة الخواطر ج ۵ ص ۱۵۲ - ۱۵۳)

....

(1) نزهة الخواطر ص ۱ جلد ۵ -

صاحب کمال وجذبه کو بیھیجا ۔ (۱)

سید آدم بنوری نے ۷ شوال (۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء) کو مدینہ منورہ میں وفات پائی ۔ اور جنۃ البقیع میں حضرت عثمان بن عفان کے روضہ مبارک کے قریب مدفون ہوئے ۔ سید آدم بنوری کے رسائل میں "خلاصۃ المعارف" اور رسالہ "نکات الاسرار" مشہور ہیں ۔ (۲)

آپ کی اولاد بنورخیل سادات کے نام سے مشہور ہے ۔ افغانستان کے ایک گوشہ شہراوندو اور کوئٹہ بلوچستان میں جو بنورخیل سادات ہیں ان کے مورث اعلی سید داؤد نوین پشہ میں حضرت سید آدم بنوری کی اولاد میں سے ہیں جبنوری سادات پشاور کوہاٹ ۔ کابل ۔ باجوڑ ۔ سوات ۔ مردان ۔ کوئٹہ ۔ پنجاب ۔ سندھ ۔ اور ہر وطن میں موجود ہیں ۔ اور اعلی قدرو منزلہ ۔ علم و فضیلہ اور بزرگی کے حامل ہیں ۔ (۳)

---

(۱) روحانی رابطہ ص ۶۱۹ ۔

(۲) خزینۃ الاصفیاء ص ۶۲۵ ۔ ۶۲۴

(۳) روحانی رابطہ ص ۶۰۷ ۔

(۱)

شہر پشاور میں رامداس بازار کے قریب ایک گلی "بنوری سٹریٹ" کے نام سے

بھی مشہور ہے - جس میں بنوری خاندان کی جائیدادیں ہیں - اور ان میں بنوری

خاندان رہائش پذیر ہیں - اس سٹریٹ میں سید ابو ب جان بنوری قابل احترام ہستی

ہے - جو دارالعلوم سرحد کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں - ان کی سب سیاسی مذہبی

اور رفاہی رہنما اور زعماء نے مذاکرات کے لئے مولانا فضل صمدانی مرحوم کے حجرے کا

انتخاب کیا ہے - اس حجرے میں مرحوم کی ذاتی لائبریری اب بھی موجود محفوظ ہے -

جس میں نادر قلمی نسخے ہیں - مرحوم کے بیٹے سید فاروق شاہ بنوری صوبہ سرحد

محکمہ اوقاف کے ملازم ہیں - اور اس لائبریری کے محافظ ہیں -

پاکستان کے جید عالم دین مولانا محمد یوسف بنوری نے بھی اپنی ابتدائی تعلیم

یہیں پر حاصل کی - مولانا محمد علی جوہر - مولانا حسین احمد مدنی - مولانا ابوالکلام

آزاد - صاحبزادہ عبدالقیوم - مولانا مفتی محمود جید علمائے دیوبند کے بیٹھنے کی جگہ

رہی ہے - صوبہ سرحد کا قومی اتحاد اسی جگہ قائم ہوا اور پاکستان کے بڑے بڑے سیاستدان

مذاکرات کے لئے اس سٹریٹ میں "بنوری حجرے" تشریف لائے -

• • • • •

---

(۱) رامداس کا علاقہ پشاور شہر کے شمال کی جانب تقریباً ایک کلومیٹر پر واقع ہے - بہت مشہور بازار ہے -

(۲) شیخ رحمکار

صوبہ سرحد کے صوفیاء اور بزرگان دین جو صوبہ سرحد کے افق پر آفتاب ہدایت بن کر نمایاں ہوئے اور اس سارے علاقے کو اپنی کوششوں سے منور کیا۔ ان میں حضرت شیخ رحمکار بھی شامل ہوئے ہیں۔

آپ کا اصلی نام کستیرگل والد کا نام شریف شیخ بہادر المعروف ایک بابا (۱) ہے۔

آپ تمام صوبہ سرحد اور اکناف و اطراف میں کاکا صاحب (۲) اور شیخ رحمکار (۳) کے لقب سے اس طرح مشہور ہیں کہ لوگ آپ کا اصلی نام بھول گئے (۴)۔ آپ کو شیخ المشائخ بھی کہا

---

(۱) ایک بابا حضرت اخوند پنجو صاحب اکبرپوری سے عقیدت رکھتے تھے اور ان کی صحبت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ کا مزار تحصیل نوشہرہ میں کاکا صاحب کے مزار سے چند میل دور ہے۔ آپ کی زیارت مرجع خلائق ہے۔ (تذکرہ مشائخ سرحد ص ۲۰)

(۲) کاکا صاحب پشتو زبان میں بزرگ اور محترم کو کہتے ہیں۔ اسی خطاب کی بناء پر آپ کی اولاد بھی آئندہ چل کر "کاکا خیل" کے نام سے مشہور ہوئی۔ (تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۲۶۸)

(۳) آپ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک، مخلوق خدا پر شفقت کی وجہ سے اس لقب سے ملقب ہوئے۔ (ایضاً)

گیا ہے ۔بعض مقالہ نگاروں نے آپ کے نام کی وضاحت میں کہا ہے کہ گستیرگل

پشتو زبان میں ایک خوبصورت اور خوشبودار پھول کا نام ہے ۔[1] آپ کے بارے میں ہے کہ

"نامہائے حضرت ایشان آن کہ اشہر خلق بود ۔شیخ رحمکار و شیخ واکار

و کستوری و کستیر بوقت بود مو کثیرالناس او را کاکا گفتندے مو بعض از مردم مطلبہ او

را شیخ رحمان کار خواندے"۔[2]

ترجمہ :۔ آپ کا نام لوگوں میں شیخ رحمکار ۔شیخ واکار ۔کستوری اور کستیر (اگرچہ وقف

بعض سکون کے ساتھ) مشہور تھے ۔اور بہت سے لوگ آپکو کاکا کے نام سے یاد کرتے

تھے ۔اور طلبہ میں سے بعض لوگ آپ کو شیخ رحمان کار کہا کرتے تھے ۔

آپ کے والد ایک عابد و زاہد بزرگ تھے ۔اور اپنے دور کے اقطاب میں شمار کئے

---

(۳) تذکرہ مشائخ سرحد ص۳۹ ۔

....

(۱) اولیائے کرام ص۸۲ مقالہ میاں منعظم شاہ کاکاخیل ۔

(۲) مقامات قطبیہ ص۸۱ تا ۸۶ از مولوی عبدالحلیم ۔

....

جاتے تھے ۔ آپ کے والد بہادر خان کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے صاحب مجمع البرکات نے لکھا ہے ۔

"چون در زمان کودکی امور خلائق از ایشان کشادہ شدند ۔ از آن ویرا حضرت پدر بہادر خان خواند یعنی مرد شجاع"[1] ۔

ترجمہ :- بچپن ہی میں ان سے مخلوق کے کام نکلنے لگے ۔ تو اسی وجہ سے ان کو ان کے والد (مست بابا جو حضرت شیخ رحمکار کے دادا تھے) نے بہادر خان کہہ کر پکارا ۔ یعنی مرد شجاع ۔

آپ حسینی سید تھے اور آپ کا شجرہ نسب تیرہ واسطوں سے حضرت امام حسین علیہ السلام سے جا ملتا ہے ۔ آپ کا طریقہ اویسی تھا[2] ۔ اور آپ کسی سے دست گرفتہ نہ تھے ۔

---

(۱) مجمع البرکات (قلمی) ورق ۱۵ از عبداللہ شاہ صاحب ۔

(۲) ہر وہ بزرگ جو براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے فیض حاصل کرے جس طرح حضرت اویس قرنی نے غائبانہ طور پر فیض حاصل کیا تھا ۔ صوفیاء کی اصطلاح میں اس کو اویسی کہتے ہیں ۔ (آئین اکبری جلد دوم ص ۲۱۸) ۔

"اویسی طریقہ داشتہ ، مواز فرزش یافتہ" (۱)

ترجمہ :- یعنی اویسی طریقہ رکھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت سے سرفراز تھے ۔

آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے استاد اخوالدین سلطونی نے کی ۔ اور ظاہری علوم کی تکمیل کی ۔ آپ کے دیگر اساتذہ کا نام کسی جگہ بھی نہیں ملتا ۔ حضرت اخوالدین صاحب نے ایک مرتبہ آپ سے درخواست کی کہ اگر آپ مشکوٰۃ شریف کے چند سبق مجھ سے پڑھ لیں تو یہ میرے لئے وجہ تسکین ہوگا ۔ حضرت شیخ رحمکار نے ان کی یہ درخواست منظور فرمائی ۔ اور مشکوٰۃ شریف کے چند اسباق پڑھ لئے ۔ (۲)

اکثر تذکرہ نگاروں کی رائے ہے کہ آپ نے زیادہ تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی ۔ اور انہی کی کوششوں سے آپ نے ظاہری و باطنی علوم سے فیض حاصل کیا ۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے والد کے بارے میں نہایت ادب اور احترام کے الفاظ استعمال کرتے اور ان کو واسطہ کہتے ۔

---

(۱) مقامات غیبیہ ص ۲۰ ۔ ۱۰

(۲) تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۲۴۵ ۔

" هر گاه بون نام پدر خود قطب عالم شیخ بہادر صاحب یاد میکردے

بطریق ادب یاد میکردے مولو را بہشتی (راسمہ گو) می گفتے "۔ (۱)

ترجمہ :- جب کبھی وہ اپنے والد قطب عالم شیخ بہادر کو یاد کرتے ۔نہایت ادب

سے یاد کرتے ۔ان کو بہشتی (راسمہ گو) کہتے ۔

علوم شرعیہ میں آپ کو کافی مہارت حاصل تھی ۔تقریباً ۲۵ پچیس سال تک

آپ تحصیل علم میں مصروف رہے ۔علوم قرآنیہ سے آپ کو غیر معمولی شغف تھا ۔

"حضرت شیخنا در دقائق و اسرار معانی قرآن سرے و در کہ عظیم

داشت "۔ (۲)

ترجمہ :- ہمارے شیخ قرآن مجید کے معانی کی باریکیوں اور قرآن مجید کے اسرار کے

سمجھنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے ۔

شیخ رحمکو کاکا صاحب کی خود داری اور خدا پر کامل عقیدہ ۔

آپ کی خود داری کا یہ عالم تھا ۔کہ آپ کے زمانے میں مغل فرمانروا اکبر بادشا

---

(۱) مقامات قطبیہ ص ۲۱ ۔

(۲) ایضاً ص ۸۸ ۔

کی حکومت تھی۔ اکبر بادشاہ جب دہلی سے پشاور پہنچے تو آپ سے بھی ملاقات
کی۔ کیونکہ وہ اولیائے کرام کا بے حد معتقد تھا۔ ملاقات کے دوران آپ کو بار بار
خدمت اور ضرورت کے بارے میں پوچھا۔ مگر آپ نے جواب دیا بجز اللہ کی ذات کے اور
کس سے کچھ مانگ سکتا۔ (۱)

علمی طور سے آپ تصوف کے شناور تھے۔ اور عالم تصوف کی حیثیت سے بھی
آپ کا مرتبہ بلند تھا۔ آپ کا علم کامل تھا۔ اور علم الیقین حق الیقین اور عین الیقین
میں بڑا حصہ رکھتے تھے۔ (۲)

تعلیم و تعلم سے خاص ذوق تھا۔ آپ کی نگرانی و اہتمام میں سات مدرسے
قائم تھے۔ ان میں سے تین مدرسوں میں قرآن مجید کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اور
چار مدرسوں میں مختلف فنون پڑھائے جاتے تھے۔ (۳) ایک روایت کے مطابق ان مدرسوں
میں بارہ ہزار اور دوسری روایت کے مطابق اکیس ہزار کتابیں موجود تھیں۔ (۴)

---

(۱) اولیائے کرام مقالہ میاں منتظم شاہ کاکاخیل ص ۸۳۔

(۲) مقامات قطبیہ ص ۴۴۔

(۳) مہیج البرکات (قلمی) ص ۹۵۔

(۴) اولیائے کرام۔ مقالہ میاں منتظم شاہ ص ۸۴۔

آپ اصلاح و تربیت میں تذکیر و وعظ کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ بہت ہی

عام فہم اور سلیس زبان استعمال کرتے تھے۔ اکثر پشتو زبان استعمال کرتے مگر جو

شخص جس زبان میں پوچھتا آپ اسی زبان میں جواب دیتے۔ کیونکہ آپ کو اکثر مروج

زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ (۱) آپ نے اپنی زندگی میں تین ہزار سے زائد غلام آزاد

کئے۔ ہمیشہ لنگر دیتے تھے۔ اور مذکورہ مدرسوں کے لنگروں کا اہتمام بھی آپ

کرتے۔ (۲)

آپ مسلسل ایک سال تک سخت بیمار رہے۔ اور اس شدید علالت کے باوجود آپ

نے نماز قضا نہیں فرمائی۔ اور ہمیشہ باوضو رہتے۔ اور کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔ اگر

قیام کی طاقت نہ رکھتے تو دو آدمی آپ کے بازو پکڑ کر آپ کو کھڑا کر دیتے۔ پھر اس

طریقے سے آپ نماز کی تکمیل کر دیتے۔

۲۳/ رجب المرجب ۱۰۶۲ھ/ ۱۶۵۲ء جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے

جب امام منبر پر خطبہ پڑھنے کے لئے نکلا۔ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

---

(۱) مجمع البرکات (قلمی) ورق ۹۶۔

(۲) اولیائے کرام ص ۸۴۔

اس وقت آپ کی عمر اسی برس تھی ۔ آپ کی تجہیز و تکفین میں آپ کے خلیفہ
شیخ عبداللطیف ۔ خواجہ گل نور ۔ فقیر محمد سعید ۔ خواجہ مسکین ۔ خواجہ جمال
الدین ۔ شیخ اخون الدین اور پشتو کا مشہور شاعر خوشحال خان خٹک خاص طور پر
قابل ذکر ہیں ۔ آپ کے خلفاء میں فقیر جمیل بیگ بہت مشہور ہوا ۔ (۱)

---

(۱) یہ خوشحال خان خٹک کا بھائی تھا ۔ یہ خٹک قوم کا امیر تھا ۔ انہوں
نے ایک کتاب تذکرۃ الاولیاء لکھی ہے ۔ اور پشتو اکیڈیمی پشاور میں موجود ہے ۔ کتاب
فارسی زبان میں ہے ۔ (ماخوذ تذکرہ صوفیائے سرحد)

فقیر جمیل بیگ کے متعلق یہ روایت ملتی ہے کہ آپ خوشحال خان خٹک کے
بڑے بھائی تھے ۔ بعض نے لکھا ہے کہ نہیں خوشحال خان عمر میں بڑے تھے ۔ مگر
قطعی فیصلہ اس لئے ناممکن ہے کہ فقیر جمیل بیگ کے حالات زندگی ابھی تک پوری
وضاحت سے نہیں ملے ہیں ۔ تاہم اس بات پر سب متفق ہیں کہ یہ دونوں آپس میں
بھائی ہیں ۔

فقیر جمیل بیگ پر نوجوانی ہی میں جذب کی سی حالت آتی تھی ۔ اور اکثر

... ...

حاشیہ مذکور -

جذبہ کی حالت کی وجہ سے آپ کو مجذوب بھی کہتے تھے - جو راہ سلوک میں ایک اہم
مقام ہے - شروع شروع میں آپ پر یہ جذب اتنا غالب ہوا کہ لوگ آپ کو مجنون کے نام
سے پکارنے لگے - اپنے بارے میں خود لکھا ہے کہ -

وبعد چند سال مرا وجد حاصل شد عالم گفتند کہ دیوانہ شد - مرشدم
گفتہ اگر هم چون یک و دیوانہ دیگر هم بودے -

ترجمہ :- چند سال بعد مجھ پر وجد طاری ہوا - لوگوں نے کہا کہ دیوانہ ہوگیا ہے
اسی حالت میں آپ فنا فی الشیخ کے رتبہ کو پہنچے -

ایک مرتبہ اپنے پیر شیخ رحمکار کے ہمراہ مسجد میں بیٹھے تھے کہ پہلے
پیر صاحب پر کچھ دیر کے لئے وجد طاری ہوا - اور پھر فقیر جمیل بیگ پر - یہاں تک
کہ فقیر جمیل بیگ نے اپنے پیر و مرشد سے کہا - کہ میں آپ ہوں یا آپ میں -
بہر حال ایسے چند واقعات ہیں جن سے آپ کے فنا فی الشیخ ہونے کی اطلاع
ملتی ہے - مگر یہ حالت عارضی تھی - جناب عقاب خٹک اپنے رسالے "کاکا صاحب"

... ...

حاشیہ مذکور ۔

== میں لکھتے ہیں ۔کہ حضرت شیخ رحمکار قطب الاقطاب تھے ۔اور ہر قطب اور ولی اپنے ساتھ کم از کم دو مریدوں کو خلافت سپرد کرتے ہیں ۔فقیر جمیل بیگ نے بھی اپنے پیر کی صحبت طویل کی وجہ سے امامت اور خلافت کے مقام پر پہنچے ۔

اسوقت آپ کے متعلق پشتو اکیڈمی پشاور نے ایک کتاب "مناقب د فقیر جمیل بیگ خٹک" شائع کی ۔اس کے مصنف میاں شمس الدین کاکا خیل ہیں ۔اور اکیڈمی کے ایک ریسرچ آفیسر راج ولی شاہ خٹک نے اس کتاب کی تحقیق اور توضیح دی ہے ۔اس میں فقیر بابا کی زندگی کے کچھ حالات کے علاوہ آپ کی کرامات ۔طریقت اور تصوف پر بھی روشنی ڈالی ہے ۔نیز اس زمانہ کی زبان اور ادب کا بھی پتہ چلتا ہے ۔

(ماخوذ مناقب د فقیر جمیل بیگ پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی)

....

(۳) *حاجی بہادر کوہاٹی*

نام و نسب

صوبہ سرحد کے مشہور شہر کوہاٹ[1] میں تبلیغ اعلائے کلمۃ الحق اور پند و نصیحت کرنے کی خدمات جنہوں نے انجام دیں۔ ان میں ایک حاجی عبداللہ المعروف حاجی بہادر کوہاٹی بھی ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۹/ ذی الحجہ بروز پیر ۹۸۱ھ/ ۱۵۸۱ء ہندوستان کے مشہور شہر آگرہ[2] میں ہوئی۔ آپ کا شجرہ نسب یہ ہے۔

سید عبداللہ شاہ بن سلطان میر سرور بن سید سلطان میر اکبر بن سید سلطان میرانشاہ بن سید سلطان سبحان شاہ ابن سید سلطان محمد زبیر بن سلطان میر کمال بن سید سلطان میر جمال بن سید سلطان ابی فضل ابن سید سلطان سراج الدین ابن سید سلطان بہاؤالدین بن سید سلطان عبدالرحمن بن سید سلطان محمد عمران بن سید سلطان شعبان بن سید سلطان محمد زاہد بن سید سلطان امیر احمد بن جعفر

---

(۱) پشاور شہر سے چالیس میل دور شمال کی جانب یہ شہر آباد ہے۔ ضلع، تحصیل اور ڈویژن ہے۔ بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان کے لئے یہیں سے راستہ جاتا ہے۔

(۲) روحانی رابطہ ص ۴۰۰۔

عبدالعزیز بن سید محمد ابراھیم ابن سید امام حسن عسکری بن سید امام علی نقی

بن سید امام علی موسی رضا بن سید امام موسی کاظم ابن سید امام جعفر صادق بن

امام باقر بن سید محمد زین العابدین بن سید امام حسین علیہ السلام (۱) ۔

لہذا اس سلسلہ نسب کے مطابق آپ قوم سید میں سے ہیں ۔مگر بعض آراء

کے مطابق آپ کو قوم افغان میں شمار کیا جاتا ہے ۔عبدالحلیم اثر نے اپنی کتاب روحانی

رابطہ میں تفصیلی بحث کی ہے (۲) ۔

ابتدائی حالات

حاجی بہادر کوہاٹی ابھی بچے ہی تھے ۔کہ ان کا دل مذہبی خیالات

کی روشنی سے منور ہوا ۔چھ برس کی عمر میں قرآن شریف ختم کیا ۔

شیخ لقمان جو آپ کے معتقدین میں سے تھے ۔فرماتے ہیں کہ میری والدہ

(والدہ شیخ لقمان) ایک قصہ بیان کرتی ہے ۔کہ جس دن آپ نے مکمل قرآن پاک ختم

---

(۱) تذکرہ صوفیائے سرحد ص۲۴۸ و روحانی رابطہ ص ۶۰۵ ۔

(۲) روحانی رابطہ ص ۶۱۸ ۔ ۶۰۶

گیا - اور مسجد سے گھر تشریف لائے تو میری والدہ نے حضرت حاجی بہادر صاحب
کو ایک بہترین لباس پیش کیا - جسے دیکھ کر انہوں نے انکار کیا اور فرمایا کہ یہ غرور
و تکبر کی نشانی ہے - اور اس سے بڑھ کر بڑائی کی بو آتی ہے - اس کے بعد میری
والدہ نے آپ کے لئے ویسا ہی جیسا لباس بنوایا - آپ نے جب یہ لباس پہنا تو آپ
کا چہرہ مبارک خوشی سے سرخ ہوا - اور فرمایا یہ لباس تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے پسند فرمایا تھا - اور اسی لحاظ سے مجھے بھی پسند ہے -(1)

آپ کے حالات زندگی پر سوانح "مناقب حاجی بہادر کوہاٹی" کے اور کوئی
کتاب باوجود کوشش کے نہ مل سکی - اور یہ کتاب بھی صرف ایک بار چھپی اس لئے اب
یہ بھی نایاب ہے -(2)

---

(1) اولیائے کرام مطالعہ از پیر انور بادشاہ ص ۹۵ -

(2) یہ کتاب محمد درویش بن اللہ ابن عبدالرحمن لاہوری نے لکھی ہے - آپ کے حالات
زندگی معلوم کرنے کے لئے صرف یہی ایک ماخذ ہے - جس پر آپ کے تمام تذکرہ نگاروں نے
آپ کے حالات زندگی بیان کئے ہیں - یہ کتاب ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۷ء میں مطبع آفتاب کوہاٹ

جب آپ کی عمر سترہ برس کی ہوئی ۔ تو اسوقت اس علاقے میں حضرت سید آدم بنوری کی خدمت کا چراغ روشن تھا ۔ لہذا آپ اپنی والدہ کی اجازت سے حضرت سید آدم بنوری کی خدمت میں پہنچے ۔ حضرت بنوری نے جب آپ سے ملاقات کی ۔ تو انہوں نے آپ کے متعلق فرمایا ۔

"بہادر است و این شیر است و آنچہ در سینہ من از علوم لسانی و جنانی است بقوت پنجہ استعداد خداداد خواہد کشید و خواہد برد و این از خلفاء ما است ۔ (1)

ترجمہ :- یہ بہادر ہے ۔ اور یہ شیر ہے ۔ اور جو کچھ میرے سینے میں علوم ظاہری و باطنی ہیں ۔ اپنی خداداد استعداد کے پنجے سے کھینچ کر لیجائیگا ۔ اور یہ ہمارے خلفاء میں سے ہے ۔

= یہ پہلی مرتبہ چھپی ۔ اور اس کے بعد یہ کتاب آج تک نہ چھپ سکی ۔

واللہ اعلم بالصواب (مختصر تذکرہ صوبہ سرحد ص ۳۲۱)

......

(1) مناقب حاجی بہادر کوہاٹی ص ۳

بیعت و خلافت

چنانچہ آپ نے حضرت سید آدم بنوری کے دست حق پر بیعت کی ۔ اور تقریباً گیارہ سال تک ان کے ساتھ رہے ۔ یہاں حضرت بنوری نے آپ کی باطنی اور روحانی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی ۔ یہاں تک کہ آپ منزل کمال کو پہنچ کر ماذون مطلق و ذوالجلال ہوئے ۔ اور خلافت سے نوازے گئے ۔ (۱)

اس کے بعد آپ اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ خانہ کعبہ حرم بیت اللہ ہوئے ۔ واپسی پر آپ نے کوہاٹ میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کی ۔ اور افغان قبائل میں اصلاح و تربیت کا کام بڑے پیمانے پر انجام دیا ۔ آپ کے فیوض و برکات سے یہ سارا علاقہ منور ہوگیا خصوصاً اس شہر کے اطراف و اکناف کے لوگ اس شمع معرفت کے گرد پروانہ وار جمع ہونے لگے ۔ (۲)

شیخ رحمکار جو کاکا صاحب کے نام سے مشہور ہیں ۔ آپ کی شہرت سن کر بے حد متاثر ہوئے تھے ۔ اور ان کی خانقاہ بھی رشد و ہدایت کا گہوارہ بنی ہوئی

---

(۱) تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۳۴۲

(۲) ایضاً

تھی - بعض لوگوں نے ان دونوں بزرگوں کے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی - لیکن وہ اپنے مذموم ارادوں میں کامیاب نہ ہوسکے - چنانچہ ایک دفعہ حاجی بہادر لاہور سے کوہاٹ براستہ اٹک اپنے وطن تشریف لا رہے تھے - جب شیخ رحمکار کو آپ کی تشریف آوری کی خبر ملی - تو آپ حضرت حاجی بہادر کے استقبال کے لئے تشریف لے گئے ان سے اکوڑہ خٹک کے مقام پر ملاقات فرمائی - اور معانقے کے بعد فرمایا کہ میری دلی تمنا ہے کہ ایک رات آپ اس فقیر کے گھر پر قیام فرماویں - تاکہ یہ فقیر بھی آپ کی صحبت سے فیضیاب ہو - حضرت حاجی بہادر نے ان کی دعوت کو منظور فرمایا - اور ایک رات اکوڑہ خٹک میں حضرت شیخ رحمکار کے مکان پر قیام فرمایا - (1)

یہ وہ زمانہ تھا کہ اورنگ زیب (2) خوشحال خان خٹک کی بغاوت کو ختم کرنے کے لئے

---

(1) حالات حاجی بہادر ص ۳۰ ـ ۱۸

(2) اورنگ زیب شاہ جہان کا تیسرا لڑکا تھا - جو ۱۲۱۸ھ / ۱۰۲۸ء میں مالوے کے قریب دوحد میں پیدا ہوا - دہلی کے قریب لشکر گاہ میں یکم ذی قعدہ ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء [illegible] کو میں اس کی تاج پوشی ادا ہوئی - احمد نگر میں جہاں وہ مرہٹوں کے قلعہ فتح میں مصروف تھا - ذیقعد ۱۸۱۸ھ / ۱۰۰۷ء کو ایک خطرناک

حسن ابدال میں مقیم تھا ۔ اسے جب آپ کے زہد و تقوی اور معرفت الہی کا پتہ چلا تو آپ کو حسن ابدال طلب فرمایا ۔ اور لکھا کہ مختلف مکتبہ فکر کے علماء سے آپ کی ملاقات کروانا چاہتا ہوں ۔ (۱)

شاہی فرمان ملنے کے بعد آپ فوراً حسن ابدال براستہ پشاور آئے ۔ اور پشاور پہنچ کر یہاں کے ایک مشہور ولی رہنما شیخ حبیب پشاوری کے ہاں قیام فرمایا ۔ (۲)

ملاقات کے بعد آخر عمر عالم تصوف کی راہ لی ۔ وفات سے چند گھنٹے قبل جبکہ وہ دمہ کے مرض میں مبتلا تھا ۔ ایک وصیت نامہ لکھی کہ میری تجہیز و تکفین میں خلاف سنت کوئی رسم نہ کی جائے ۔ خواجہ برہان الدین غریب کے پائین میں دفن کیا جائے ۔ میری قبر پختہ نہ بنائی جائے ۔ اور نہ قبر پر سقف و گنبد بنایا جائے ۔ تاہم اس کی وصیت وصیت کے مطابق جنازہ احمد نگر سے خلد آباد (دکن) لایا گیا ۔ تقریباً تمام راستے پر دو رویہ عوام کھڑے رو رہے تھے ۔ اور ہزارہا اہل لشکر ماتم کنان جنازے کے ساتھ ہم رکاب تھے ۔ (ماخوذ از تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت جلد دوم ص ۵۲۴ و تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۴۲ ـ ۲۴۳) ....

(۱) مناقب حاجی بہادر ص ۲ ۔

... ...

---

(۲) آپ کا اسم گرامی سید حبیب شاہ صاحب والد کا نام حضرت مولانا سید اکبر شاہ اور لقب مفتی و ڈسٹرکٹ خطیب تھا ۔ آپ جس گھر میں پیدا ہوئے وہ علم و سیاست کا مرکز تھا ۔ آپ کے والد کوہاٹ کے رہنے والے تھے ۔

سید حبیب شاہ صاحب آپ کے فرزند ارجمند ہیں ۔ آپ علم و حکمت ، سیاست و تدبر کی گود میں پل کر پروان چڑھے ۔ اپنے وقت کے قابل ترین علماء کے آگے زانوئے ادب طے کیا ۔ اور علوم متداولہ سے فراغت حاصل کرکے مسند درس و افتا پر متمکن ہوئے ۔ ملانہ جھنڈ اس وقت علم معقول کا مرکز تھا ۔ آپ نے وہاں سے علم معقول کی تعلیم کو مکمل کیا ۔ فقہ کا مرکز صوبہ سرحد تھا ۔ آپ نے علماء صوبہ سرحد سے فقہ شریف کو مکمل کیا ۔ آپ کے اساتذہ پشاور میں شیخ الفقیہ مفتی مولانا صاحب اور محدث امام جناب مولانا محمد ایوب صاحب خطیب مسجد سنگ مرمر پشاور تھے ۔

جس طرح آپ دین اسلام شریعت محمدی اور فقہ حنفی کی اشاعت میں مستعد تھے اسی طرح سیاست میں بھی آپ نے عملی طور پر ہمت و استقلال کے ساتھ کام کیا ۔ سیاسی اعتبار سے آپ کانگرس کے بہت سخت مخالف تھے ۔ اور ہمیشہ مسلم لیگ کا ساتھ

پشاور میں قیام کے دوران شیخ حبیب صاحب نے آپ کو بادشاہ سے ملاقات

کرنے کی اجازت نہ دی۔ اور کہا کہ آپ کچھ عرض بیان کرکے ان سے نہ ملیں۔ مگر آپ نے

دیا۔ یہاں تک کہ آپ کو انگریزوں کا ایجنٹ تک کہا گیا۔ لیکن مگر آپ نے اپنے اخلاق

حمیدہ ہمت و استقلال کی وجہ سے ان باتوں کی پرواہ نہ کی۔

پشاور شہر کی انجمن سادات میں آپ بہت ہی دلچسپی لیتے اور ہر وقت آپ

کی کوشش ہوتی کہ علم اور سیاست میں سادات پشاور۔ پشاور کے عوام کی رہبری کریں۔

جب تک آپ زندہ رہے انجمن سادات پشاور کے آپ صدر رہے۔ اور انتہائی گرمجوشی

کے ساتھ آپ نے اس انجمن کی خدمت کی۔

۱۹۴۸ء میں جب مسلم لیگ صوبہ سرحد میں برسراقتدار آئی۔ تو پشاور کے

خلیفے کے لئے مولانا سید حبیب شاہ صاحب کو خطیب سرحد مقرر کیا گیا۔ اور آپ کو اس

کے بعد پشاور کی مرکزی جامع مسجد مہابت خان کی خطابت اور عیدگاہ کی خطابت بھی

سپرد کردی گئی۔ آپ نے ان منصبوں کو نہایت ہی احسن طریقے سے چلایا۔ ۱۳۷۳ھ

میں اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے۔ ایبٹ آباد میں آپ کا انتقال ہوا۔

ان کو علماء کے ساتھ بحث و تمحیص کرنے کے لئے مطمئن فرمایا ۔ چنانچہ آپ حسن ابدال پہنچے اور اورنگ زیب کے ہمراہ تمام علماء آپ کے احترام کے لئے کھڑے ہوئے ۔ اور کچھ دیر تک خاموشی رہی ۔ چنانچہ آپ نے خود خاموشی کو توڑتے ہوئے فرمایا ۔

من قطب و غوث این زمانہ ام ۔ حق سبحانہ و تعالی را کہ بیچون

و بے چگونہ است بچشم سر همی بینم نہ بہ چشم سر ۔

(1)
از عطش چون در قدح آب خورم ۔ در درون آب حق را ناظرم ۔

ترجمہ :۔ میں اس زمانے کا قطب و غوث ہوں ۔ حق سبحانہ و تعالی کو جو کہ بے چون

و بے چگونہ ہے ۔ اسرار ظاہری آنکھ سے دیکھتا ہوں ۔ نہ باطنی آنکھ سے ۔

پیاس سے جب میں پیالے میں پانی پیتا ہوں ۔ تو میں پانی میں خدا کو دیکھتا

ہوں ۔

آپ نے اخوند درویزہ کی ایک کتاب مخزن اسلام میں جہاں گرہداد شہید کے "الف نامہ" پر شرح لکھی ہے ۔ جو قلمی نسخہ ہے ۔ اور پڑانگ محمد داوصدہ کے

اور پشاور میں اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دئیے گئے ۔

(ماخوذ از تذکرہ مشائخ سرحد ص۲۵۶۔۲۲۹)

(1) مناقب حاجی بہادر کوہاٹی ص ۹ ....

عبدالرحیم صاحب کے ذاتی کتب خانہ میں ہے ۔ (۱)

راقم الحروف نے اس قلمی نسخے کے حاصل کرنے اور اس کے دیکھنے کی کافی

کوشش کی ۔ مگر مولوی عبدالرحیم کی اولاد نے اس سلسلے میں کوئی تعاون نہ کیا ۔ اور

دکھلانے سے انکار کر دیا ۔

وفات :-

حضرت حاجی بہادر کوہاٹی نے ۹ ذی الحجہ ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۴ء میں

بروز جمعہ بوقت صبح صادق وفات پائی ۔ آپ کو کوہاٹ شہر میں دفن کیا گیا ہے ۔ (۲)

آپ کے مزار کے ساتھ ایک بہت بڑی مسجد ہے ، جس میں ہزاروں لوگ پانچ وقت کی نماز

کے علاوہ جمعہ کی نماز بھی پڑھتے ہیں ۔ ضلع کوہاٹ کے اسکول خاص ۔۔۔ کے

فرائض انجام دیتے ہیں ۔ آپ کا مزار بھی مرجع عام و خاص ہے ۔

خلفاء :-

چونکہ آپ صاحب طریقت اور اپنے وقت کے جید عالم تھے ۔ لہذا آپ کے بہت

---

(۱) روحانی رابطہ ص ۹۰۸ ـ ۹۱۲

(۲) ایضاً ص ۹۰۱

شاگرد و خلیفہ اور مرید ہوئے ۔ آپ کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ ساٹھ ہزار نو سو تیس بتائی جاتی ہے ۔ دوسری روایت میں دو لاکھ ساٹھ ہزار نو سو تیس اور تیسری روایت میں ساٹھ ہزار نو سو تیس بتائی جاتی ہے ۔ (۱)

ان میں چند خلفاء زیادہ مشہور ہیں ۔ (۲) جو حسب ذیل ہیں ۔

۱۔ مولانا نور محمد مدقق :۔

مولانا نور محمد مدقق بن محمد فیروز بن فتح اللہ ابتداء میں حاجی بہادر کوہاٹی کے سخت مخالفین میں سے تھے ۔ اورنگزیب کے دربار میں حضرت حاجی بہادر اور دوسرے علماء کے درمیان خدا بینی کے موضوع پر جو مناظرہ ہوا تھا ۔ آپ نے اس میں کافی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا ۔ مگر بعد میں آپ نے حضرت حاجی بہادر کوہاٹی کی مخالفت چھوڑ دی اور ان کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر خلافت سے سرفراز ہوئے ۔ آپ اپنے وقت کے جید عالم تھے ۔ (۳) آپ نے "کشف الاسرار" نامی ایک کتاب بھی لکھی ہے ۔ جس

---

(۱) مناقب حاجی بہادر کوہاٹی ص ۱۹۵ ۔ ۱۹۶

(۲) روحانی رابطہ ص ۹۰۱ ۔

(۳) نزھۃ الخواطر جلد ۶ ص ۳۹۶

میں حاجی بہادر صاحب کوہاٹی کے حالاتِ زندگی بیان ہوئے ہیں ۔ آج تک یہ کتاب بالکل نایاب ہے ۔ سرحد ، پنجاب ، سندھ اور دیگر کئی یونیورسٹی کی لائبریری میں کافی تحقیق کے بعد بھی نہیں مل سکی ۔

۲۔ <u>اخوند نعیم :۔</u>

یہ حضرت حاجی بہادر کے عظیم الرتبت خلفاء میں سے تھے ۔ علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد یہ ایک عرصے تک معرفتِ حق کے حصول کی تلاش و جستجو میں سرگرداں رہے ۔ یہاں تک کہ ایک روز نمازِ جمعہ کے بعد پشاور کی موڑی جامع مسجد مہابت خان میں حضرت حاجی بہادر کوہاٹی سے ملاقات ہوئی ۔ آپ نے بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی ۔ مگر آپ نے مناسب وقت کے لئے کہا ۔ اور حاجی بہادر کوہاٹی کے نزدیک مناسب وقت اشراق کا وقت تھا ۔ اور اسی وقت آپ اکثر اوقات خلوت نشین ہوتے ۔ چنانچہ اخوند نعیم اشراق کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ بیعت کرنے کے تین سال بعد آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا ۔ (۱)

---

(۱) مناقب حاجی بہادر کوہاٹی ص ۵۳ ۔ ۵۲

۲۔ نیک محمد خٹک :۔

آپ کے مرید اور خلیفہ تھے ۔علاقہ خٹک کے درویش خیل گاؤں سے آپ کا تعلق تھا ۔ایک روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔آپ نے دیکھ کر بے حد خوشی ظاہر فرمائی کچھ دیر بیٹھنے کے بعد نیک محمد نے ان سے بیعت کرنے کی درخواست کی ۔ چنانچہ آپ نے ان کے سر پر دست مشفقانہ پھیرتے ہوئے فرمایا ۔"تم اپنا حصہ لینے کے لئے آئے ہو ۔بیشک تمہارا حصہ ہمارے پاس ہے ۔اور تم خوش نصیب ہو کہ اللہ تعالیٰ نے علم ازلی میں تم کو صاحب ولایت مقرر فرمایا ۔ خدائے تعالیٰ نے مجھے تمہارے آنے سے تین سال قبل آپ کی آمد کی اطلاع دی تھی ۔مگر میں اپنی زندگی پر بھروسہ نہیں کرتا ۔ ہر وقت اس فکر میں تھا کہ آپ کی امانت حق تعالیٰ کی جانب سے میرے پاس مقرر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور وہ امانت صاحب امانت کو نہ پہنچ سکے ۔ خدا کا شکر ہے کہ خدائے تعالیٰ نے تم کو امر فقیر تک پہنچا دیا "۔

صبح کے وقت حاجی بہادر کوہاٹی سے بیعت لی ۔اور انہوں نے آپ کو اپنے زمرہ مریدین میں شامل فرمایا ۔ اڑھائی سال تک آپ کی خدمت میں رہے ۔[1]

---

(۱) مناقب حاجی بہادر کوہاٹی ص ۱۲۶ ۔ ۱۲۰

اس کے علاوہ بھی آپ کے مریدین کے نام ملتے ہیں ۔ جن میں حافظ نعمت اللہ

شاہ ولی اللہ ننگرہاری ۔ حاجی سلیمان ارولہ ۔ ملک محمد صالح ہیں ۔

....

باب یازدہم

حضرت اخوند درویزہ کے زمانے کے فرقے اور ان کے عقائد

مذہبی فرقوں کی تعداد ۷۲ بتائی گئی ہے ۔ مگر صرف ان مذہبی فرقوں کا بیان کیا جاتا ہے جن کا ذکر تذکرۃ الابرار والاشرار میں کیا گیا ہے ۔

۱۔ اہل السنۃ والجماعۃ :۔

اہل السنۃ والجماعۃ تین لفظوں سے مرکب ہے ۔ "اہل" کے معنی اشخاص مقلدین ، اتباع اور پیرو کے ہیں ۔ سنۃ عربی میں راستہ کو کہتے ہیں ۔ اور مجازاً روش زندگی اور طرز عمل کے معنی میں بھی یہ لفظ آتا ہے ۔ سنۃ سے مقصود عام سنۃ نہیں بلکہ اصطلاح دین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی اور طریق عمل کو سنۃ کہتے ہیں ۔ جماعۃ کے لغوی معنی "گروہ" کے ہیں ۔ لیکن یہاں جماعۃ سے مراد "جماعت صحابہ" ہے ۔ اس لفظی تحقیق سے اہل السنۃ والجماعۃ کی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس فرقے کا اطلاق ان اشخاص پر ہوتا ہے جن کے اعتقادات اعمال اور مسائل کا محور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنۃ صحیحہ اور آپ کے صحابہ کرام کا

اثر جاری ہے ۔ (۱)

شوں و قواعدی را کہ اہل سنت و جماعت طے نمودہ اند ۔ همہ

باید نمود ۔ چہ همگی آں مستنبط از قرآں و احادیث و اجماع امت اند ۔ (۲)

ترجمہ :- اہل السنت والجماعۃ کے شوں اور قوانین بالکل طے ہیں ۔ کہ مکمل اتباع (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی جائے ۔ اور جو کہ قرآں و حدیث اور اجماع امت سے مستنبط ہیں ۔

اہل السنت سے مراد "سنت والے لوگ" لغوی اعتبار سے راستہ ۔ عادات رسم اور شریعت کو کہتے ہیں ۔ اصطلاح میں مراد وہ باتیں جن کے کرنے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً و فعلاً دیا ہو ۔ یا ان سے منع فرمایا ہو ۔ سنت کی ضد بدعت ہے ۔ (۳)

مسلمین امت نے ہر دور میں ملت اسلامیہ کو افتراق سے بچانے کی کوشش کی ہے

---

(۱) اہل السنت والجماعۃ ص۲ و ۳ از سید سلیمان ندوی

(۲) تذکرۃ الابرار والاشرار ص۱۹۸ ۔ ۱۹۹

(۳) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۳ ص۵۸۸

ایسی ہی ایک کوشش اہل السنۃ والجماعۃ کی جامع اصطلاح ہے جس کے دائرے میں زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو لانے کی کوشش کی گئی ۔ اہل السنۃ والجماعۃ کی اصطلاح لفظی اعتبار سے اگرچہ دیر کے بعد ظہور میں آئی مگر عملی طور پر ملت کی غالب اکثریت آغاز ہی سے اس پر کاربند تھی ۔ (۱)

اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہر قسم کی ضلالت و بدعات سے پاک ہے ۔ (۲)

اہل السنۃ والجماعۃ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتی ۔ نہ اسے کفر کے حلقے میں داخل کر دیتی ہے ۔ کیونکہ وہ حقیقت ایمان کی تصدیق تو کرتا ہے ۔ لہذا اسے سزا تو ضرور ملے گی ۔ لیکن وہ کافر نہیں ہوگا ۔ (۳)

البغدادی نے اہل السنۃ والجماعۃ کو تہتروان فرقہ (یعنی فرقہ ناجیہ) قرار دیا ہے ۔ (۴) اس فرقہ میں سلف محدثین اشاعرہ (۵) اور ماتریدیہ (۶) شامل ہیں ۔

---

(۱) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۵۸۹

(۲) المسائل ص ۹۲۳ - ۹۳۸

(۳) تاریخ معتزلہ ص ۹۲

(۴) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۲ ص ۵۸۸ - ۵۸۹

... ...

حاشیہ مذکور -

(۵) = اشاعرہ

فرقہ اشاعرہ امام ابوالحسن اشعری کی نسبت سے مشہور ہے ۔ امام ابوالحسن ۲۶۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور ۳۳۰ھ کے قریب وفات پائی ۔ امام صاحب کے استاد ابو علی جبائی تھے ۔ جو فرقہ معتزلہ سے تعلق رکھتے تھے ۔

نظریات :-

فرقہ اشاعرہ معتزلہ کے برعکس رویت باری تعالیٰ ، شفاعت نبوی اور عذاب قبر کے قائل ہیں ۔ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا ہی لازوال کلام خیال کرتے ہیں ۔ صلحاء اور اولیاء اللہ سے کرامت کا صدور تسلیم کرتے ہیں ۔ میت کی جانب سے صدقہ کرنا اور اس کے حق میں دعا کرنا جائز سمجھتے ہیں ۔ احادیث سے حجت پکڑتے ہیں ۔ گناہوں کی وجہ سے اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے ۔ ان کے نزدیک شرک کے علاوہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے ۔ دوزخ کا عذاب دائمی نہیں بلکہ دوزخ پر ایک ایسا وقت آئے گا جب اس سے تمام دوزخیوں کو نکال لیا جائے گا ۔ افعال خدا کے پیدا کردہ ہیں ۔

... ...

حاشیہ مذکور ۔

= بندے سے کسب کا صدور ہوتا ہے ۔اسی وجہ سے اسے مکلف بالاحکام کہا جاتا ہے ۔
اور جزا و سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے ۔

اشاعرہ صفات خداوندی کا اثبات کرتے ہیں ۔اور انہیں غیر ذات قرار دیتے
ہیں ۔ (ماخوذ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ ص ۸۳۹)

(۲) ماتریدیہ

یہ فرقہ ابو منصور ماتریدی کی نسبت سے مشہور ہے ۔ابو منصور کا نام محمد
بن محمد بن محمود ہے ۔سمرقند محلہ ماتریدیہ میں تیسری صدی ہجری کے نصف
میں پیدا ہوئے اور ۳۳۳ھ میں وفات پائی ۔

آپ نے حنفی فقہ اور علم الکلام نصیر بن یحییٰ بلخی سے سیکھا ۔آپ نے حسب
ذیل کتب تصنیف کیں ۔

کتاب تاویل القرآن ۔کتاب ماخذ الشرائع ۔کتاب الجدل ۔کتاب المقالات فی الکلام
کتاب التوحید ۔رد کتاب الامامۃ بعض الروافض ۔الرد علی القرامطہ ۔

=

... ...

حاشیہ مذکور ۔

نظریات :۔

۱۔ اللہ تعالی کی معرفت عقل و فکر سے کی جاسکتی ہے ۔کیونکہ اللہ تعالی نے نظام کائنات میں غور و فکر کرنے کے لئے قرآن مجید میں بار بار تاکید کی ہے ۔ اس وجہ سے عقل کے ذریعہ اللہ تعالی کی معرفت ممکن ہے ۔

۲۔ اشیاء کا حسن و قبح ذاتی ہے ۔عقل اس کا ادراک کر سکتی ہے ۔ان کے نزدیک اشیاء کی دو قسمیں ہیں ۔

۱۔ وہ اشیاء جن کے حسن و قبح کا ادراک عقل انسانی کر سکتی ہے ۔

۲۔ وہ اشیاء جن کے حسن و قبح کا ادراک شارع سے کیا جاتا ہے ۔

۳۔ ماتریدیہ کے نزدیک افعال خداوندی حکمت و مصلحت کے تحت ہوتے ہیں ۔ کیونکہ وہ حکیم و علیم ہستی ہے ۔نیکوں کو جزا اور گناہ گاروں کو سزا خدا کی حکمت کے تحت ہے ۔

۴۔ بندوں کے افعال خدا کے پیدا کردہ ہیں اور اس کی عطا کردہ قوت سے ظہو

...   .

حاشیہ مذکور -

جن آتے ہیں جو بندہ افعال کرنے اور نہ کرنے پر قادر ہے - گویا وہ آزاد اور
خود مختار ہے - چاہے وہ کسی فعل کو کرے چاہے وہ ترک کردے - اس لئے
وہ جزا و سزا کا مستحق ہے -

۵ - ماتریدی صفات الٰہیہ کا اثبات کرتے ہیں - لیکن ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ
صفات بھی ذات میں قائم بذات نہیں - اور نہ ذات سے الگ ان کا کوئی وجود
ہے -

۶ - قرآن قدیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی کلام ہے - کیونکہ تکلم خدا کی ایک صفت ہے
جو قائم بالذات ہے -

۷ - ماتریدی قیامت کے دن رویت باری تعالیٰ کے قائل ہیں -

۸ - اعمال جزو ایمان نہیں ہیں - گناہ کا ارتکاب کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج
نہیں ہوتا - گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا - امام
ماتریدی قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں من جاء بالسیئۃ

جان لینا چاہئے کہ خراسان، عراق، شام اور دیگر اکثر ممالک میں اہل السنۃ و

الجماعۃ کو اشاعرہ کہا جاتا ہے۔ اور ماوراءالنہر میں یہ گروہ ماتریدیہ کے نام سے

موسوم ہے۔(۱)

اہل السنۃ والجماعۃ کے چند نمایاں عقائد

(۱) داعی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام نے عقائد اور اعمال کے متعلق اپنی امت کو جو کچھ تعلیم و تلقین کی۔ اس میں ذرہ بھر زیادتی و کمی نہیں ہوسکتی۔(۲)

(۲) عقائد یا خدا کی ذات اور صفات کے متعلق قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اور جس مسئلہ کی جس حد تک قرآن نے تشریح کی۔ صرف اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اپنی عقل و قیاس و استنباط سے اس کی تشریح و تفسیر صحیح نہیں۔ اور نہ اس پر ایمان لانا اسلام کی صحت کے لئے ضروری ہے۔ بلکہ

حاشیہ مذکورہ۔

۲۔ فلا یجزی الا مثلها وهم لا یظلمون یعنی جو برے اعمال لائے گا ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا۔ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (الانعام ٦ : ۱٦۰)

۱۔ مادہ مخلوق ہے اور کائنات عدم محض سے پیدا ہوئی ہے۔ (ماخوذ مذاہب

(۱)
ممکن ہے ۔ کہ وہ گمراہی اور ضلالت کا موجب ہو ۔

اللہ تعالی موجود ہے ۔ اس کے سوا کوئی دوسرا خالق نہیں ۔ وہ قدیم ہے
علم و قدرت اور صفات جلال سے متصف ہے ۔ نہ کوئی اس کا شبیہہ ہے نہ کوئی اس
کا ضد موجود ہے ۔ اور نہ کوئی ند ۔ جہت و مکان سے پاک و منزہ ہے ۔ نہ متحرک ہے
اور نہ منتقل ۔ آخرت میں رویت باری تعالی حق ہے ۔ وہ بے نیاز ہے ۔ اور کسی چیز میں
مخلوق کا محتاج نہیں ۔ اللہ تعالی پر کوئی چیز واجب نہیں ۔ اگر وہ کسی کو بخشتا
ہے تو یہ اس کا فضل ہے ۔ اگر کسی کو سزا دیتا ہے تو یہ اس کا عدل ہے ۔ وہ ظلم و جور
سے پاک ہے ۔ اس کی ذات بے حد اور لانہایت ہے ۔ حشر جسمانی ۔ جزا و اعمال ۔
حساب ۔ صراط ۔ جنت اور دوزخ حق ہیں ۔ مومنین ہمیشہ جنت میں رہیں گے ۔ اور کفار
ہمیشہ دوزخ میں ۔ شفاعت ۔ معجزات انبیائے کرام اور کرامات اولیائے عظام حق ہیں ۔

= عالم کا تقابلی مطالعہ ص ۸۴۰) ۔

....

(۱) = الخیالی ص ۱۲۴ ۔ ۱۲۶ ۔ ۱۲۸

(۲) اہل السنۃ والجماعۃ ص ۲۸

....

(۱) اہل السنۃ والجماعۃ ص ۲۹

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالترتیب افضل البشر حضرت ابو بکر صدیق

حضرت عمر فاروق ۔حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بوجہ برحق خلیفہ

(۱)
گذرے ہیں ۔

مذہب اہل السنہ والجماعۃ کے عقائد کے متعلق دیکو الہ اور بحد نہیں نہ بھی

(۲)
ایسی ایسی رائے پیش کیں ہیں ۔

حضرت اخوند ملا درویزہ نے اپنے زمانے میں مذہب اہل السنہ والجماعۃ کے

متبدیر کا بوجھ کہا ۔اور انہیں برحق ثابت کیا ۔آپ نے ان تمام لوگوں کی خلاف نبرد آزمائی

کی ۔جنہوں نے مختلف مذاہب باطلہ اختیار کر لئے تھے ۔اور مذہب اہل السنہ

(۳)
والجماعۃ کو چھوڑ دیا تھا ۔

مذہب اہل سنہ و جماعہ پر ثابت قدم رکھنے والوں کے حق میں حضرت اخوند

درویزہ فرماتے ہیں ۔

---

(۱) المصالی ص ۹۲۶ ۔ ۹۲۸

(۲) اہل السنہ والجماعۃ ص ۳۹ ۔ ۴۵

(۳) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۹۱ ۔ ۲۰۷

"اما کسانیکہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مستقیم بودند

و بر مذہب سنت و جماعت استقامت ورزند - بعضے چون برق از پل صراط بگذرد -

و بعضے چون سوار تیز و بعضے چون پیادہ - و بعضے چون شخص ماروار - ہر کدام

بقدر اعمال نیک بگذارد - (۱)

ترجمہ :- پس ہر وہ شخص جو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلتا ہو -

اور مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم ہو - ان میں ہر ایک اپنے اپنے عمل کے مطابق

کوئی پل صراط پر تیز بجلی کی طرح گزرے گا - کوئی تیز سواری کی طرح کوئی پیادہ

اور کوئی سانپ کی طرح آہستہ آہستہ گزرے گا -

......

رافضیہ

رفض کے معنی "ترک" کے ہیں - چونکہ اہل رفض اہل السنۃ والجماعۃ کے

بعض عقائد و مسلمات سے انکار کرتے ہیں - اس لئے "رافضیہ" کے نام سے

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۰۲ -

مشہور ہوئے ۔ (۱)

رفض کی ابتداء حضرت علی کے زمانے میں عبداللہ بن سبا نے کر دی تھی ۔

جو بعد میں یہ فرقہ کئی شاخوں یعنی کیسانیہ ، کربیہ ، حربیہ ، بیانیہ ، زیدیہ

اور امامیہ وغیرہ میں بٹ گیا ۔ (۲)

اکثر تذکرہ نگاروں نے شیعہ حضرات کو رافضی کے لقب سے خطاب کیا ہے ۔

کیونکہ یہ لقب ان کو بقول امام جعفر صادق بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا ہے ۔

" لا واللہ ما هم سموکم بل اللہ سماکم " ۔ (۳)

ترجمہ :- خدا کی قسم تمہارا یہ نام لوگوں نے نہیں رکھا بلکہ خدا نے تمہارا نام

رافضی رکھا ہے ۔

رفض مبدعہ (HERESY)

جتنا عرصہ عیسائیت غلبہ اور نیز قانونی وحی ذاتی دیوتا کی امر کی تقدیم ہوئی

---

(۱) تاریخ معتزلہ ص ۲۵ ۔

(۲) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱ ص ۱۲۰ – ۱۲۲

(۳) کتاب الروضۃ ج ۲ ص ۱۲

مادہ تھی ۔ نہ کوئی ایسے مذہبی مسائل پیدا ہوئے تھے جو کلیسا کی بقاء کے لئے
خطرناک معلوم ہوں ۔ مگر جوں جوں مذہب عیسائیت کو مقبولیت عام حاصل ہونے لگی ۔
نظریاتی الجھنیں بھی پیدا ہونے لگیں ۔ شروع شروع میں ان کے سلجھانے کے لئے
مسیحی علماء کے صلح دار ، صوبہ دار اور بین المملکتی جلسے ہوئے ۔ مگر بعد ازاں
یہ جلسے بھی ناکام ثابت ہونے لگے ۔ کیونکہ علماء میں خود اختلاف رونما ہونے لگا ۔
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلیسا کے اندر علماء کا ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا جو تعداد
کے لحاظ سے اقلیت میں تھا ۔ مگر اس کے باوجود نظریاتی لحاظ سے اتنا سوریدہ سر
تھا ۔ کہ ایک جدا فرقہ معلوم ہوتا تھا ۔ ان لوگوں نے اپنے عقائد اور تشریحات کو تبدیل
کرنے سے انکار کر دیا ۔ جس کی بناء پر علماء کی اکثریت نے انہیں بدعتی اور رافضی کہا ۔
ان کے خیالات کو بعض اوقات شہنشاہوں تک نے قبول کیا ۔ عیسائی بدعتیوں یا رافضیوں
میں سب سے زیادہ مشہور آریوس (ARIUS) تھا ۔ (1)

شیعہ فرقہ مختلف ناموں سے موسوم ہے ۔ اس کو رافضی ۔ تالیہ ۔ شیعہ ۔ طہارہ
بھی کہتے ہیں ۔ اس فرقہ کو شیعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ

---

(1) اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص ۴۲۰ ۔

وحدیث کی پیروی کا دعوی کرتے ھیں ۔ اور آپ کو تمام صحابہ کرام سے افضل مانتے ھیں۔ (۱)

رافضی کی وجہ تسمیہ یہ ھے ۔ کہ انہوں نے اکثر صحابہ کرام کو چھوڑ دیا ۔

اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی خلافت کو تسلیم

نہیں کیا ۔ بعض لوگوں نے رافضی کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ھے ۔ کہ جب زید بن علی

(حضرت زین العابدین) نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے وقت

کا اظہار کیا ۔ اور دونوں بزرگوں کی دوستی کا اعتراف کیا ۔ تو ان لوگوں (رافضیوں) نے

حضرت زید بن علی کو چھوڑ دیا ۔ حضرت زید نے فرمایا ۔ ان لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا

اس لئے ان کو رافضی کہا جاتا ہے ۔ یہ بھی کہا گیا ھے کہ شیعہ وہ ھوتے ھیں جو

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہ قرار دے ۔

بعض رافضی حضرت علی کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ سے افضل قرار دیتا ھے۔ (۲)

اس کے علاوہ حضرت اخوند درویزہ نے ان کی نشانیاں اور علامتیں بیان کرتے

ھوئے فرمایا ھے۔

---

(۱) غنیۃ الطالبین ص ۱۸۰

(۲) ایضاً

یکے از علامات روافض آنکہ • گویند خدا و پیر گواہ است (۱)

ترجمہ :- روافض کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ بات کرتے وقت خدا اور پیر کو گواہ ٹھہراتے ہیں۔

فتنہ رفض :-

فتنہ رفض فتنہ ارتداد سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ کافر یا مرتد کی صحبت کا اثر ایک مسلمان کے دل پر اس وجہ سے نہیں پڑ سکتا کہ وہ اسلام کا ایک کھلا ہوا دشمن ہوتا ہے۔ مسلمان اس کی عداوت و عناد کے پیش نظر اس کو نصیحت قبول کرے گا۔ لیکن خارجی یا رافضی دعویدار اسلام ہو کر جو بات کہے گا وہ ایک سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمان کا دل اس سے ضرور متاثر ہوگا۔ جو کسی وقت بھی اس کی گمراہی کا باعث بن سکے گا۔ جیسے کہ بعض آریہ، عیسائی وغیرہ مخالفین اسلام کو قرآن پاک اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک حملے کرنے کا حوصلہ ہی روافض کی تصانیف سے ملتا ہے۔ (۲)

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۰۰

(۲) الکتاب ہدایہ رد رفض و بدعت (اردو ترجمہ) ص ۲۴

آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم جو عربی میں ہیں۔

ان کے مضامین سے ایک اردو دان آدمی با آسانی کیا واقف ہو سکتا ہے۔ علاوہ بریں عربی سے

نابلد ہونے کے باعث لوگوں کو آیات قرآن یا احادیث رسول پر نکتہ چینی کرنے کا حوصلہ

کس طرح ہو سکتا ہے۔ (۱)

رافضیوں کے شاخ در شاخ بیہودہ فرقے ہو گئے۔

قطعیہ

چونکہ قطعیہ فرقے کے پیروؤں کو حضرت موسیٰ بن جعفر کی موت کا قطعی یقین

تھا۔ اسی لئے اس کو قطعیہ کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ امامت کا سلسلہ محمد بن حنفیہ تک

لے جاتے ہیں۔ اور آپ ہی کو قائم منتظر مانتے ہیں۔

کیسانیہ

اس فرقہ کی نسبت کیسان کی طرف ہے۔ یہ محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل

تھے کیونکہ بصرہ میں علم آپ ہی کو دیا گیا تھا۔

کریبیہ

یہ لوگ ابن کریب ضریر کے ساتھی تھے۔ (اس لئے ان کو کریبیہ کہا گیا ہے)۔

(۱) آفتاب ہدایت رد رفض و بدعت (اردو ترجمہ) ص ۲۹۔

عمیریہ

اس فرقہ کے لوگ عمیر کے ساتھی تھے اور جب انہوں نے مسجد کی پر خروج کیا

تو وہ عمیر ہی ان کا امام تھا -

محمدیہ

یہ گروہ اس بات کا دعوی کرتا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسین

امام قائم ہیں اور امام قائم نے تمام بنی ہاشم کو چھوڑ کر ابنا وصی ابو منصور کو بنایا تھا

جس طرح حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی اور حضرت ہارون (علیہما السلام) کی اولاد

کو چھوڑ کر یوشع بن نون کو اپنا وصی بنایا تھا -

حسینیہ

اس گروہ کا خیال ہے کہ ابو منصور نے اپنے بیٹے حسین کو اپنا وصی بنایا تھا

اس لئے ابو منصور کے بعد حسین ہی امام ہوئے -

ناوسیہ

یہ فرقہ ناوس بصری کی طرف منسوب ہے جو کہ اس گروہ کا سردار تھا - یہ لوگ

امام جعفر کی امامت کے اور ان کے زندہ ہونے کے قائل ہیں - اور کہتے ہیں وہی قائم

اور مہدی ہیں ۔

اسماعیلیہ

اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ جعفر کا انتقال ہوگیا ان کے بعد اسماعیل امام ہوئے

یہی بادشاہ ہے امام منتظر وہی ہیں ۔

قرامطہ

یہ فرقہ سلسلۂ امامت کو جعفر تک چلاتے ہیں اور اس کے قائل ہیں کہ امام

جعفر نے محمد بن اسماعیل کی امامت کی صراحت کی تھی ۔ محمد زندہ ہیں یہ وہی

امام مہدی ہیں ۔

مبارکیہ

مبارکیہ دسواں فرقہ ہے ۔ مبارک نامی شخص سے منسوب ہے جو ان لوگوں کا

سردار تھا ۔ ان کا عقیدہ ہے کہ محمد بن اسماعیل زندہ نہیں وفات پا چکے ہیں ۔

لیکن ان کے بعد ان کی اولاد میں امامت جاری ہے ۔

شمطیہ

یہ فرقہ یحییٰ بن شمیط سے منسوب ہے جو ان کا سردار تھا ۔ ان کا عقیدہ

ہیں حضرت جعفر امام ہیں۔ ان کے بعد امامت ان کے بیٹے پوتوں میں جاری و ساری ہے۔

سمطیہ

یہ فرقہ اسطحیہ بھی کہلاتا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ امام جعفر کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ امام ہیں۔ عبداللہ کے پاؤں بہت لمبے اور موٹے تھے۔ اس گروہ کی تعداد بہت زیادہ ہوئی۔

ممطوریہ

اس فرقہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے یونس بن عبدالرحمن سے مناظرہ کیا (ان کا فرقہ قطعیہ سے تعلق تھا) یونس نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ تم لوگ کالے ممطورہ سے بھی زیادہ گندے ہو۔ اسی وجہ سے اس فرقہ کا نام ممطوریہ پڑ گیا۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ موسیٰ بن جعفر زندہ ہیں۔ وہ مرے ہیں نہ مریں گے وہی امام مہدی ہیں۔ اس فرقہ کو واقفہ بھی کہتے ہیں۔ (۱) کیونکہ یہ لوگ سلسلہ امامت میں موسیٰ بن جعفر پر ٹھہر جاتے ہیں۔

---

(۱) غنیۃ الطالبین ص ۱۸۳ ـ ۱۸۴

موسویہ

یہ لوگ سلسلہ امامت میں موسیٰ بن جعفر پر رک جاتے ہیں اسی وجہ سے موسویہ
سے ملقب ہیں ۔ لیکن (مطوریہ کے برعکس) یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم نہیں
کہ موسیٰ زندہ ہیں یا مر گئے اگر کسی دوسرے کی امامت صحیح اور درست ہوتی تو لوگ
اس کو نافذ کرتے ۔

امامیہ

یہ فرقہ سلسلہ امامت کو محمد بن حسن کی طرف چلاتا ہے اور ان کو امام قائم
منتظر (مہدی) تسلیم کرتا ہے ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ امام قائم ظاہر ہوکر زمین کو
عدل سے بھر دیں گے جس طرح اب وہ ظلم سے معمور ہے ۔

زراریہ

یہ فرقہ زرارہ نامی شخص کے ساتھیوں کا ہے جو عقیدہ سمطیہ کا تھا وہی
ان کا ہے ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زرارہ نے سمطیہ کی مخالفت ترک کر دی تھی
جس کا باعث یہ ہوا کہ عبداللہ بن جعفر سے کچھ مسائل دریافت کیے گئے ۔ عبداللہ
ان کا جواب نہ دے سکے تو لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا اور موسیٰ بن جعفر کی طرف رجوع

کہا ۔ (۱)

رافضیون کے اقوال (باطلہ)

رافضیون کے اقوال یہودیون سے مشابہت رکھتے ھین ۔ شعبی کہتے ھین کہ رافضیون کی محبت یہودیون کی محبت ہے ۔ یہودی اس بات کے قائل ھین کہ امامت حضرت داودؑ (علیہ السلام) کی اولاد کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے درست نہین ۔ اسی طرح رافضی کہتے ھین کہ امامت حضرت علی کی اولاد کے علاوہ کسی اور کی صحیح نہین ہے ۔ یہودی اس بات کے قائل ھین کہ جب مسیح دجّال خروج کرے گا اور عیسی علیہ السلام آسمان سے زمین پر اتر کر اترین گے اسوقت جہاد ہوگا اس سے پہلے جہاد نہین ہوسکتا ۔ رافضی بھی کہتے ھین کہ جب تک مہدی برآمد نہین ہون گے اور ایک منادی آسمان کی طرف سے ندا نہ کرے گا اسوقت تک جہاد نہین ہوسکتا ۔ یہودی مغرب کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھتے ھین کہ آسمان پر ستارون کا اجتماع ایک جال کی شکل مین نظر آنے لگے (گاڑی سیاھی نہ پھیل جائے) رافضی بھی مغرب کی نماز مین

---

(۱) غنیۃ الطالبین ص ۱۸۴ تا ۱۸۵

اس قدر تاخیر کرتے ہیں ۔یہودی قبلہ کی طرف سے کچھ پھرے ہوئے نماز میں ہوتے

ہیں ۔رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں ۔یہودی فجر کی نماز صبح کے خوب روشن ہو

جانے کے بعد ادا کرتے ہیں ۔رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں ۔یہودی نماز میں کپڑے

لٹکائے رکھتے ہیں ۔رافضیوں کی بھی یہی حالت ہے ۔یہودی ہر مسلمان کے خون کو

حلال سمجھتے ہیں ۔رافضی بھی یہی خیال کرتے ہیں ۔یہودی عورتوں کی عدت کے

قائل نہیں ہیں ۔رافضی بھی اس کے قائل نہیں ہیں ۔یہودی تین طلاقوں کو بے معنی

سمجھتے ہیں ۔رافضیوں کا بھی یہی حال ہے ۔یہودیوں نے توراۃ میں تحریف کی ہے

رافضیوں نے قرآن میں تحریف کی ۔رافضی کہتے ہیں قرآن پاک میں تغیر و تبدل کر دیا

گیا ہے یہودی جبریل علیہ السلام سے بغض رکھتے تھے اور کہتے ہیں وہ ہمارے

دشمن ہیں ۔رافضیوں کا ایک گروہ بھی اس کا قائل ہے ۔کہ جبرائیل نے وحی پہنچانے

میں غلطی کی ۔علی کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی پہنچا دی ۔ (۱)

اور اسی طرح روافض کے باطل اقوال میں سے ایک یہ ہے ۔

یکے از اقوال روافضہ وانسحلو متودان زمانہ آں کہ ۔ ہر کدام ایشان دو

---

(۱) غنیۃ الطالبین ص۱۸۵ ۔ ۱۸۶

کنند کہ پیر ما مہدی آخر زمان است ۔ (۱)

ترجمہ :- روافض موحدین زمانہ کے اقوال میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ہر جگہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا پیر مہدی آخر زمان ہے ۔ (۲)

آپ روافض کے بہت سخت مخالف تھے ۔ اور جگہ جگہ ان سے مباحثے کیے ۔ ان کو شکست دیں ۔ جہاں خود نہ جاسکے وہاں اپنے شاگرد یا اصحاب کو بھیجا اور ا حوطوح سے لوگوں کو اس باطل عقیدہ سے منع کیا ۔ ایک جگہ ان کے باطل عقیدہ کا ذکر یوں فرماتے ہیں "

" چنانکہ شخصے از خراسان آمدہ درمیان ایشان در سوات در وضع چکدرہ اقامت گرفتہ و ماایل گشتہ ۔ قوانین و قواعد زندقہ و الحاد را باظہار رسانیدہ ۔ اکثر اہل سوات را طی پوستہ و دشمنان خلفاء ثلاثہ گردانید وغیر ذلک ۔ (۳)

ترجمہ :- چنانچہ خراسان سے ایک آدمی آیا اور چکدرہ سوات میں سکونت اختیار کی ۔ اور زندقہ و الحاد کے قوانین کا اظہار کیا ۔ اور ان تمام لوگوں کو طی پوستہ کیا اور خلفائے

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۰۱

(۲) [illegible]

(۳) صدیوں سے مسلمانوں میں یہ بات بہت مشہور چلی آرہی ہے کہ آخر زمانہ میں اہل بیت

ثلاثہ کا دشمن بنا دیا وغیر ذالک ۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا ۔

"روافض نوشتہ اند ۔ کہ امیرالمؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ را پسر ابوبکر صدیق کشتہ است ۔ آں محض افترا و بہتان است "۔

ترجمہ :۔ روافض نے لکھا ہے کہ امیرالمؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق کے بیٹے نے قتل کیا ہے ۔ جو کہ محض بہتان و افترا ہے ۔

حاشیہ مذکورہ

== یعنی ایسا شخص پیدا ہوگا جو دین و دنیا میں قائم کرے گا ۔ عدل و انصاف کو پھیلائے گا ۔ مسلمان اس کی ہمرکابی اختیار کریں گے اور وہ تمام ممالک اسلامی پر چھا جائے گا ۔ اس شخص کا نام مہدی ہوگا ۔ پھر اس کے بعد دجال آئے گا اور قیامت کی دوسری نشانیاں ظاہر ہوں گی جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے ۔ یا یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی حضرت مہدی کے ساتھ ساتھ نزول فرمائیں گے ۔ اور دجال کو ایک دوسرے کی مدد سے قتل کریں گے ۔ عیسیٰ علیہ السلام نماز میں امام مہدی کی اقتدا کریں گے ۔ ان تمام عقائد ==

... ...

حاشیہ مذکور۔

میں مسلمان احادیث سے حجت لاتے ہیں۔ جن کو ائمہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ اور جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں وہ ان احادیث میں کلام کرتے ہیں۔ اور بعض اخبار و احادیث اس کی مخالفت میں بیان کرتے ہیں۔ بعض متاخر زمانہ کے صوفیائے کرام امام مہدی علیہ السلام کے خروج کو دوسرے طریق سے حل کرتے ہیں اور ان کی استدلال کا طریقہ اور جو ہے وہ ان کی کتب سے کلام لیتے ہیں۔ جو ان کے طریقہ کی اصل ہے۔

بہت سے ائمہ حدیث نے امام مہدی کے بارے میں احادیث نقل کی ہیں۔ مثلاً ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ حاکم۔ طبرانی۔ ابو یعلی الموصلی وغیرہ۔ ان ائمہ نے متعدد صحابہ سے ان احادیث کی روایت منسوب کی ہے۔ مثلاً حضرات علی ابن عباس ابن عمر۔ طلحہ۔ ابن مسعود۔ ابی ہریرہ۔ انس۔ ابی سعید الخدری۔ ام حبیبہ۔ ام سلمہ۔ ثوبان۔ قرہ بن ایاس۔ علی الہلالی اور عبداللہ بن الحارث۔ ابن جزء۔

ان احادیث کی اسانید پر مخالفین کو اعتراض ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر اس کا بیان آتا ہے۔ یہ اصول اہل حدیث کے نزدیک چونکہ مسلّم ہے اور ان میں مشہور بھی

... ...

حاشیہ مذکور -

کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوا کرتی ہے۔ اس لئے اگر ان احادیث کی سند میں کسی راوی کو ضعیف ٹھہرایا جائے اس کے حافظہ اور رائے میں سقم نکالا جائے یا اس کو غفلت سے متہم کیا جائے تو خود حدیث درجۂ صحت سے گرتی ہے۔ اور اعتبار سے ساقط ہوجاتی ہے۔ یہاں یہ شک نہ کیا جائے کہ خود صحیحین میں بعض احادیث کے راویوں پر کلام کیا گیا ہے تو خود احادیث کی صحت میں بھی کلام ہوگا۔ حالانکہ صحیحین کی احادیث صحیح مانی جاتی ہیں۔ گو اس لئے کہ صحیحین کی احادیث بالاجماع قابل قبول اور قابل عمل مانی گئی ہیں۔ اور اجماع روایت کو قابل وثوق بنانے اور سقم روایت کو دور کرنے کے لئے کافی و وافی ہے۔ البتہ دوسری کتابوں کو یہ درجہ و رتبہ نصیب نہیں۔ اس لئے ان کی احادیث میں کلام کی گنجائش ہے اور ائمہ حدیث ان کی صحت و عدم صحت پر بحثیں نقل کرتے ہیں۔

(مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہوں مقدمہ ابن خلدون فصل ہارون ص ۳۰۹ تا ۳۲۲) و تاریخ فاطمیین مصر)

(۳) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۴۱، ۱۴۲ ....

ان تمام عقائد باطلہ کو بغور مطالعہ کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ روافض بالکل کافر تھے ۔ حضرت اخوند درویزہ کے زمانے میں بہت سے لوگوں نے اس قسم کے عقائد کو اپنایا تھا ۔ جن کے خلاف لکھنا اور بولنا حضرت اخوند درویزہ نے اپنا فرض سمجھا ۔ (۱)

اگر حضرت اخوند درویزہ ایسا نہ کرتے تو مسلمانوں کی اکثریت دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتی تھی ۔ اور اپنے اصل مذہب ۔ دین اور اسلام سے ناآشنا رہتے ۔ آپ نے کھلم کھلا ان کی مخالفت کی ۔ اور ان عقائد باطلہ کو رد کیا ۔ (۲)

آپ نے اپنی کتاب تذکرۃ الابرار والاشرار میں روافض کی بہت تردید کی ۔ اور کتاب کے آخر میں " در بیان اشتباہ مذہب روافض " کے موضوع میں روافض کے فاسد اور باطلہ عقائد کو بے نقاب کیا ۔ (۳)

---

(۱) تذکرۃ الابرار و لاشرار ص ۱۸۸

(۲) ایضاً ص ۱۹۰ ۔ ۱۹۶

(۳) ایضاً ص ۲۰۹ ۔ ۲۱۸

۵) جبریہ

۵) جبریہ کا عقیدہ ہے کہ انسان قضا و قدر کا مجبور ہے ۔ اس میں کسی قسم کی کوئی قدرت نہیں اور نہ اس کے فعل میں اس کا دخل ہے ۔ لہذا اہل جبر کے نزدیک دنیا کے سارے جرم معذور اور بے قصور ہیں ۔ ان کے عقیدہ میں دنیا میں کوئی عیب ہے ہی نہیں ۔ جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب اللہ کی مشیت سے ہو رہا ہے ۔ بندہ کوئی فعل کرے اس پر مواخذہ نہیں ہے ۔ تمام افعال یکساں اور برابر ہیں ۔ نہ کوئی شے اطاعت ہے اور نہ کوئی معصیت ۔ اور اس طرح جبریہ ثواب ، عذاب ، اور جنت و دوزخ کا انکار کرنے لگے ہیں ۔ (۱)

۱- بنیادی عقیدے میں متعدد فروعی اختلافات نکلے ہیں ۔ جہم بن صفوان اور شیبان بن سلمہ خارجی کا مذہب ہے کہ انسان اپنے افعال میں مجبور محض ہے ۔ نہ وہ ارادہ رکھتا ہے اور نہ اختیار ۔ اللہ تعالی جس طرح جمادات ، نباتات اور دوسری چیزوں میں افعال پیدا کرتا ہے اسی طرح انسان میں بھی پیدا کرتا ہے ۔ انسان کی طرف

---

(۱) علم الکلام از مولانا محمد ادریس ص ۵۳ - ۵۵ ، و تاریخ معتزلہ ص ۲۳۲ الملل والنحل ص ۱۰۸ - ۱۰۹ ، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۶ ص ۱۰۱ - ۱۰۲ ۔

افعال کی نسبت محض مجازی ہے ۔ رہا ثواب و عذاب تو جس طرح افعال جبری ہیں ۔

اس طرح جزا و سزا بھی جبری ہے ۔ یعنی جس طرح جبر کی بناء پر انسان اچھے اور برے

افعال کرتا ہے ۔ اسی طرح جبر ہی کی بناء پر اسے جزا اور سزا بھی دے دی جاتی ہے

یہ خالص جبریت ہے جو معتزلہ کی خالص قدریت کے بالکل مقابلہ میں ہے ۔ (۱)

عبداللہ بن عباس نے حسن بصری کو عقیدہ جبریہ سے منع کرتے ہوئے فرمایا ۔

تم دوسروں کو تقویٰ کا حکم دیتے ہو ۔ حالانکہ صاحب تقویٰ تمہاری وجہ سے گمراہ ہو گئے ۔

اے اولاد منافقین ۔ تمہارے دم سے بدکاری کی مسجدیں آباد ہیں ۔ تم سب خدا پر جھوٹ

باندھنے والے ہو ۔ اور اپنے جرم علانیہ اسپر تھوپ دیتے ہو ۔ (۲)

چونکہ اس فرقے کا بانی جہم بن صفوان بتایا گیا ہے ۔ اس لئے اس کے دیگر

عقائد کا بھی ذکر کیا جاتا ہے ۔

۱) جنت اور دوزخ فنا ہونے والے ہیں ۔ قرآن مجید میں جس خلود کا ذکر آیا ہے

اس سے مراد طویل مدت ہے ۔

---

(۱) مسئلہ جبر و قدر ص۵۸ ۔ از مولانا مودودی

(۲) الملۃ والارل اسلامی مذہب ص۱۲۵ ۔

۲) وہ خدا کے کلام کو حادث خیال کرتا تھا ۔ اسی وجہ سے وہ خلق قرآن کا قائل تھا ۔

۳) وہ خدا کو اشیاء میں داخل خیال نہیں کرتا تھا ۔

۴) وہ قیامت کے روز دیدار الٰہی کا منکر تھا ۔

۵) وہ ایمان کو صرف معرفت کا نام دیتا تھا ۔ اس عقیدہ کے مطابق اس کے نزدیک جو یہود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سے باخبر تھے ۔ مومن تھے ۔

۶) وہ خدا کی صفات کی نفی کرتا تھا ۔ کہ خدا کی جو صفات ہیں (نعوذ باللہ) وہ اس میں نہیں ہیں ۔ (۱)

ان عقائد کے خلاف علماء اٹھ کھڑے ہوئے ۔ کیونکہ عقیدہ جبریہ کے دو بھاری نقصان تھے ۔ ایک عقیدہ جبر پر بھروسہ کر کے انسان عمل سے عاری ہو جاتا ۔ دوم خدا کی صفات کی نفی کرنے سے قرآن کے معنی اور مطالب میں خطرہ لاحق ہوتا تھا ۔ (۲)

قرآن مجید سے جبریہ کا استدلال

جبریہ بھی اپنے مذہب کے حق میں قرآن مجید ہی سے ثبوت پیش کرتے ہیں

---

(۱) مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ ص ۸۱۲

(۲) ایضاً

اور ایک دو نہیں سینکڑوں آیتیں ایسی پیش کر دیتے ہیں جو قدریہ کی مخالف اور جبریہ

کی زبردست موید ہیں مثلاً :

(۱) وہ آیات جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام قوت کا مالک خدا ہے جو ہر چیز پر

قادر ہے اور ہر چیز کا خالق ہے ۔ دنیا میں اس کے اذن کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا ۔

ان القوة لله جميعا (۱)

" یہ کہ قوت ساری کی ساری اللہ ہی کی ہے "

وما هم بضارين به من احد الا باذن الله (۲)

اور وہ ایسے اس جادو کے ذریعہ سے کسی کو ضرور نہیں پہنچا سکتے تھے

مگر اللہ کے اذن سے " ۔

الا له الخلق والامر (۳)

" خبردار ۔ خلق بھی اسی کا ہے اور امر بھی اسی کا " ۔

---

(۱) ۲ : ۱۶۵

(۲) ۲ : ۱۰۲

(۳) ۷ : ۵۴

قل اللہ خالق کل شیءٍ وھو الواحد القہار ۔ (۱)

"کہو اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ایک ہے اور سب پر غالب ہے" ۔

واللّٰہ خلقکم وما تعملون ۔ (۲)

"حالانکہ اللہ نے تمہیں بھی پیدا کیا اور ان چیزوں کو بھی جنہیں تم بناتے ہو" ۔

(۲) وہ آیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر واقعہ کے متعلق خدا کا فیصلہ پہلے ہی سے لکھا جا چکا ہے اور دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اسی فیصلہ کے مطابق ہوتا ہے ۔

وما تحمل من انثی ولا تضع الا بعلمہ وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب ۔ (۳)

"نہیں حاملہ ہوتی کوئی مادہ اور نہیں وضع حمل کوئی مگر وہ اس کے علم میں ہوتی ہے اور نہیں دراز ہوتی کسی دراز عمر والے کی عمر ۔ نہ کسی کی عمر میں کمی ہوتی ہے مگر یہ سب کچھ ایک نوشتہ میں لکھا ہے" ۔

---

(۱) ۱۳ : ۱۶

(۲) ۳۷ : ۹۶

(۳) ۳۵ : ۲

(۱)
وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب لتفسدن فی الارض مرتین ۔

"اور ہم نے بنی اسرائیل کو بتا دیا تھا کتاب میں کہ تم ضرور دو مرتبہ زمین میں فساد کروگے"۔

(۲)
وما اصابکم یوم التقی الجمعان فباذن اللہ ۔

"اور جو مصیبت تم پر دونوں گروہوں کی مڈبھیڑ کے روز آئی وہ اللہ کے اذن تھی"۔

(۳)
ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتب من قبل ان نبراھا ۔

"کوئی مصیبت زمین میں یا تمہارے اپنے نفوس میں نہیں پہنچتی مگر یہ کہ وہ ایک نوشتہ میں لکھی ہوئی ہوتی ہے قبل اسکے ہم اسے ظہور میں لائیں"۔

(۲) وہ آیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے ہر چیز کے لئے ایک تقدیر مقرر کر دی ہے ۔ رزق، عزت و ذلت، راحت و مصیبت، موت و حیات سب اسی تقدیر کے مطابق ہیں ۔ اس میں کمی بیشی ممکن نہیں ہے ۔

---

(۱) ۱۷: ۴

(۲) ۳: ۱۶۶ ۔ (۳) ۵۷ ۲۳

انّا کل شئ خلقناہ بقدر (۱)

" اپنی تدبیر سے خدا کے فیصلوں کو بدلنے کی قوت نہیں رکھتا "

وما تشآءون الا ان یشاء اللّٰہ (۲)

"اور تم کیا چاہتے ہو الا یہ کہ اللّٰہ چاہے "۔

لیس لک من الامر شئ (۳)

"تیرے ہاتھ میں کچھ اختیار نہیں ہے"

ولا تقولن لشئ انی فاعل ذلک غداً الا ان یشاء اللّٰہ ۔ (۴)

"اور کبھی کسی چیز کے متعلق یوں نہ کہو کہ میں کل ایسا کرنے والا ہوں گا ۔

تمہاری یہ بات پوری نہیں ہو سکتی ۔ الا یہ کہ اللّٰہ چاہے ۔

قل ان الامر کلہ للّٰہ ۔ (۵)

"کہو اختیار بالکل اللّٰہ کا ہے "۔

قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الّذین کتب علیہم القتل الی مضاجعھم ۔ (۶)

---

(۱) ۴۹ : ۵۴ (۲) ۳۰ : ۷۶

(۳) ۱۲۸ : ۳ (۴) ۲۳ : ۱۸

(۵) ۱۵۴ : ۳ (۶) ۴۱ : ۳ ۵

"کہو - اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کے نصیب میں قتل لکھ دیا گیا تھا وہ اپنے مقتل کی طرف خود نکل آتے"۔

وان یمسسک اللہ بضرٍ فلا کاشف لہ الا ھو وان یمسسک بخیر فھو علی کل شیء قدیر ۔ وھو القاھر فوق عبادہ ۔ (۱)

"اور اگر اللہ تمہیں کسی تکلیف میں مبتلا کرے تو اسے ہٹانے والا کوئی نہیں اس کے سوا اور اگر وہ تیرے لئے کچھ بہتری کرے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ اپنے بندوں پر پورا غلبہ رکھتا ہے"۔

فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا ۔ (۲)

"پس تم خدا کے ضابطہ میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اور نہ کوئی ایسی طاقت پاؤ گے جو اللہ کے ضابطہ کو پھیر دے"۔

(۵) وہ آیات جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہدایت اور ضلالت کا رشتہ خدا کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے -

---

(۱) ۱۸ : ۶

(۲) ۴۳ : ۳۵

(۱)
يضل به كثيرا ويهدي به كثيرا -

" اللہ اس کے ذریعہ سے گمراہ کر دیتا ہے بہتوں کو اور ہدایت دیتا ہے

بہتوں کو " -

(۲)
من يشاء الله يضلله ومن يشأ يجعله على صراط مستقيم -

" اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھی راہ پر

لگا دیتا ہے " -

(۳)
فمن يرد الله ان يهديه يشرح صدره للاسلام -

" پھر اللہ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا

ہے " -

(۴)
اتريدون ان تهدوا من اضل الله ومن يضلل الله فلن تجد له سبيلا -

" کیا تم چاہتے ہو کہ ہدایت بخشو اس شخص کو جسے اللہ نے گمراہ کیا ہو

حالانکہ جسے اللہ نے گمراہ کیا ہو اس کے لئے تم کوئی راستہ نہیں پا سکتے " -

---

(۱) ۲ : ۲۸ (۲) ۶ : ۳۹

(۳) ۶ : ۱۲۵ (۴) ۴ : ۸۸

وَمَن يُرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهُ فَلَن تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ أَن يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۔ (۱)

"جسے اللہ فتنہ میں ڈالنا چاہے اسے تم اللہ سے نہیں بچا سکتے یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ ہی نے پاک کرنا نہ چاہا"۔

وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللّٰهُ ۔ (۲)

"اگر ہم ان کی طرف ملائکہ کو بھی نازل کر دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہر چیز کو ہم ان کے آگے لا موجود کر دیتے تب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے الا یہ کہ اللہ ہی چاہے"۔

(۶) وہ آیات جن میں کہا گیا ہے کہ خدا کی مشیت ہی یہ نہ تھی کہ سب لوگ ایمان لے آئیں اور اختلاف نہ کریں ورنہ خدا چاہتا تو سب ایمان لے آتے اور دین کے معاملہ میں کوئی جھگڑا باقی نہ رہتا۔

---

(۱) ۵ : ۴۱

(۲) ۶ : ۱۱۲

(۱)
ولو شاء اللہ ما اقتتلوا ولکن اللہ یفعل ما یرید ۔

"اگر اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے"۔

ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلھم جمیعاً ۔ افانت تکرہ الناس حتی یکونوا

(۲)
مؤمنین وما کان لنفس ان تؤمن الا باذن اللہ ۔

"اگر تیرا رب چاہتا تو سب لوگ ایمان لے آتے جو زمین میں ہیں کیا تو لوگوں

کو مجبور کرلے گا کہ ایمان لے آئیں ۔ حالانکہ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا اللہ کے

اذن کے بغیر"۔

اس ضمن میں وہ آیات بھی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ بہت سے لوگ دوزخ ہی

کے لئے پیدا کئے گئے ہیں مثلاً :۔

(۳)
ولقد ذرانا لجہنم کثیراً من الجن والانس ۔

"ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم ہی کے لئے پیدا کیا ہے"۔

(۴) وہ آیات جن میں بتایا گیا ہے کہ خدا نے کافروں اور منافقوں کو ایمان اور حسن عمل

---

(۱) ۲ : ۲۵۳

(۲) ۱۰ : ۹۹

(۳) ۷ : ۱۷۹

سے روک دیا ہے اور ایسے لوگ وہ راستہ پر آ ہی نہیں سکتے مگر اس کے ساتھ یہ بھی

ہے کہ وہ اوامر و نواہی کے لئے مکلف قرار دئیے گئے ہیں اور سرتابی و سرکشی کے عوض

ان کو عذاب کی دھمکی دی گئی ہے ۔

ان الذین کفروا سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون ۔ ختم اللہ علی

قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ ولہم عذاب عظیم ۔ (۱)

"حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے لئے یکساں ہے خواہ تم

انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ بہرحال ایمان نہ لائیں گے ۔ اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان

کے کانوں پر مہر کردی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ان کے لئے بڑی

سزا ہے "۔

فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا ۔ (۲)

"ان کے دلوں میں بیماری ہے پس اللہ نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا "۔

وجعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقہوہ وفی آذانہم وقرا ۔ (۳)

"اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف چڑھا دئیے ہیں ۔ (جو انہیں روکتے ہیں اس سے

کہ وہ اسے سمجھیں اور ان کے کانوں میں ہم نے گرانی پیدا کردی ہے "۔

---

(۱) ۲ : ۶-۷ (۲) ۲ : ۱۰ (۳) ۶ : ۲۵

(۱)
ولکن کرہ اللہ انبعاثھم فثبطھم ۔

" مگر اللہ نے ان کے اٹھنے کو پسند نہ کیا اس لئے انہیں سست کردیا ھے " ۔

(۲)
ونطبع علی قلوبھم فھم لا یسمعون ۔

" اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ھیں پھر وہ نہیں سنتے " ۔

(۸) وہ آیات جن سے معلوم ہوتا ھے کہ کافروں کو جن برے اعمال کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں مبتلائے عذاب کیا جاتا ھے وہ خدا ھی کے حکم و ارادے کے تحت ان سے سرزد ہوتے ھیں ۔

(۳)
واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا ۔

" اور جب ہم ارادہ کرتے ھیں کہ بستی کو ھلاک کریں تو بستی کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ھیں پھر وہ اس بستی میں فسق کرنے لگتے ھیں " ۔

(۴)
وکذلک جعلنا فی کل قریۃ اکابر مجرمیھا لیمکروا فیھا ۔

---

(۱) ۹ : ۴۶
(۲) ۷ : ۱۰۰
(۳) ۱۷ : ۱۶
(۴) ۶ : ۱۲۳

"اور ہم نے اسی طرح ہر بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرموں کو لگا رکھا ہے

کہ وہ اس میں چالبازیاں کریں" ۔

(۱)
زینا لہم اعمالہم فہم یعمہون ۔

"ہم نے ان کے اعمال کو ان کے لئے خوشنما بنا دیا ہے پس وہ بھٹکتے پھر رہے

ہیں" ۔

(۲)
ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ ۔

"اور ایسے شخص کی بات نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا

ہے اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی کی" ۔

(۱) وہ آیات جن میں بتایا گیا ہے کہ خدا ہی نے ان شیاطین اور ائمہ شر کو انسان

پر مسلط کیا ہے جو اس کو بہکاتے ہیں ۔

(۳)
الم تر انا ارسلنا الشیطین علی الکافرین تؤزہم ازاہ ۔

"دیکھتے نہیں ہو کہ ہم نے شیاطین کو ان کافروں کی طرف چھوڑ دیا ہے اور وہ

انہیں خوب بھڑکا رہے ہیں" ۔

(۱) ۶ : ۲۴ (۲) ۱۸ : ۲۸ (۳) ۱۹ : ۸۳

(۱)

وجعلنا ہم ائمۃ یدعون الی النار ۔

حضرت اخوند درویزہ چونکہ وحدۃ الشہود کے قائل تھے۔ آپ نے عقیدہ وجودیہ

کا رد شدید فرمایا۔ اور ان لوگوں کو باطل العقیدہ کہا جو اس عقیدہ کے معتقد ہوتے۔

آپ نے چند اشعار کے ذریعے وجودیہ کی وضاحت کی۔ اور لوگوں کو اس سے بچنے

کی درخواست کی۔ اور لوگوں کو ایک حکایت کے ذریعے اس کی تشریح کرتے ہوئے منضم

مندرجہ ذیل قول منظوم صحیح قرار دیا۔

آن یکے بر رفت بالا درخت

می فشاند آن میوہ را دزدانہ سخت

صاحب باغ آمد و گفتہ ای دنی

از خدا شرمت کو چہ می کنی

گفت از باغ خدا بندہ خدائے

میخورد خرما کہ حق کردش عطائے

عامیانہ چہ ملامت می کنی

بخل بر خوان خداوند غنی

(۱) ۲۸ : ۴۱

گفت ای نیک بهادر آن زمن

تا بگویم من جواب ای ابوالحسن

پس به پشه گفتش سخت آنکه بر درخت

می زدی بر پشه و سالش زخم سخت

گفت آخر تو خدا ترسی بدار

می کشی این بی گناه را زار زار

گفت کی چوب خدا این پشه راش

میزند بر پشه دیگر بنده خویش

چوب حق بر پشه و پهلو خشک او

من غلام و آمده فرمان او

گفت توبه کرد و لا حول ای عیار

اختیار است اختیار است اختیار (۱)

---

(۱) تذکرة الابرار والاشرار ص ۱۴۹ ـ ۱۴۴

ترجمہ ۔

۱) وہ آدمی درخت کے اوپر چڑھ گیا اور اس کے میوے کو بری طرح توڑنے لگا ۔

۲) پھر باغ کا مالک آگیا اور کہنے لگا کہ اے کمینے خدا سے شرم کرو ۔ یہ آپ کیا

کر رہے ہیں ۔

۳) اس نے جواب دیا کہ خدا کے باغ سے خدا کا ایک بندہ میوہ کھا رہا ہے ۔

جو حق تعالی نے اسے عطا کیا ہے ۔

۴) تو آپ فضول مجھے کیوں ملامت کر رہے ہیں ۔ غنی اور بے نیاز خداوند تعالی کے

دسترخوان پر کیوں کنجوسی کا مظاہرہ کر رہے ہیں ۔

۵) اس نے کہا وہ رسی لے تو آ تاکہ اے ابوالحسن میں اس کو جواب دوں ۔

۶) پس اس نے مضبوطی کے ساتھ درخت سے باندھا ۔ اور اس کی پیٹھ اور پنڈلی پر

[illegible] سے مارا ۔

۷) کہنے لگا ۔ آخر خدا سے شرم کرو ۔ اس بے گناہ کو تکلیف دے رہے ہو آپ قتل کر

رہے ہیں ۔

۸) اس نے کہا ۔ خدا کی لاٹھی سے اس کا بندہ اس کے دوسرے بندے کو پیٹ رہا ہے ۔

۹) پیٹھ پر - پہلو پر - لاٹھی سے مارنا اس کی ملکیت میں داخل ہے - میں اس کا غلام ہوں اور یہ (   ) اس کا حکم ہے -

۱۰) اس نے کہا - اے چالاک آدمی تو نے (عقیدہ) جبر سے توبہ کرلی - اختیار اور اختیار اور اختیار کا (نظریہ برحق ہے) -

صحیح مسلک یہ ہے - کہ انسان اپنے اعمال پر مختار کل ہے - جن پر سزا و جزا مرتب ہوگی - اللہ نے انسان کو عقل دی - پھر عقل کی رہنمائی کے لئے رسول بھیجے - اور ان کے ذریعے احکام سکھائے - پھر انسان کو یہ اختیار دیا کہ وہ راہ مستقیم پر چلے یا کج روی اختیار کرے - اگر صراط مستقیم پر چلے گا تو جزا پائے گا - اور اگر کج روی اختیار کرے گا تو سزا پائے گا -

-----

عقیدہ قدریہ

اہل قدر کا عقیدہ ہے کہ انسان مختار کل ہے - اور وہ اپنے افعال پر قادر ہے - اس کے اعمال میں نہ تو اللہ تعالیٰ کا کوئی دخل حاصل ہے اور نہ اس میں تقدیر کارفرما ہے - (۱)

---

(۱) علم الکلام ص ۵۴ - ۵۵

فرقہ قدریہ معتزلہ پر سبقت رکھتا ہے ۔ اور ان سے زیادہ قدیم ہے ۔ اس جماعت کا سربراہ عمرو المقصوص (م ۸۰ھ / ۶۹۹ء) ہے جس نے دمشق میں ظہور کیا ۔ اور خلیفہ معاویہ بن یزید کا استاد تھا ۔ امیے اویوں نے اس الزام میں قتل کردیا تھا کہ اس نے خلیفہ کے خیالات بگاڑے تھے ۔ (۱)

فرقہ قدریہ کے بانی کے متعلق بھی رائے مختلف ہیں ۔ بعض مصنفین کا خیال ہے کہ فرقہ قدریہ اسوقت بصرہ میں ظہور میں آیا ۔ جب وہاں کے عقائد کے بارہ میں خوش گپیاں ہو رہی تھیں ۔ اور تحری مسرکہ آرائیاں زوروں پر تھیں ۔ (۲)

وہ شخص جس نے تقدیر پر پہلے بحث کی سوہ نصرانی تھا ۔ پھر اسلام لایا ۔ اور بعد ازاں پھر نصرانی مذہب اختیار کرلیا ۔ (۳)

اس مذہب کے قواعد سب سے پہلے واصل بن عطا الغزال نے طے کیے ۔ ان کا عقیدہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ حکیم عادل ہے ۔ اس کی طرف شر اور ظلم کی اضافت جائز نہیں ہے ۔

---

(۱) تاریخ معتزلہ ص ۱۳

(۲) مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ ص ۸۲۴

(۳) ایضاً ص ۸۲۴

نہ یہ جائز ہے کہ اللہ نے خود ہی اپنے بندوں کو جن اوامر و نواہی میں مکلف کیا ہے

ان کے خلاف اعمال کے صدور کا وہ خود ارادہ کرے اور نہ یہ جائز ہے کہ وہ بندوں کو

کسی ایسے فعل پر سزا دے جس کا ارتکاب انہوں نے اس کے حکم سے کیا ہو - لہذا بندہ

ہی خالق خیر و شر ہے ۔ (۱)

حضرت اخوند درویزہ اس کی مخالفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

چون شیخ الیاس باین فقیر گاہی مجالست می بودہ مر نصائح عقائد اہل

السنۃ والجماعۃ را کما ینبغی شنودہ - آخر الامر وقتی از اوقات سعادت ملاقات حضرت بر

وصیت داد - بنا بر معرفت سابق سائر عقائد اہل السنۃ والجماعۃ را از تقدیر خیر و شر

کہ از اللہ تعالی باید دانستن مذہب قدریہ و جبریہ را نباید صحیح بودن و سائر

امور آخرت را از بعث و حشر و نشر حق باید دانستن ۔ (۲)

ترجمہ :- پس شیخ الیاس ہمیشہ اس فقیر کے ساتھ ملتا - اور بیٹھا کرتا - اور فقیر اس کو اہل

السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کو اپنانے کی نصیحتیں کرتا - اور بتاتا کہ تمام خیر و شر

---

(۱) مسئلہ جبر و قدر ص۹۴ ۔

(۲) تذکرۃ الابرار والاشرار ص۱۴۸ ۔

صاحب اللہ ہوتے ہیں ۔ مذہب قدریہ و جبریہ کی اتباع اور پیروی ہے کر ۔

اور تمام امور آخرت حشر و نشر کو سچا ماننا چاہئے ۔

قرآن مجید سے قدریہ کا استدلال :

اس مذہب کی تائید میں معتزلہ نے قرآن مجید کی بہت سی آیات

سے استدلال کیا ہے مثلاً ۔

(۱) وہ آیات جن میں بندوں کے افعال خود بندوں ہی کی طرف منسوب

کئے گئے ہیں ۔ جیسے :۔

کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتاً فاحیاکم ۔(۱)

" تم کیسے خدا کے ساتھ کفر کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے

خدا نے تم کو زندہ کیا " ۔

فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ ۔(۲)

" پس تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے

ہیں پھر کہتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے " ۔

ذالک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمھا علی قوم حتی یغیروا ما

---

(۱) ۲ : ۲۸

(۲) ۲ : ۷۹

بانفسہم ۔ (۱)

" یہ اسی وجہ سے ہے کہ خدا کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو دی ہو بدلتا نہیں ہے جب تک کہ خود اپنی حالت کو نہیں بدل دیتی " ۔

من یعمل سوءا یجز بہ (۲)

" جو برا عمل کرے گا اسی کے مطابق بدلہ پائے گا " ۔

کل امرء بما کسب رہین ۔ (۳)

" ہر شخص اپنی کمائی کے بدلے رہن ہے "

(۴) وہ آیات جن میں کہا گیا ہے کہ انسان کے اپنے اعمال پر جزا و سزا مترتب ہوگی ۔ جیسے :-

الیوم تجزی کل نفس بما کسبت ۔ (۴)

" آج ہر شخص کو اس کی کمائی کے مطابق بدلہ دیا جائے گا " ۔

الیوم تجزون بما کنتم تعملون ۔ (۵)

" آج تم کو اس اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے "

---

(۱) ۸ : ۵۳

(۲) ۴ : ۱۲۳

(۳) ۵۲ : ۲۱ (۴) ۴۰ : ۱۷ (۵) ۴۵ : ۲۸

هل تجزون الا ما کنتم تعملون ـ(۱)

" کیا تمہیں اس کے سوا کوئی اور بدلہ دیا جائے گا جو تم عمل کرتے رہے ہو" ۔

(۲) وہ آیات جن میں شر اور ظلم اور مذمومات سے باری تعالیٰ کے فعل کو منزہ قرار دیا گیا ہے جیسے :-

الذی احسن کل شیء خلقه (۲)

" جس نے ہر چیز جو پیدا کی خوب ہی پیدا کی" ۔

اور ظاہر ہے کہ کفر اچھی چیز نہیں ہے :-

وما خلقنا السموات والارض وما بینهما الا بالحق ـ(۳)

" اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے اس کو پیدا نہیں کیا مگر حق کے ساتھ" ۔

(۳) اور مسلّم ہے کہ کفر حق نہیں ہے ۔

وما ربك بظلام للعبید ـ(۴)

" اور تیرا رب بندوں کے لئے ہرگز ظالم نہیں ہے" ۔

---

(۱) ۱۲ : ۱۸

(۲) ۳۲ : ۷

(۳) ۱۵ : ۸۵ (۴) ۴۱ : ۴۶

وما اللّٰه یرید ظلماً للعالمین ۔ (۱)

"اور اللّٰہ جہان والوں کے لئے ہرگز ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا"۔

(۵) وہ آیات جن میں کافروں اور گناہگاروں کو ان کے برے اعمال پر ملامت کی گئی ہے

اور کہا گیا ہے کہ ان کو ایمان و طاعت سے روکنے والی کوئی چیز خدا کی طرف سے نہیں

ہے۔

وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءھم الھدی الا ان قالوا ابعث اللّٰه بشراً رسولاً ۔ (۲)

"لوگوں کے پاس جب ہدایت آئی تو انہیں ایمان لانے سے روکنے والی کوئی چیز

اس کے سوا نہ تھی کہ انہوں نے کہا کیا اللّٰہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے"۔

ما منعک ان تسجد ۔ (۳)

"تجھے کس چیز نے اس سے روکا کہ تو سجدہ کرے"۔

فما لھم لا یؤمنون ۔ (۴)

---

(۱) ۳ : ۱۰۸

(۲) ۱۷ : ۹۴

(۳) ۳۸ : ۷۵

(۴) ۸۴ : ۲۰

"انہیں کیا ہوگیا ہے کہ ایمان نہیں لاتے"۔

لم تصدون عن سبيل الله ۔ (۱)

"تم کیوں خدا کی راہ سے روکتے ہو"

اگر فی الواقع خدا نے ہی لوگوں کو ایمان لانے سے روکا ہوتا اور انہیں کفر و معصیت پر مجبور کیا ہوتا تو ان سے اس قسم کے سوالات کرنے جاتے نہ ہوتے۔ اگر کوئی شخص کسی کو حجرے میں بند کردے اور کہے کہ تو کیوں نہیں نکلتا تو یہ ایک غیر معقول سوال ہوگا۔ پھر خدا کی طرف یہ بات کیسے منسوب کی جاسکتی ہے کہ ایک طرف تو ان کو حق سے پھیر دے اور پھر کہے کہ تم کہاں پھرے چلے جا رہے ہو (انی تصرفون) خود ان کو بھٹکائے اور پوچھے کہ تم کدھر بھٹکے جا رہے ہو۔ (انی یوفکون) ان میں کفر خلق کرے اور پھر پوچھے کہ تم کیوں کفر کرتے ہو (لم تکفرون) انہیں حق پر باطل کے پردے ڈالنے پر مجبور کرے اور پھر کہے کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ (لم تلبسون الحق بالباطل)۔

(۶) وہ آیات جن میں ایمان اور کفر کو بندوں کی مشیت سے متعلق کہا گیا ہے جیسے:

فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر ۔ (۲)

---

(۱) ۳ : ۱۰

(۲) ۱۸ : ۲۹

"پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے انکار کرے"۔

(۱)
فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا۔

"پس جس کا جی چاہے اپنے رب کا رستہ اختیار کرے"۔

یہی تہمت بلکہ ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو اپنے کفر و معصیت کو مشیت الٰہی کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے :۔

(۲)
سیقول الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما اشرکنا

"مشرکین ضرور کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم کو شرک نہ کرتے"۔

(۳)
وقال الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما عبدنا من دونہ من شیء۔

"اور مشرکین نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو اس کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کرتے"

(۷) وہ آیات جن میں بندوں کو حسن عمل کی طرف دعوت دی گئی ہے مثلاً :۔

(۴)
وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم۔

---

(۱) ۱۹ : ۷۳

(۲) ۱۴۸ : ۶

(۳) ۳۵ : ۱۶

(۴) ۱۳۳ : ۳

"اور دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف"۔

(۱)
اجیبوا داعی اللہ ۔

"اللہ کے منادی کی پکار پر لبیک کہو"۔

(۲)
وانیبوا الی ربکم

"اپنے رب کی طرف رجوع کرو"۔

ظاہر ہے کہ طاعت کا حکم دینا اور ان امور پر دوڑنے اور لپکنے کی تاکید کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے جب تک کہ مامورین ان کی قدرت نہ ہو؟ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کسی اپاہج سے کہا جائے کہ اٹھ اور دوڑ۔

(۸) وہ آیات جن میں بیان کیا گیا ہے کہ بندے ایسے افعال کرتے ہیں کہ جن کا خدا نے ان کو حکم نہیں دیا ہے جیسے

(۳)
یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ۔

---

(۱) ۴۶ : ۳۱

(۲) ۳۹ : ۵۳

(۳) ۴ : ۶۰

"وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اپنا مقدمہ طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ اس کا انکار کریں"۔

(۱)
انّ اللہ لا یأمر بالفحشاء۔

"اور اللہ بے شرمی کے کاموں کا ہرگز حکم نہیں دیتا"

(۲)
ولا یرضی لعبادہ الکفر۔

"اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا"۔

(۳)
وما امروا الا لیعبدوا اللہ۔

"اور انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا مگر یہ کہ اللہ کی عبادت کریں"۔

(۹) وہ آیات جن میں کہا گیا ہے کہ لوگ اپنے کیے کی سزا بھگتے ہیں جیسے:۔

(۴)
ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔

"خشکی اور تری میں فساد پھوٹ پڑا لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کے سبب سے"

---

(۱) ۷ : ۲۸

(۲) ۳۹ : ۷

(۳) ۹۸ : ۵

(۴) ۳۰ : ۴۱

(۱)
وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ۔

"تم پر جو مصیبت بھی آتی ہے تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے"۔

(۲)
ان اللہ لا یظلم الناس شیئاً ولکن الناس انفسہم یظلمون ۔

"یقیناً اللہ لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں"۔

(۳)
وما کنا مہلکی القریٰ الا واہلہا ظالمون ۔

"اور ہم ہرگز بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں ہیں ۔ الا یہ کہ ان کے باشندے ظالم ہوں"۔

(۱۰) وہ آیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہدایت اور گمراہی پر مجبور نہیں کرتا بلکہ انسان خود اپنے اختیار سے کوئی ایک راستہ منتخب کرتا ہے مثلاً :۔

(۴)
واما ثمود فہدیناہم فاستحبوا العمیٰ علی الہدیٰ ۔

"رہے ثمود تو ان کو ہم نے راستہ دکھایا ۔ مگر انہوں نے اندھے بن کر چلنے کو راستہ دیکھ کر چلنے پر ترجیح دی"۔

---

(۱) ۴۲ : ۳۰ (۲) ۱۰ : ۴۴

(۳) ۲۸ : ۵۹ (۴) ۴۱ : ۳۰

(١)
فمن اهتدی فانما یهتدی لنفسه ۔

"جو ہدایت قبول کرتا ہے اس کا ہدایت قبول کرنا اس کے اپنے ہی لئے مفید ہے"

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد

(٢)
استمسک بالعروۃ الوثقی ۔

"دین میں کوئی زبردستی نہیں ۔ راست روی ، کج روی سے چھانٹ کر الگ کر دی

گئی ہے ۔ اب جو طاغوت سے کفر کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے اس نے ایک مضبوط سہارا

تھام لیا" ۔

(١١) وہ آیات جن میں انبیاء نے اپنے قصوروں کا اعتراف کیا ہے اور ان کو خود اپنی

طرف منسوب کیا ہے مثلاً

حضرت آدم علیہ السلام کہتے ہیں ۔

(٣)
ربنا ظلمنا انفسنا ۔

"اے ہمارے رب ہم نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا" ۔

---

(١) ١٠ : ١٠٨ ۔

(٢) ٢ : ٢٨٦

(٣) ٧ : ٢٣

حضرت یونس علیہ السلام کہتے ہیں ۔

(١)

سبحانک انی کنت من الظلمین ۔

" پاک ہے تیری ذات ۔ قصوروار تو میں خود ہی تھا " ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں ۔

(٢)

رب انی ظلمت نفسی ۔

" پروردگار ۔ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا " ۔

حضرت نوح علیہ السلام کہتے ہیں ۔

(٣)

رب انی اعوذ بک ان اسئلک ما لیس لی بہ علم ۔

" پروردگار ۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں تجھ سے ایسی درخواست کروں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو " ۔

متکلمین اسلام کے ان دونوں گروہوں کی تعریفیں دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہو جاتا ہے کہ مسئلہ جبر و قدر کو حل کرنے میں دونوں کو ناکامی ہوتی ہے مگر اس ناکامی

---

(١) ٢١ : ٨٧

(٢) ٢٨ : ١٦

(٣) ١١ : ٤٧

کی وجہ کچھ یہ نہیں ہے کہ انہوں نے قرآن سے ہدایت حاصل کرنی چاہی تھی اور قرآن نے ان کو ہدایت نہیں کی بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن سے استغنا کرنے کے بجائے فلسفیانہ طریق پر فکر کی اور دو مقابل پہلوؤں میں سے ایک پہلو اختیار کرلیا۔ پھر اپنے اعتقاد کی تائید میں دلائل ڈھونڈنے کے لئے قرآن مجید پر نگاہ ڈالی جو آیات اپنے موافق مطلب نظر آئیں ان کو تاویل کے خراد پر چڑھا دیا۔ دونوں فریقوں کی جانب سے جو آیات پیش کی گئی ہیں ان کو آپ نے اوپر دیکھ لیا۔ جبریہ آیات صریح قدر کا حکم لگاتی ہیں جن سے جبر کا پہلو نکالنا ممکن نہیں ہے۔ مگر جبریہ پھر بھی ان کی تاویل کرتے ہیں اور ایسے معنی پہناتے ہیں جن کو عقل سلیم کچھ کسی طرح قبول نہیں کرتی۔ یہی حال قدریہ کا ہے۔ وہ جبر کا صریح حکم لگانے والی آیات کو قدر کے مطلب پر ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں ان کو یہ بھی خیال نہ رہتا کہ آیت کے الفاظ کیا کہہ رہے ہیں۔

حضرت اخوند درویزہ نے ان دونوں عقیدوں کی مخالفت کی۔ اور ان کو باطل اور رد فرمایا۔ (۱)

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۶۸ ۔ ۱۶۵

عقیدہ قدریہ پر ایمان رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وقوع اور و

حوادث کے وقت علم ہوتا ہے ۔ پہلے نہیں ہوتا ۔ خدا کی صفت علم کو ناقص گردانتے کے

مترادف ہے ۔ قرآن مجید کی رو سے اللہ تعالیٰ ہر شے پر حاوی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی ایک

صفت الباطن ہے ۔ جس کے معنی ہیں چھپی ہوئی چیزوں اور امور کا جاننے والا ۔

<u>جبریہ اور قدریہ میں کون حق پر ہے :</u>

شریعت کے لحاظ سے دونوں گروہ غلطی پر ہیں ۔ شریعت کے لحاظ سے انسان

بعض معاملات میں مجبور محض ہے ۔ اور بعض میں مختار ہے ۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ حقیقت

میں انسان مجبور محض ہے ۔ نیکی بیدر ۔ ہدایت گمراہی تمام حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ

کی جانب سے ہیں۔ (۱)

شریعت کا مذہب جبر محض و قدر کے درمیان ہے ۔ جناب حسن بصری نے حضرت

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں خط لکھا تھا ۔ کہ جبر و قدر میں

کون حق پر ہیں ۔ حضرت سیدنا نے جواباً تحریر فرمایا تھا ۔ کہ قدریہ تو کافر ہیں ۔ کیونکہ

تقدیر کے منکر ہیں ۔ اور جبریہ گمراہ ہیں ۔ کیونکہ گناہ کو بھی من جانب اللہ قرار دیتے

---

(۱) اسرار التصوف ص ۸۵

(۱)
یعنی ۔

ہمارا مذہب جبر و قدر کے بین بین ہے ۔ دراصل یہ مسئلہ نہایت دقیق ہے ۔

اس پر بحث کرنا ٹھیک نہیں ۔ شریعت کا فرمان صلاح کا راستہ ہے ۔ یعنی انسان مجبور

بھی ہے اور مختار بھی ۔ ہم کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مطابق عمل کرنا چاہئے ۔

------

(۲)
مذہب تناسخ :۔

حضرت اخوند درویزہ کے زمانے میں مذہب تناسخ کا بہت چرچا تھا ۔ بعض لوگوں

نے مذہب تناسخ کو اختیار کرلیا تھا ۔ اور اپنے معتقدوں کو اس مذہب کا مقلد بنا لیا تھا ۔ حضرت

---

(۱) اسرار التصوف ص ۸۵ ۔ ۸۹

(۲) تناسخ کا عقیدہ اپنے عام معنی میں ۔ یعنی روح کے ایک شخص سے دوسرے شخص

میں منتقل ہونے کے معنی میں متعدد مذہبوں فرقوں میں موجود ہے ۔ بقول شہرستانی

معتزلہ میں سے احمد بن حائط کے پیروؤں کی تعلیم یہ تھی کہ اول اول خدا نے ہر

قسم کی مخلوق پیدا کرکے ایک قسم کو اس دار دنیا سے الگ جگہ میں وہ [illegible] ہیں ۔ کسی

اور دار میں رکھا ۔ اس کے بعد جس کسی نے نافرمانی کی ۔ اسے اس کے گناہوں کے مطابق

... ...

حاشیه مذکور -

انسان یا جانور کی شکل میں اس دنیا میں بھیجا - اس کے بعد وہ ایک شکل سے دوسری
شکل میں منتقل ہوتے رہیں گے - تاآنکه ان کے گناہوں کے اثرات زائل ہو جائیں -

اسماعیلی یه بات نہیں مانتے تھے که روح جانوروں کے اجسام میں منتقل ہو جاتی
ہے - لیکن وہ یه ضرور مانتے تھے که عالم حیات و ممات میں زندگی مشابه اور یه ہے
ہوتی ہے - جن میں روحیں محفوظ رہتی ہیں - تاآنکه انہیں معرفت امام حاصل ہو -
اس کے بعد یه روحیں عالم نور میں پہنچ جاتی ہیں -

(ماخوذ از دائرہ معارف اسلامیه ج ۶ ص ۴۵۲ - ۴۵۴)

لہذا تناسخ یا (آواگون) کے معنی ہیں - ایک بدن سے دوسرے بدن کی طرف
نفس ناطقه کا انتقال - یہی عقیدہ کی رو سے دنیا کے پے درپے ادوار حیات اور یکے بعد
دیگرے نئے وجود اختیار کرنے کو مانا جاتا ہے - ہندوستان میں اس اعتقاد کے لوگ عام ہیں -
اور مسلمانوں کے متعدد فرقے بھی اس عقیدے کے معتقد ہیں - جس طرح کلمه شہادت اہل
اسلام کے ایمان کا شعار ہے - تثلیث نصرانیت کی علامت ہے - اور یوم السبت منانا علامت
یہودیت ہے - بعینه اسی طرح عقیدہ تناسخ ہندو مذہب کی نمایاں علامت ہے -
(ماخوذ اردو دائرہ معارف اسلامیه ج ۳ ص ۹۲۱ - ۹۲۳)

... ...

حاشیہ مذکور -

اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کو صحیح و سالم عاقل اور بالغ ایک ایسی جگہ ابداع
کیا جو اس جگہ کے علاوہ تھی جہاں ہم آج ہیں اور اس جگہ کا نام "دارالابتداء" یا
الجنۃ الاولی ہے - پھر وہیں مخلوق میں معرفت اور علم کی تخلیق کی اور اسے اپنی نعمتوں
سے مالا مال کردیا - پھر اللہ نے جسے پہلے پہل پیدا کیا وہ مخلوق عاقل ناظر اور معتبر
تھی -

پھر اللہ تعالی نے اس مخلوق کو اپنے شکر کا مکلف کیا - بعض نے ان میں سے ان
تمام باتوں کی اطاعت کی جن کا حکم دیا گیا تھا - اور بعض نے ان تمام باتوں کی نافرمانی کی
جن کا حکم دیا گیا تھا - اور بعض نے کچھ کی اطاعت کی کچھ کی نافرمانی کی -

پس جن لوگوں نے پوری پوری اطاعت کی - اس کا مستقر دار نعیم کو بنایا - جہاں ان
کی ابتداء ہوئی تھی - جن لوگوں نے مکمل طور پر نافرمانی کی - انہیں دار نعیم سے نکال
کر دار عذاب میں داخل کردیا - جو دوزخ ہے - اور جن لوگوں نے کسی حد تک اطاعت کی
اور کسی حد تک نافرمانی کی انہیں دنیا میں بھیج دیا جو ابتلاء کا گھر (دارالابتلاء) ہے
پھر ان اجسام کثیفہ کو مصیبت - تنگی - راحت - آلام اور لذات وغیرہ کی مختلف صورتوں

اد اخوند درویزہ نے ایسے لوگوں کے خلاف بحث و مباحثہ کیا اور اس مذہب تناسخ کو باطل

ٹھہرایا ۔

بودلی از افغانان بودہ ، انواع الحاد را پیش گرفتہ مر عوام الناس را از راہ

راست محمدی بیرون بردہ ، نیز درمیان مردم مقدر بودہ ، مذہب تناسخ را اظہار کردی

حاشیہ مذکور ۔

ــــ سے جو انسانوں اور جملہ حیوانوں کی صورتیں تھیں ، ان کے بہ قدر ذنوب ملبوس کر کے

بھیج دیا ۔

پھر جن کی معصیت کم اور طاعت زیادہ تھی ان کی صورت اچھی بنائی اور ان کے

آلام کم کر دیے اور جن کے گناہ زیادہ تھے اور طاعت کم ان کی صورت قبیح کر دی اور ان کے

آلام شدید کر دیے ، اب وہ برابر ہوتا اور اس دنیا میں اپنے ذنوب و طاعت کے ساتھ واپس

آتا رہے گا ۔ یہاں تک کہ دو ترازوؤں میں سے کوئی یا خیر سے یعنی خالص یا شر سے ، اس

کے بعد وہ جنت یا دوزخ میں بھیج دیا جائے گا ۔

اس بنا پر تناسخ حضرات کہا کرتے تھے کہ ہر نوع حیوان اپنی امت سے ، اپنے

حال پر امر تھے کہ تمام حیوانات دراصل آدمی تھے جو اپنے گناہوں کے باعث مسخ کر کے حیوان

و منکر بعث بودی۔ گاهی خود را پیغمبر گفتی و گاهی خدا و ظن فاسد او بران رفته که

ارواح و نفس حیوانات خدایند۔ (نعوذ باللّٰه من کفره) در مجمع او حاضر آمدم و کتابی

را با خود داشتم۔ این عبود از انجا که قواعد و قانون کفار بران رفته که علم و علماء را

دشمن دارند۔ (۱)

ترجمہ :- بیرولی جو افغان میں سے تھا۔ مختلف الحاد میں مصروف تھا۔ اور عوام الناس

کو راہ محمدی سے نکال رہا تھا۔ اور عذر قبیلہ سے اس کا تعلق تھا۔ مذہب تناسخ کو

اختیار کئے ہوئے تھا۔ اور یوم البعث کا منکر تھا۔ کبھی اپنے آپ کو خدا کہتا اور کبھی

پیغمبر اور فاسد عقیدہ کی وجہ سے ارواح اور نفوس اور حیوانات کو بھی خدا ٹھہراتا۔

(اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اس کے کفر سے پناہ دے)

ایک دن میں اس کے مجمعے میں حاضر ہوا۔ اور ساتھ کتاب بھی لیے گیا مگر

اس نے کفار کے قواعد و قوانین کی طرح علم و علماء کو دشمن ٹھہرایا۔

== بنا دئیے گئے۔ اور اللّٰہ تعالیٰ ہمیشہ ہر ایک حیوان کے بامروسل سمجھتا رہے اور اس بات کا

اسے مکلف بناتا رہا کہ اس کے حملہ غلط اعمال یا جو طاقات پر مبنی ہوں یا معاصی ہو۔ تاکہ

اسے یا دار نعیم میں بھیج دیا جائے یا جہنم میں (ماخوذ تاریخ مستولہ ص ۲۸۶۔۲۸۷)

....

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۹۳ ۔ ۱۹۴

اباحیہ فرقہ :-

حضرت اخوند درویزہ کے زمانے میں اباحیہ فرقہ کے گمراہ پیروں کا زور بہت زیادہ تھا ۔ اس فرقے کے مختلف داعی اور مبلغ تھے ۔ جنہوں نے لوگوں کو دین اسلام سے بدظن کیا ۔

ایک فرقے کا نام حیدریہ اور قلندریہ تھا ۔ یہ دونوں بہت پرانے فرقے تھے ۔ اور بنیادی طور پر ان کا تعلق قرامطہ (۱) اور زنادقہ (۲) شاخ سے تھا ۔ ان کی ابتداء ۳۰۰ ھ

---

(۱) قرامطہ :- اسماعیلی خیالات کی سب سے پہلی جماعت جس کا ذکر پاک و ہند کی تاریخ میں ملتا ہے ۔ قرامطہ ہے ۔ جن کے داعی نویں صدی عیسوی میں قاہرہ ، عراق حضرموت اور بحرین سے ملتان پاکستان آنا شروع ہوئے اور آہستہ آہستہ انہوں نے سندھ اور مغربی پنجاب میں بڑا اقتدار حاصل کرلیا تھا ۔ مذہب کے لئے ان کے دل میں بڑا جوش تھا ۔ لیکن اہل السنۃ والجماعۃ سے ان کے شدید مذہبی اور سیاسی اختلافات تھے ۔ اور ہندوستان پر محمود غزنوی کی مہموں کا ایک مقصد قرمطیوں کی بیخ کنی بھی تھا ۔ اسلامی حکومت کے استحکام اور سنی خیالات کی اشاعت کے بعد قرامطہ کا زور جلد

...   .

حاشیہ مذکورہ -

جاتا رہا - ۱؎ وہ آپ ہی آپ اور خود بہ طریقے سے اسماعیلی بن رہے تھے - لیکن غزنوی اور غوری ان سب کو ملاحدین سمجھ کر (سیاسی اور مذہبی اسباب کی بناء پر) ان کی بیخ کنی میں سخت سعی کوشاں تھے "تیرھوین صدی عیسوی کے وسط کے بعد قرامطہ کا ذکر ہندوستانی تواریخ میں نہیں ملتا - (ماخوذ آب کوثر ص ۲۲۸ - ۲۲۹)

حمدان قرمط :- یہ شخص الدّاع کا سب سے بڑا حامی تھا - اس کا نام حمدان بن اشعر تھا - یہ دراصل ایک عراقی کاشتکار تھا - چونکہ اس کی ٹانگیں بہت چھوٹی تھیں اس لئے اسے قرمط کہتے تھے - اس نے اسماعیلی مذہب کو باطنی تحریک میں تبدیل کر دیا - اور اسی لئے اسماعیلی باطنی فرقہ اس کے نام سے موسوم ہو گیا - پہلی قرامطہ نے الحساس کی سرحدوں میں ایک آزاد ریاست قائم کرلی اور اس کے بیٹے ابو طاہر نے ۳۱۰ھ میں مکے پر حملہ کرکے حجر اسود اکھیڑ لیا اور اپنے ساتھ لے گئے - بقول براؤن انہوں نے سو سال تک سلطنت عباسیہ کے باشندوں کو خوفزدہ رکھا -

الدّاع کے عقائد :- اس نے اپنی تحریک کو اسماعیلی فرقے کے ساتویں امام اسماعیل سے

... ...

حاشیہ مذکور -

سے منسوب کیا اس لئے اس تحریک کا نام اسماعیلی تحریک ہوا - مگر اس تحریک کو مختلف

زمانوں میں مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے - مثلاً سبعی - باطنی - تعلیمی - قرامطی -

[illegible] اور حشیشی لیکن مورخوں نے اس تحریک کو ملاحدہ کے لقب سے یاد کیا ہے -

القداح کے عقائد حسب ذیل ہیں -

ا) اس مذہب میں سات کا عدد بہت مقدس ہے - اس کے بعد بارہ کا عدد - مثلاً

سبعہ سیارہ اور دوازدہ بروج ہفتے کے سات دن اور سال کے بارہ مہینے -

ب) اصول ہفت گانہ :- خدا - عقل کلی - نفس کلی - انسان - مادہ - زمان - مکان -

ج) سات صاحب شریعت نبی یا رسول :- آدم - نوح - ابراہیم - موسیٰ - عیسیٰ -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد التام (کامل) ابن اسماعیل ابن جعفر -

د) ہر رسول کے ساتھ جس کا لقب ناطق ہے ایک معاون بھی ہے جس کا لقب صامت

ہے - تفصیل اس کی یہ ہے - آدم کے ساتھ شیث - نوح کے ساتھ سام - ابراہیم کے

ساتھ اسماعیل - موسیٰ کے ساتھ ہارون - عیسیٰ کے ساتھ پطرس - آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ علی اور محمد بن اسماعیل کے ساتھ القداح -

...　　　　...　　　　...

حاشیہ مذکور ۔

ــــ ھ)　ابتداء نے اپنے عقائد کی تبلیغ کے لئے مبلغین تیار کئے ان کا لقب داعی تھا ۔ داعی کا طریق کار یہ تھا کہ وہ جس شہر میں جاتے وہاں کوئی پیشہ مثلاً تجارت یا طبابت اختیار کرلیتے ۔ سب سے پہلے وہ لوگوں کے دلوں میں اپنے متقی ، مقدس اور متورع ہونے کا نقش جماتے تھے ۔ جب لوگ ان کی بزرگی کے قائل ہو جاتے تھے تو وہ ان کے قلوب میں فلسفیانہ سوالات کے ذریعہ سے شکوک و وساوس اور اضطراب پیدا کرتے تھے مثلاً ۔

۱- خدا نے یہ دنیا چھ دن میں کیوں پیدا کی جبکہ وہ ایک ساعت میں پیدا کر سکتا تھا ۔

۲- صراط مستقیم کا حقیقی مفہوم کیا ہے ۔

۳- عذاب دوزخ کی حقیقت کیا ہے ۔ دوزخیوں کی کھال کس طرح بدلی جائے گی ۔

۴- عرشِ حملہ کی حقیقت کیا ہے ؟

۵- دوزخ کے دروازے سات کیوں ہیں ۔ جنت کے دروازے آٹھ کیوں ہیں؟

۶- آسمان سات کیوں ہیں ؟ سورۂ فاتحہ کی آیات سات کیوں ہیں؟

ــــ

... ...

حاشیہ مذکور ۔

۷۔ کراماً کاتبین جیسی ملائکہ کیوں نہیں آتے ؟

۸۔ حاملین عرش آٹھ کیوں ہیں ؟ (قرآن ۶۹ : ۱۷)

۹۔ ابلیس کی کیا حقیقت ہے ۔

۱۰۔ یاجوج ماجوج اور ہاروت وماروت سے کیا مراد ہے ؟

۱۱۔ تمام حیوانات میں انسان ہی دو ٹانگوں پر کیوں کھڑے ہوکر چلتا ہے؟

۱۲۔ ہاتھوں میں دس انگلیاں کیوں ہیں ؟

۱۳۔ چار انگلیوں میں تین تین پورے کیوں ہیں ؟ (انگوٹھے میں صرف دو کیوں ہیں ؟

۱۴۔ صرف چہرے میں سات مخارج کیوں ہیں ؟ آٹھ یا نو کیوں نہیں ؟ جبکہ بقیہ تمام جسم میں صرف دو ہیں ۔

یہ سوالات طلوع کی ابتداء میں کئے جاتے تھے جب سننے والا مضطرب ہو جاتا تھا تو اس کے دماغ میں فلسفیانہ قسم کے شکوک و شبہات پیدا کئے جاتے تھے ۔ اور جب وہ مبہوت ہو جاتا تھا تو داعی اس سے کہتا تھا کہ تمہارے مذہب کے پاس ان سوالات کا کوئی جواب نہیں ہے ۔ لیکن اگر تم میرا مذہب اختیار کرلو تو

... ...

حاشیہ مذکور ۔

— میں تمہیں اسلام کی حقیقت سے آگاہ کردوں گا ۔ اس کی شرط یہ ہے کہ تم
اپنی دولت یا کمائی میں سے ہماری تحریک کی مالی امداد کے لئے ایک رقم معین
کردو اور وعدہ کرو کہ جو تعلیم ہم تمہیں دیں گے تم اسے مخفی رکھو گے ۔
اگر سامع اس شرط پر راضی ہو گیا تو اسے اس خفیہ جماعت کے
پہلے درجے میں داخل کرلیا جاتا تھا ۔ القداح نے ۹ درجے مقرر کئے تھے ۔ آخری
درجے میں پہنچ کر وہ ایسے شخص کو اسلام سے بیگانہ کردیا جاتا تھا ۔
(ماخوذ اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش از پروفیسر محمد سلیم
چشتی ص ۲۳ - ۳۰)

(۲) رذادقہ | رذادقہ کا فتنہ اسلام کے لئے ایک مسلسل دھمکی تھا ۔ جاحظہ
معتزلہ میدان فیصلہ عمل میں اترے ۔ انہوں نے قصد ان رذادقہ کے اسرار فاش کئے
ان کو ادلہ حقیقت ۔ پا کردی اور عقائد اسلامیہ کے دفاع میں تن من دھن سے
لگ گئے ۔ اسلام کا دفاع انہوں نے غیر معمولی عزم اور غیر معمولی جرأت کے ساتھ
کیا ۔

معتزلہ نے سب سے پہلے ان عناصر شر و فساد پر پچھہ مارا جو
—

....

حاشیہ مذکور -

جسم اسلام میں داخل ہو رہے تھے - اور پھر اس کے استیصال میں پورے زور و قوت کے ساتھ مصروف ہوگئے -

معتزلہ نے یہ جہاد مقدس اپنے عالم وجود میں آنے کے ساتھ ہی شروع کر دیا -

ان کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زیادہ تر رافضہ - جہمیہ - جبریہ - ثنویہ اور جملہ مجوس کے رد میں لکھی گئی ہیں - انہوں نے دہریہ اور سمنیہ کا رد بھی زور شور کے ساتھ کیا ہے - ان کے مناظرات کا جو ہنگامہ ہوتے رہتے تھے - اگر جائزہ لیا جائے - تو معلوم ہوگا کہ وہ زیادہ تر مخالفین اہل فارس کے ساتھ ---- نہ کہ دوسروں کے ساتھ ---- واقع ہوا کرتے تھے - اسلام کی طرف سب سے پہلے جس نے توجہ کی وہ رئیس معتزلہ واصل بن عطاء تھا -

واصل کی بیوی کا بیان ہے کہ :-

" جب رات اپنے پر پھیلاتی تو وہ (واصل) نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے - لوح اور دوات سامنے رکھی رہتی - جب کوئی ایسی آیت آتی جو مخالفین (اسلام) پر حجت ہوتی تو بیٹھ کر اسے لکھ لیتے - اور پھر نماز کا اعادہ کرتے "-

سے ہوئی تھی ۔ان کے ہمراہ کا نام حیدر تھا ۔اور وہ ترکستان کے رہنے والے تھے ۔

اور اسی کے نام سے یہ فرقہ مشہور ہوا ۔ان کی نشانی یہ تھی کہ اس فرقے کے داعی

ہاتھ پاؤں میں ہتھکڑی پہنے ہوئے ہوتے ۔ننگے پاؤں ۔ننگے سر صرف دھوتی اور ایک

گرم کمبل اپنے کندھے پر رکھے ہوئے ہوتے ۔اور نماز ۔روزہ ۔غسل وغیرہ نہیں کرتے تھے ۔

اور یہ فرقہ اباحیہ کے نام سے اس لئے مشہور ہوا کہ یہ شریعت اسلام کی تمام

حاشیہ مذکور ۔

عمرو الباہلی کا بیان ہے کہ میں نے واصل بن عطا کی کتاب الالف میں

روایت پر جو مسائل دیکھے ۔وہ اس سے زیادہ تھے ۔

عمرو بن عبید بھی واصل کے ساتھ شریک ہوگئے تھے ۔یہ لوگوں میں بہت زیادہ

معروف و مشہور تھے ۔ان کا بیان ہے کہ :

"واصل سے زیادہ کسی شخص کو غالیہ شیعہ خوارج اور کلام زنادقہ و دہریہ و

مرجیہ پر عبور نہیں حاصل تھا ۔نہ ان سے زیادہ کسی نے ان کا (اتنی شدت کے ساتھ)

رد کیا ۔

(ماخوذ تاریخ معتزلہ ص ۱۰۱ ۔ ۱۰۲)

....

حرام چیزوں کو اپنے لئے حلال اور مباح ٹھہراتے ۔ (۱)

حضرت اخوند درویزہ نے اسحاقیہ کے عقائد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ۔

ان العبد اذا بلغ المحبة وصفا قلبه واختار الدين على الكفر من غير نفاق سقط عنه الامر والنهي ولا يدخله الله النار بارتكاب الكبائر النار ويسقط عنه العبادة الظاهرة وتكون عبادته التفكر وقد تبين ان هذا كله كفر وضلال ـ (۲)

ترجمہ :- بندہ جب محبت کے مقام کو پہنچ جائے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور کفر کے مقابلے میں صدق دل سے اسلام کو قبول کیا ہو تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے امر و نواہی کو نہ مانے حلال و حرام کی پرواہ نہ کرے چاہے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور ظاہری عبادت (نماز روزہ) وغیرہ ساقط ہو جاتا ہے ۔ اور صرف غور و فکر کو عبادت ٹھہرایا جاتا ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ کفر اور گمراہی کی باتیں ہیں ۔

حضرت اخوند درویزہ نے اس مذہب اباحیہ سے لوگوں کو بچایا اور اس نظریہ پر یقین رکھنے والوں کے خلاف جہاد کیا ۔

---

(۱) روحانی رابطہ ص ۵۲۲ ـ ۵۲۴

(۲) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۴۲
(بحوالہ تحقیق ابن شکور)

"حاجی محمد آوازہ پیری و مریدی درآوردہ و اتباع خود را بمذہب اباحت

درآوردہ سو دعوی نمودہ کہ من ماذون و مجاز از جانب میر فیض اللہ ولی پسر مرتضی

علی است و عمر من سیصد و شصت سال بگذشته است۔ (۱) (نعوذ باللہ من الافتراء

العظیم والکفر اللئیم۔)"

ترجمہ :- حاجی محمد نے پیری مریدی کا چرچا شروع کیا ۔ اور اپنے آپ کو مذہب اباحت کا

اتباع ٹھہرایا ۔ اور دعوی کیا کہ میں میر فیض اللہ ولی جو کہ حضرت علی مرتضیٰ کے بیٹے

ہیں ان سے ماذون اور اجازت یافتہ ہوں ۔ اور میری عمر تین سو ساٹھ سال ہے (اس عظیم

جھوٹ اور بہتان سے ہم پناہ چاہتے ہیں)۔

اس کے علاوہ شیخ فتح خان، شیخ قاسم خلیل ، پیر جالا، خداک، پیر سوستہ

کریمداد، خورشتی وغیرہ کے نام "مذہب اباحیہ" کے پیروکاروں کی فہرست میں ملتے ہیں۔ (۲)

فرقہ اثنا عشریہ (۳)

حضرت اخوند درویزہ نے شیعوں کے اس مشہور فرقے کے متعلق اپنے خیالات بیان

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۴۲
(۲) ایضاً ص ۱۸۴ ۔ ۱۸۵
(۳) فرقہ اثنا عشریہ کو متاخرین "امامیہ" کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں ۔ یہ

کرتے ہوئے لکھا ہے ۔

حاشیہ مذکور ۔

ہیں کہ اسماعیل کی وفات چونکہ ان کے والد جعفر صادق کی حیات میں ہو گئی تھی ۔ اس لئے ان کے بھائی موسیٰ کاظم اپنے والد کی نص صریح سے مطلق امام مقرر ہوئے ۔ پھر ان کے بیٹے علی رضا امام مانے گئے جن کو مامون نے اپنا ولیعہد بنایا تھا ۔ مگر یہ مامون کی حیات ہی میں فوت ہو گئے ۔ سلطنت سنبھالنے کا موقع نہ مل سکا ۔ پھر محمد تقی ان کے بیٹے امام تسلیم ہوئے ۔ اور ان کے بعد ان کے بیٹے علی ہادی ۔ پھر ان کے بعد ان کے بیٹے محمد الحسن العسکری پھر ان کے بعد ان کے بیٹے محمد مہدی المنتظر امام قرار پائے ۔ لہٰذا شیعہ کے یہی مذاہب زیادہ شہرت پذیر ہیں ۔ گو ان مذاہب مذکورہ میں بھی ادنیٰ اختلافات بہت ہیں ۔

یہ ہر شب کو بعد نماز عشاء تہہ خانے کے دروازے پر جا کھڑے ہوتے ہیں ۔ اور ان کا نام لے کر ان کو پکارتے ہیں ۔ اور ظاہر ہونے کی التجا کرتے ہیں ۔ یہاں تک کہ اندھیرا ہو کر ستارے چمک آتے ہیں ۔ تو آئندہ رات پر اس معاملہ کو موقوف رکھ کر گھروں کو واپس ہوتے ہیں ۔ اب تک ان کا روزانہ کا یہی طور و طریقہ ہے ۔

(ماخوذ مقدمہ ابن خلدون ص ۲۰۴ ۔ ۲۰۶)

●●●●●

"چنانکه اتباع ائمه عشریه بر مذهب ایشان از دو امر بیرون نیست - یکے آنکه سلطنت و حکومت ایشان‌را امامت گفته باشند - چنانکه معنی لغوی امام مختلط است بدین مضمون هم علاقه ولی باشد و هم کذب - دوم دیگر آنکه ائمه اثنا عشریه را ائمه دین و مجتهدان اهل یقین تصور کرده باشند"(1) -

ترجمہ :- چنانچہ تمام ائمہ عشریہ کا اتباع ان کے مذہب کے نزدیک دو وجوہات سے خالی نہیں ہے - ایک یہ کہ وہ سلطنت اور حکومت کو امامت کے لقب سے یاد کرتے ہیں - لہذا امام کے معنی مختلط لیتے ہیں یہاں اس وجہ سے ان کی یہ نشانی روایات کی (نشانی) قطعی ہے اور اس طرح جھوٹ بھی ہے - اور دوسری یہ کہ ائمہ اثنا عشریہ کو ائمہ دین اور مجتہدین شمار کرتے ہیں -

چنانچہ آپ نے فرقہ اثنا عشریہ کا رد فرمایا "اور لوگوں کو اس سے بچایا - کیونکہ اعتقاد ائمہ اثنا عشریہ کا آپ کے نزدیک ناجائز اور بے فائدہ تھا - اور طریقہ "اہل السنۃ والجماعۃ کے بالکل برعکس تھا -(2)

---

(1) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۹۲

(2) ایضاً ص ۱۹۲

اثنا عشریہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے آپ نے مزید وضاحت کے ساتھ فرمایا ۔

" اگر مراد از آئمہ اثنا عشریہ اتفاق با آئمہ اربعہ دارند جو مراد از لفظ

پنج تن پاک و پنج فرق حبیب اللہ و خلفائے راشدین مراد دار از بعض الفاظ مشہورہ باستعما

آرند تا از تو ہم رفض دور باشند و اگر اختلاف مراد دارند و باغیر از خلفائے راشدین مراد

دارند پس رافضی اند " ۔ (۱)

ترجمہ :- اگر آئمہ اثنا عشریہ کا اطلاق آئمہ اربعہ (خلفائے راشدہ) ہے ۔ اور لفظ پنج تن

پاک سے مراد خلفائے راشدین ہے جوکہ مشہور طور پر استعمال ہوتے ہیں ۔ تو یہ رفض

سے دور ہے ۔ اور اگر مذکورہ عقیدہ میں اختلاف ہو ۔ اور اس میں خلفائے راشدین کے علاوہ

کوئی اور مراد ہو تو پس یہ رافضی ہیں ۔

اس کی مکمل تفصیلات حضرت اخوند درویزہ نے بیان کی ہیں ۔

آپ نے اس کو باطل قرار دیا ۔ اور فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ کے اتباع پر زور دیا ۔ کہ جماعت

اہل سنۃ بالکل راہ حق پر ہے ۔ اس کی اتباع کی جائے ۔ اور اسی عقیدے کو اختیار کیا جائے ۔ (۲)

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۹۲ ۔

(۲) ایضاً ص ۱۹۰ ۔ ۱۹۹

دیگر مشہور فرقے اور ان کا تعارف جن کا ذکر

حضرت اخوند درویزہ نے تبیین فرمایا

•••••••••••••••

(۱) اہل قبلہ

اہل قبلہ امت اجابت اور اہل ایمان مترادف الفاظ ہیں۔ اور ان سے اشارہ سلف صالحین اور اہل السنۃ والجماعۃ مراد ہیں۔ جن کو "ناجیہ" بھی کہتے ہیں۔ (۱)

(۲) باطنیہ

فرقہ "باطنیہ" کے لوگ امام اسماعیل بن حضرت امام جعفر صادق کو اپنا امام مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث نبوی کے ظاہری معانی کے علاوہ کچھ باطنی (پوشیدہ) معانی بھی ہیں۔ جن کو صرف امام ہی سمجھ سکتا ہے۔ اور عوام ان سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اسماعیلیوں کو یہ نام خصوصاً اس لئے دیا گیا کہ قرآن کریم اور احادیث کے ظاہری الفاظ کے "باطنی" معانی پر زور دیتے تھے اور عموماً اس کلمے کا اطلاق ہر ایسے شخص پر بھی ہوتا تھا جس پر یہ الزام ہو کہ وہ قرآن و حدیث میں لفظی معنون

---

(۱) المصالی ص ۹۲۴ ـ ۱۲۹

کو رد اور باطنی معنوں کو قبول کرتا ہے ۔ (۱)

گمراہی کے دروازوں میں سے سب سے زیادہ خطرناک اور مضرت رساں دروازہ جو باطنیہ نے کھولا وہ یہ تھا کہ ہر لفظ کے ایک ظاہری معنی ہوتے ہیں اور ایک حقیقی یا باطنی ۔ انہوں نے الفاظ کے اس باطنی پہلو پر اس قدر زور دیا کہ ان کا اصلی نام اسماعیلیہ غیر معروف ہوگیا اور وہ باطنیہ کے نام سے مشہور ہوگئے ۔ چونکہ انہوں نے کہا کہ اسی طرح قرآن و حدیث کے الفاظ کے بھی دو دو معنی ہیں ایک ظاہری دوسرے باطنی اور ان کو آپس میں وہی نسبت ہے جو پوست (ظاہر) کو مغز سے ہے ۔ جہلاء صرف ظواہر (ظاہری معنی) سے آگاہ ہیں ۔ حقائق یا باطنی معانی کو صرف اہل اسرار جانتے ہیں ۔ جو شخص ظواہر میں گرفتار ہے وہ شریعت کی پابندیوں میں جکڑا ہوا ہے اور دین کی نہایت ادنیٰ سطح پر ہے ۔ جو شخص اہل باطن کی صحبت میں رہ کر حقائق سے آشنا ہو جاتا ہے وہ شریعت کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ قرآن کی اس آیت کا یہی مفہوم ہے ویضع عنهم اصرهم والاغلال التي كانت عليهم (۲) یعنی رسول اس

---

(۱) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۲ ص ۹۲۱ ـ ۹۲۲

(۲) ۷ : ۱۵۷

بوجھ سے نجات دلاتا ہے جس کے تلے وہ (عوام) دبے ہوئے تھے اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان کی گردنوں میں پڑے ہوئے تھے۔ (1)

باطنیہ نے اپنی اس بنیادی تعلیم کو عوام کے سامنے صوفی بن کر پیش کیا۔ رفتہ رفتہ جاہل صوفیوں نے پہلے ظاہر اور باطن کی تفریق کا اصول اختیار کیا۔ پھر اس کے منطقی نتیجے کو بھی قبول کرلیا۔ یعنی انہوں نے شریعت اور طریقت میں تفریق کردی اور کہنے لگے کہ شریعت کا حکم کچھ اور ہے اور طریقت کا حکم کچھ اور ہے۔ آخر کار انہوں نے باطنیہ کی اس تعلیم کو بھی تسلیم کرلیا کہ جب سالک کو معرفت حاصل ہوجاتی ہے تو وہ قید شریعت سے آزاد ہوجاتا ہے اور اپنے اس باطل عقیدے پر اس آیت سے استدلال کیا واعبد ربک حتی یاتیک الیقین (2) اور اس کا ترجمہ اس طرح کیا معرفت ہونے تک اپنے رب کی عبادت کر جب تک تجھے یقین حاصل نہ ہو۔ جب معرفت یا یقین حاصل ہو جائے تو اتباع شریعت کی حاجت نہیں ہے۔ (3)

---

(1) اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش ص ۸۱

(2) ۱۵ : ۱۱

(3) اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش ص ۸۲

باطنیہ نے اس طرح لاکھوں مسلمانوں کو گمراہ کردیا ۔ عوام کے پاس کوئی آلہ یا
معیار نہ اصول تک تھا نہ اب ہے نہ آئندہ کبھی ہوگا ۔ جس کی مدد سے وہ یہ
معلوم کر سکتے کہ یہ شخص جو ظاہر میں صوفیوں کا لباس پہنے ہوئے بیٹھا تصوف کے
لطیف اسرار و رموز بیان کررہا ہے باطن میں کیا ہے ۔ اگر کسی نے اعتراض بھی کیا کہ یہ
قول قرآن یا حدیث کے خلاف ہے تو معتقدین نے اسے گستاخ قرار دے کر مجلس سے باہر
نکال دیا ۔

۳) صابئون

مولانا عبدالماجد دریا بادی تحریر فرماتے ہیں کہ مشہور صابئون ایک مذہبی
فرقہ تھا ۔ جو عرب کے شمال مشرق میں شام و عراق کی سرحد پر آباد تھا ۔ یہ لوگ اپنے آپ
کو نصاریٰ بھی کہتے تھے گویا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی امت میں سے تھے ۔
حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے جلیل القدر اہل
تحقیق علماء صحابہ نے ان لوگوں کا شمار اہل کتاب میں کیا ہے ۔ (۱)

۴) مجسمہ

اس فرقہ کے لوگ تجسیم کے قائل ہیں اور خدا کے لئے جسم و صورت اور اس قسم کی

---

(۱) تفسیر ماجدی سورہ البقرہ آیت ۶۲

دیگر جسمانی اور مکانی خصوصیات کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ بے مثل اور

بے چون و بے چگون ہے سوا زمان و مکان اور کیف و این سے بالا و برتر ہے۔ اور جب قدیم

اور حادث حقیقۃً اور ذات کے اعتبار سے مختلف اور متباین ہیں تو صفات اور افعال میں

کیسے ایک دوسرے کے مشابہ اور مماثل ہوسکتے ہیں۔ (۱)

۵) مجوس

مجوس آتش پرست مشرک تھے اور ان کا عقیدہ ہے کہ الوہیت دو ذاتوں میں منقسم

ہے۔ ایک خیر کا خالق یزدان اور شر کا خالق اہرمن ہے۔ یزدان بناتا اور اہرمن

بگاڑتا ہے جو ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ دونوں کے اختیارات تقسیم شدہ ہیں۔ ایک خیر

میں دخل نہیں دیتا اور دوسرا شر میں اور اصطلاح و آشتی سے کارخانۂ عالم چل رہا ہے۔ (۲)

ثنویہ۔ زردشتیہ۔ مانویہ۔ دیصانیہ۔ مزدکیہ اور مرقونیہ مذہب مجوس کے

مشہور فرقے ہیں۔ (۳)

---

(۱) علم الکلام ص ۵۴ - ۵۵

(۲) ایضاً ص ۴۵

(۳) الملل والنحل ص ۷۰ - ۸۱ و تاریخ معتزلہ ص ۴۲

۶) **مشبہ**

فرقہ مشبہ کے پیروکار خالق کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں ۔ اور اس طرح اہل تشبیہ خدا کے لئے وہ صفات تسلیم کرتے ہیں جو اس کے لئے ثابت نہیں ہیں ۔

۷) **جناحیہ**

اس فرقہ کے لوگ حضرت جعفر طیار ذوالجناحین کے پوتے عبداللہ بن معاویہ کے طرفدار ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک نبی کا علم ہوتا ہے اور جو کوئی امام کو پہچانتا ہے وہ باقی فرائض سے مستثنیٰ ہو جاتا ہے ۔ (۱)

فرقہ جناحیہ عقیدہ حلول کا قائل ہے ۔ جناحیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی روح حضرت آدم علیہ السلام میں آئی ۔ ان کے بعد حضرت شیث علیہ السلام میں اور بعد ازاں یکے بعد دیگرے ہر پیغمبر میں منتقل ہوتی گئی تاآنکہ حضرت علی اور ان کی اولاد تک پہنچ گئی ۔ (۲)

۸) **جہمیہ**

اس فرقے کا سربراہ جہم بن صفوان (المتوفی ۱۲۸ھ / ۷۴۵ء) ہے اس وجہ سے

---

(۱) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۷ ص ۲۲۷

(۲) الملل ص ۱۲۶ ـ ۱۲۷

اس کا نام "جہمیہ" مشہور ہوگیا ۔ فرقہ جہمیہ اپنے ظہور و وجود میں معتزلہ پر

سبقت رکھتا ہے ۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انسان مجبور محض ہے اور قرآن مخلوق ۔

(۱)
صفات باری تعالیٰ کے یہ لوگ نفی کرتے ہیں اور رویت خداوندی کے منکر ہیں ۔

متقدمین اہل السنہ نے جہمیہ کے رد میں جو لکھا ہے تو ان کے پیش نظر معتزلہ

نہ تھے بلکہ عہد اول کے جہمیہ تھے ۔ اس لئے کہ وہ اپنے وجود اور ظہور میں معتزلہ

(۲)
پر سبقت رکھتے تھے ۔

۱) معتزلہ

تاریخ میں اس امر کا سراغ نہیں ملتا کہ معتزلہ کی جماعت ٹھیک ٹھیک کس سن میں

ظہور پذیر ہوئی ۔ جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ یہ لوگ بصرہ میں نمودار

ہوئے ۔ حسن بصری کے حلقے میں نشست رکھتے تھے ۔ بعد میں ان سے جدا ہوگئے ۔

ہمیں معلوم ہے کہ حسن بصری کی وفات ۱۱۰ھ / ۷۲۸ء میں ہوئی اور معتزلی مکتب فکر

کے جو دو حضرات مؤسس اور بانی کہے جاتے ہیں یعنی واصل بن عطاء اور عمرو بن عبید

---

(۱) تاریخ معتزلہ ص ۴۷ و اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۶ ص ۵۵۹ – ۵۹۰ و الملل والنحل ص ۱۰۹ – ۱۱۲ ۔

(۲) ایضاً

ان کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ۔ اور یہ بات کسی طرح بھی تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ

بیس سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ان حضرات نے ایک فکری ادارے کی بنیاد ڈال دی

ہوگی ۔ اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ معتزلہ دوسری صدی ہجری کے اوائل میں

ظہور پذیر ہوئے ۔ سنہ کی تعیین اگر کی جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ ۱۰۰ھ سے ۱۱۰ھ

کے مابین اس مکتبِ فکر کی داغ بیل پڑی اور ہمارا یہ خیال مقریزی کے خیال سے ہم آہنگ ہے

جس نے دوسری صدی ہجری میں ان کا ظہور بیان کیا ہے ۔ (۱)

معتزلہ کے لفظی معنی ہیں الگ ۔ جدا ۔

یہ ایک کلامی مکتبِ فکر ہے جس کا آغاز دوسری صدی ہجری کی ابتداء میں بصرہ

میں ہوا ۔ اہل اعتزال دوسرے امور کے علاوہ خلق قرآن اور نفی صفات کے قائل ہیں ۔

انسان ان کے نزدیک مجبور محض ہے۔ رویتِ باری تعالیٰ اور عذاب قبر کے منکر ہیں اور گناہ

کبیرہ کے مرتکب کفر اور ایمان کی درمیانی منزل کے قائل ہیں ۔ (۲)

(۱۰) معطلہ

اہل السنۃ والجماعۃ نفیِ صفات کے باعث "جہمیہ" کو "معطلہ" کے نام سے یاد

---

(۱) تاریخ معتزلہ ص ۶۴ ۔ ۶۵

(۲) ایضاً ص ۴۷ و ۶۴ و ۶۵ و ۱۲۴ و الملل والنحل ج ۱ ص ۵۲ ۔ ۸۸ ۔

کرتے تھے ، کیونکہ اس فرقہ نے اللہ تعالی کو اس کی صفات سے معطل قرار دیا تھا ۔
پھر جب معتزلہ کا ظہور ہوا اور انہوں نے جہمیہ کا قول نفی صفات کے بارے میں قبول کر
لیا تو ان کے لئے بھی یہ نام استعمال ہونے لگا ۔

اس نام کی دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ معتزلہ کا اصول یہ تھا کہ قرآن
کی جو آیتیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو احادیث ان کے اقوال سے موافقت نہیں
رکھتی تھیں ان کا حسب منشا تاویل کرکے ان کے ظواہر کو معطل کر لیا کرتے تھے ۔
لہذا وہ اہل تعطیل کے نام سے موسوم و مشہور ہوئے ۔ (1)

****

---

(1) تاریخ معتزلہ ص ۵۱

باب دوازدہم

اصطلاحات تصوف

ابدال

بدل کی جمع ہے ۔ ان کو بدلا بھی کہتے ہیں ۔ صوفیہ کرام کے نزدیک اولیاء اللہ کی مختلف اصناف (یعنی اقطاب ۔ اغواث ۔ امامان ۔ اوتاد ۔ افراد ۔ ابدال ۔ نجبا اور نقبا وغیرہ) اللہ تعالی کی طرف سے مختلف مناصب پر فائز اور مختلف خدمات پر مامور ہوتے ہیں ۔ ان میں سے ہر صنف کسی خاص خطے میں رہتی ہے اور ان میں سے اگر کوئی فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالی اس کی جگہ دوسرا بدل دیتا ہے ۔ (۱)

ابدال کی تعداد کے بارے میں صوفیہ کے اقوال مختلف ہیں ۔ ان میں سے سات اقالیم پر متعین ہوتے ہیں جن کو اقطاب اقالیم کہتے ہیں ۔ (۲)

ابرار

بر کی جمع ہے بمعنی نیکوکار ۔ ابرار ۔ ابدال ہی میں سے ہوتے ہیں اور ان کی

---

(۱) اردو دائرہ معارف اسلامیہ مطبوعہ دانش گاہ پنجاب لاہور ۔ ۱۹۶۴ء جلد اول ص ۳۴۳ ۔ ۳۴۴ ۔ مباحث قطبیہ از شیخ عبدالحلیم بن شیخ وحیدالدین مطبوعہ جنرل پرنٹنگ پریس دہلی

تعداد چالیس ہوتی ہے ۔(۱)

احوال

حال کی جمع ہے ۔ یہ قلب کے معاملات میں سے ہیں اور اس سے وہ حالت مراد ہے جو ذکر کے دوام سے قلب پر طاری ہوتی ہے ۔ حال بدلتا رہتا ہے اور یہ اصحاب تلوین کا حصہ ہے ۔ اس کے برعکس مقام ہے جس میں استقلال ہوتا ہے اور ایک جگہ پر قائم اور برقرار رہتا ہے ۔ یہ اصحاب تمکین کا حصہ ہوتا ہے ۔(۲)

اخیار

خیر کی جمع ہے ۔ اخیار ابدالؒ ہی میں سے ہوتے ہیں اور ان کی تعداد سات ہوتی ہے ۔ یہ علی الدوام سیاحت میں ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک "حسین" کے نام سے موسوم ہوتا ہے ۔(۳)

۱۳۱۸ھ ص ۲۷ و دلائل السلوک از مولانا اللہ یار خان مطبوعہ عکاس پرنٹرز لاہور ص ۸۹ تا ۹۲ و سرِّ دلبراں ص ۱۴۶ ۔

(۲) سرِّ دلبراں ص ۱۴۶ ۔

ooooooooooo

(۱) رسالہ قشیریہ از ابوالقاسم قشیری مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۹۷۰ء ص ۹

(۲) سرِّ دلبراں ص ۱۳۲ و آداب المریدین ص ۴۷ و عوارف المعارف ص ۵۲۳ و مقامات قطبیہ ص

(۳) سرِّ دلبراں ص ۱۴۶ و مقامات قطبیہ ص ۲۱

اذواق

ذوق کی جمع ہے اور اس سے وہ مستی، شوق اور از خود رفتگی مراد ہے
جو سالک مشاہدۂ حق کے دوران پاتا ہے۔ (۱)

ارادہ

ارادت راہ سلوک کی ابتدا ہوتی ہے اور یہ سالکین کی پہلی منزل ہے - چونکہ
اس صفت میں اس ارادہ کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے جو تمام کاموں کا پیش خیمہ
ہوتا ہے اس لئے اس کا نام ارادت رکھ دیا گیا ہے - ارادت کی حقیقت یہ ہے کہ سالک
کا دل طلب حق میں اٹھ کھڑا ہو اور اس کی یہ طلب اس کی ہر قسم کی [illegible] پریشان
کردے۔ (۲)

استدراج

استدراج سے مراد وہ عجیب و غریب امور ہیں جو کبھی کبھار کسی بدکار گمراہ
فاسق یا کافر کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں - کرامت اصطلاحاً اعمال صالحہ کا ثمرہ ہے
اور استدراج اعمال بد کا نتیجہ ہوتا ہے۔ (۳)

---

(۱) سرِّ دلبران ص ۱۴۰ ۔ (۲) رسالہ قشیریہ ص ۲۴۲

(۳) العمالی ص ۲۰۵ و معجزات انبیاء از مولانا شبیر احمد عثمانی ص ۱۳۰ - ۱۳۱

امامان

قطب الاقطاب کی دائیں اور بائیں جانب دو وزیر یا معاون مقرر ہوتے ہیں ۔ جنہیں امامان کہتے ہیں ۔ دائیں جانب پر مقرر وزیر کا نام عبدالملک اور بائیں جانب والے کا نام عبدالرب ہوتا ہے ۔ عبدالملک قطب مدار سے فیض حاصل کرتا ہے اور عالم علوی پر اس کا فیضان ہوتا ہے ۔ عبدالرب قطب مدار سے فیض حاصل کرتا ہے اور عالم سفلی اس سے فیضیاب ہوتا ہے ۔ عبدالملک کا مرتبہ عبدالرب سے بلند تر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب قطب الاقطاب کی جگہ خالی ہوتی ہے تو عبدالملک قطب الاقطاب کے منصب پر فائز ہوتا ہے ۔ (۱)

امناء

امناء وہ اولیاء اللہ ہیں جو اپنے آراستہ و پیراستہ باطن کو ظاہری خطری و خستہ حالی کے پردہ میں مخفی رکھتے ہیں ۔ ان اولیاء کو ملامتیہ بھی کہتے ہیں ۔ (۲)

اوتاد

وتد کی جمع ہے بمعنی میخ ۔ اوتاد دنیا کی چاروں اطراف پر متعین ہوتے ہیں ۔

---

(۱) سر دلبراں ص ۱۴۲ و اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۳۴۳ و المعالی ص ۲۲۵ ۔ ۲۲۶

(۲) سر دلبراں ص ۶۸

اور ان کی تعداد چار ہوتی ہے ۔ مغرب پر متعین وتد کا نام "عبد الودود" مشرق پر متعین
وتد کا نام "عبد الرحمن" جنوب پر متعین وتد کا نام "عبد الرحیم" اور شمال پر متعین وتد
کا نام "عبد القدوس" ہوتا ہے ۔ نظام عالم کے قیام میں ان اولیاء سے ستون کا کام لیا
جاتا ہے اور بمنزلہ "پہاڑ" کے ہوتے ہیں ۔ ان سے زمین کی سرسبزی بھی مقصود
ہوتی ہے قیام بھی اور سکون بھی ۔ (۱)

بازگشت

حضرات خواجگان نقشبند قدس اسرارہم کے طریقہ کی بنیاد گیارہ کلمات (ہوش
در دم ۔ نظر بر قدم ۔ سفر از وطن ۔ خلوت در انجمن ۔ یاد کرد ۔ باز گشت ۔ نگاہ داشت ۔
یاد داشت ۔ وقوف زمانی ۔ وقوف قلبی اور وقوف عددی) پر قائم ہے ۔ اور جب ذاکر ہر بار
زبان دل سے کلمہ طیبہ کا ورد کرے تو ہر بار زبان سے یہ کہے کہ اے خداوندا ! تو
ہی میرا مقصود ہے ۔ اور تیری ہی رضا میرا مطلوب ہے ۔ تو اپنی محبت عنایت کر اور
اپنی بارگاہ میں وصول تمام عطا فرما ۔ تاکہ اس طرح سالک کا ذکر خالص رہے اور وسوسوں
کی گنجائش نہ رہے ۔ اس طریق ذکر کو اصطلاح تصوف میں باز گشت کہتے

---

(۱) مقامات قطبیہ ص ۲۹ و سر دلبران ص ۱۴۵

لکھیں ۔ (۱)

بیعت

کسی پیغمبر، رسول اللہ یا صاحب نسبت بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ترک معاصی اور التزام طاعت کا عہد و پیمان کرنا بیعت کے نام سے موسوم ہے ۔

پیر کامل

پیر کامل سے مراد وہ پیر و مرشد ہے جو نہ صرف خود صالح ہو بلکہ سالکان راہ طریقت کی اصلاح و رہنمائی کی بھی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہو ۔ اور تینوں چیزوں یعنی شریعت ، طریقت اور حقیقت میں کامل و مکمل ہو ۔ اہل تحقیق نے شیخ کامل کی جو علامات بیان کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں :

(۱) متقی و صالح ہو ۔ (۲) متبع سنت ہو ۔ (۳) علم دین بقدر ضرورت جانتا ہو ۔

(۴) کسی کامل شیخ کی خدمت میں رہ کر فائدہ باطنی حاصل کر چکا ہو ۔

(۵) علماء اور صلحاء اس کی طرف مائل ہوں ۔ (۶) اس کی صحبت موثر ہو ۔

(۷) اور اس کی صحبت و توجہ سے مریدین کی حالت کی اصلاح ہوتی ہو ۔ (۲)

---

(۱) قصۃ المشائخ (قلمی) از خواجہ محمد زاہد ۱۱۲۶ھ ص۹ و سرّ دلبران ص۲۰۲

(۲) التکشف ، ۱۲۶ ـ ۱۲۷

تحلیہ

ہدایت ربانی اور قوت عمل کے سبب جب سالک کی قوت استدلالی مضبوط ہوجاتی ہے تو وہ بہ توفیق ہوکر وہ بالترتیب تزکیہ ۔ تصفیہ ۔ تحلیہ اور تخلیہ کی منازل طے کرنے لگتا ہے ۔ تحلیہ سے مراد روح کو منزّہ کرنا اور کدورت جسدیہ سے اسے پاک کرنا اور جلا دینا ہے ۔ (١)

تخلیہ

تخلیہ سالک کی شاہراہ ترقی کی چوتھی منزل ہے اور اس سے مراد دل کو ماسوا اللہ سے خالی کرنا اور دل میں سوائے یاد الٰہی کے کسی اور چیز کو نہ رہنے دینا ہے ۔ (٢)

تزکیہ

تزکیہ راہ سلوک کی پہلی منزل ہے اور اس مرحلے پر سالک اپنے نفس کو ذمائم سے پاک رکھنے کی جدوجہد کرتا ہے ۔ (٣)

---

(١) السعالی ص ٤٨٦ ـ ٤٨٨ و مرآۃ دلبران ص ١١٨

(٢) ایضاً ص ٤٨٦ ـ ٤٨٨ و ایضاً ص ١١٨

(٣) ایضاً ص ٤٨٦ ـ ٤٨٨ و ایضاً ص ١١٨

تصفیہ

تصفیہ راہ سلوک کی دوسری منزل ہے ۔ اس منزل پر سالک اپنے قلب کو ماسوی اللہ کے خیالات و خواطر سے پاک رکھتا ہے ۔ (۱)

تصوف

تصوف وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے تزکیہ نفوس اور تصفیہ اخلاق اور ظاہر و باطن کی تعمیر کے احوال پہچانے جاتے ہیں تاکہ سعادت ابدی حاصل ہو نفس کی اصلاح ہو اور رب العالمین کی رضا اور اس کی معرفت حاصل ہو اور تصوف کا موضوع تزکیہ ، تصفیہ اور تعمیر باطن ہے ۔ اور اس کا مقصد ابدی سعادت ہے ۔ (۲)

تلوین

تلوین سلوک کا وہ ابتدائی مرتبہ ہے جس میں سالک تابع حال ہو ۔ یہ اہل حال کی صفت ہے ۔ جب تک صوفی ایک وصف سے دوسرے وصف کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے اور اس میں تغیر و تبدل رونما ہوتا ہے تو ایسا مبتدی سالک صاحب تلوین (یا ابن الوقت یا

---

(۱) المصالح ص ۴۸۴ ، ۴۸۸ و سرِّ دلبران ص ۱۱۸ ۔

(۲) دلائل السلوک ص ۱۹

مغلوب الحال) کہلاتا ہے ۔ (۱)

تمکین

تمکین اہل حقیقت صوفیہ کی صفت ہے ۔ جب صوفی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بلند ہوتا ہوا سلوک کی انتہائی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو اس کو تسکین و تمکین حاصل ہو جاتی ہے اور ایسے صوفیہ کرام اصحاب تمکین کہلاتے ہیں ۔ (۲)

جذبات

جذبات کا مفرد جذبہ ہے ۔ جانب طوی سے سالک پر لطائف کی جو کشش ہوتی ہے اسے اصطلاح تصوف میں جذبہ کہتے ہیں ۔ (۳)

جلال و جمال

ذات انسانی خداوند عالم کی صفات کا مظہر ہے اور ان صفات کا تعلق جلال و جمال خداوندی سے ہوتا ہے ۔ اس لئے جن اولیاء اللہ پر صفات جلالیہ کا غلبہ ہوتا ہے

---

(۱) الکشف ص ۲۸۰ ۔ تصوف از عبد الماجد دریابادی مطبوعہ المعارف لاہور اشاعت اول ۱۳۹۲ ھ ص ۴۲ و عوارف المعارف ص ۴۰۱ ۔

(۲) تصوف اسلام ص ۴۲ و ط الکشف ص ۲۸۰ و عوارف المعارف ص ۴۰۱ ۔

(۳) حالات نقشبندیہ از محمد حسن نقشبندی مطبوعہ احسن المطابع مراد آباد ۱۳۲۲ ھ ص ۵۲۳ و الکشف ص ۱۸۱ ۔

وہ جلالی صفت اور جن پر صفات جمالیہ کا غلبہ ہو وہ جمالی صفت اولیاء کہلاتے ہیں۔ (۱)

جمعیت قلب

قلب کے خواطر و وساوس کے کم ہونے یا بالکل ختم ہونے کو تصوف کی اصطلاح میں جمعیت قلب کہتے ہیں بہ الفاظ دیگر ماسوی اللہ کو ترک کرکے حق تعالی کی تلاش و جستجو میں ہموم دل کا جمع ہونا جمعیت قلب کے نام سے موسوم ہے۔ اور جمعیت کی ضد تفرقہ کہلاتا ہے۔ (۲)

حجاب ظلمت

حجابات سے مراد ماسوی اللہ اور ماسوی اللہ کے خیالات مراد ہیں۔ اور ماسوی اللہ کے خیالات کو حجاب سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہ وصول الی اللہ کی راہ میں رکاوٹ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (۳)

---

(۱) سرّ دلبراں ص ۱۲۴ – ۱۲۵

(۲) حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۵۲۲ و اصطلاحات الصوفیہ از کمال الدین ابی الغنائم عبدالرزاق بن جمال الدین الکاشی السمرقندی مطبوعہ الارشاد لاہور ص ۱۸۱۔

(۳) سرّ دلبراں ص ۱۴۱۔

حضور

طالب حق کے دل کی توجہ حق سبحانہ کی جانب مبذول ہونے کو حضور کہتے ہیں ۔ [1]

حقیقت

اعمال باطنی کی مسلسل درستی سے قلب میں جو جلا و صفا پیدا ہوتا ہے اس سے قلب پر بعض حقائق کونیہ متعلقہ اعیان و اعراض بالخصوص اعمال حسنہ و سیئہ و حقائق الٰہیہ صفاتیہ و فعلیہ بالخصوص معاملات فی مابین اللہ و بین العبد منکشف ہوتے ہیں ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں ۔ [2] یہ حقیقت شریعت کی تابع ہے اور جو حقیقت شریعت کی تابع نہیں وہ لاحاصل ہوتی ہے ۔ [3]

خاتم الولایہ

خاتم الولایہ سے مراد وہ ولی اللہ ہے جس کے وجود سے دنیا اور آخرت کے

---

(۱) حالات نقشبندیہ ص ۵۲۲

(۲) التکشف ص ۱۸۵

(۳) تصوف اسلام ص ۴۲ و رسالہ قشیریہ ص ۵۲۲

کام کمال تک پہنچ جائیں - اور جس کی وجہ سے تمام عالم درہم برہم ہو جائے - صوفیہ کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ امام آخرالزمان حضرت مہدی علیہ السلام ولایت محمدیہ کے خاتم ہیں - آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہوں گے اور قیامت کے قریب کے زمانے میں ان کا ظہور ہوگا - (1)

خلوت در انجمن

بظاہر خلق کے ساتھ اور باطن میں حق تعالیٰ کے حضور میں رہنا خلوت در انجمن کہلاتا ہے - ذکر کے اس مرحلے پر سالک یاد الٰہی میں انتہائی مستغرق رہتا ہے - (2)

حضرت خواجہ کبیر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ چاہیئے کہ اس مقام پر ذکر میں اس قدر اشتغال و استغراق اس مرتبہ پر پہنچ جائے کہ اگر ذاکر بازار میں آئے تو بھی استیلائے ذکر کے باعث کوئی بات اور کوئی آواز اس کے کانوں میں نہ پڑے - (3)

ذکر نفی و اثبات

طریقہ نقشبندیہ میں ذکر خفی کے تین اشغال معمول بہ ہیں یعنی ذکر اسم ذات

---

(1) اصطلاحات الصوفیہ ص ۸۹ و سر دلبراں ص ۲۱۸ و ۲۱۹

(2) سر دلبراں ص ۱۸۱ و ۲۰۱

(3) قصۃ المشائخ ص ۸

ذکر نفی و اثبات اور مراقبہ ۔ ذکر اسم ذات سے اسم اللہ کا ذکر اور ذکر نفی و اثبات سے "لا الہ الا اللہ" کا ذکر مراد ہے ۔ ذکر نفی و اثبات کا طریقہ یہ ہے کہ دو زانو بیٹھ کر سانس کو ناف کے نیچے بند کر دے اور بزبان خیال "لا" کو ناف سے کھینچ کر فرق پر پہنچا دے اور پھر وہاں سے "الہ" کو کھینچ کر دائیں کندھے پر لا دے اور "الا اللہ" کو کندھے سے قلب پر پہنچا دے کہ اس مجموعے کا ذکر "لا" معکوس ہو جاتا ہے ۔ سانس چھوڑنے کے وقت محمد رسول اللہ کو خیال میں رکھیں اور ذکر کرتے وقت کسی عضو کو جنبش نہ ہو ۔ ذکر کا یہ طریقہ ذکر نفی و اثبات کہلاتا ہے ۔ (۱)

سفر در وطن

سفر در وطن یہ ہے کہ سالک طبیعت بشری سے سفر کرے یعنی صفات بشری سے صفات ملکی اور صفات ذمیمہ سے صفات حمیدہ میں انتقال کرے اور حکم تخلقوا باخلاق اللہ پر عمل پیرا ہو ۔ (۲)

سلطان الاذکار

یہ ذکر اسم ذات کا ایک مخصوص طریقہ ہے جو یہ کہ ذاکر زبان کو حلق کے

---

(۱) حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۵۲۱ ، ۵۲۲

(۲) سرِ دلبران ص ۲۰۲

ساتھ جھکا کر دل کو تمام وسوسوں سے خالی کر دے اور دل کی زبان سے ذکر شروع کرے۔ "لطیفہ قلب" سے اسم مبارک اللہ اللہ کہے اور اس کے معنی کو دھیان میں رکھے اس کے بعد "لطیفہ روح" پھر "لطیفہ سر" سے سینے کی طرف جھکا کر ذکر کرے۔ بعد ازاں "لطیفہ خفی" سینہ کے درمیان کی طرف مائل کرے۔ پھر "لطیفہ اخفیٰ" سے ذکر کرے تاکہ اس طرح لطائف خمسہ ذکر سے جاری ہو جائیں۔ پھر "لطیفہ نفس" سے ذکر کرے۔ پھر "لطیفہ قالبیہ" سے اس قدر ذکر کرے کہ ہر بال کی جڑ سے ذکر جاری ہو جائے۔ ذکر کے اس طریقہ کو "سلطان الاذکار" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ (۱)

سلوک

سلوک کے لغوی معنی ہیں راستہ چلنا یا راہ طے کرنا اور اصطلاح تصوف میں اس سے مراد ہے شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ریاضت اور جدوجہد کرنا۔ جو شخص تلاش حق کی اس کوشش میں مشغول ہوتا ہے اس کو سالک کہتے ہیں۔ (۲)

---

(۱) حالات مشائخ نقشبندیہ ص۵۲۰، ۵۲۱

(۲) سرّ دلبراں ص۹۹

سیر الی اللہ

سالکین کو قرب خداوندی کے حصول کی کوشش اور راہ سلوک مختلف منازل طے کرنے میں جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے ان میں سے ایک مرحلہ سیر الی اللہ کے نام سے موسوم ہے جس میں سالک کی نگاہ اپنے آپ سے ایسی کٹی ہوئی ہوتی ہے کہ اگر تیز تلوار بھی اس کی راہ میں موجود ہو تو اس پر عبور کرکے بھی محسوس نہیں کرے گا۔ (۱)

سیر فی اللہ

یہ راہ سلوک کی وہ منزل ہے جس پر پہنچ کر سالک ایسا فنا فی اللہ ہوجاتا ہے کہ اپنے وجود سے بھی کلیۃً بے خبر ہوجاتا ہے۔ (۲)

سیر مع اللہ

سیر مع اللہ راہ طریقت کا وہ مرتبہ ہے جس پر فائز ہونے کے بعد سالک کو اپنے فنا فی اللہ ہونے کی بھی خبر نہیں رہتی ہے۔ اس مرتبہ کو فناء الفناء بھی کہتے ہیں۔ (۳)

---

(۱) مکتوبات حضرت شیخ فقیر اللہ شکارپوری مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ص ۲۸۸

(۲) ایضاً ص ۲۸۸

(۳) ایضاً ص ۲۸۸

سیر من اللہ

سیر من اللہ وہ منزل ہے جس میں سالک حق جل شانہ کے قریب ہو جاتا ہے مگر وہ اپنے وجود کی خبر رکھتا ہے یہ سیر تمام نہیں ہوتا ۔ (۱)

شریعت

لغت کے اعتبار سے شرع یا شریعت کے معنی ہیں اظہار و بیان ۔ اور اصطلاح میں تکلیفات شرعیہ کے مجموعے یعنی التزام احکام عبودیت کا نام شریعت ہے ۔ (۲)

شیخ

تصوف کی اصطلاح میں شیخ سے مراد وہ مقتدا مرد کامل ہے جس نے سلوک کی تمام منازل طے کر کے ولایت و عرفان کا ارفع مقام حاصل کیا ہو جو سنت کو زندہ رکھنے والا اور بدعت کو مارنے والا ہوتا ہے اور اس کا ہمہ سکوت و گفتار خالصاً للہ ہوا کرتا ہے ۔ (۳)

---

(۱) مکتوبات حضرت شیخ فقیر اللہ شکارپوری مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ص ۲۸۸

(۲) التکشف ص ۱۸۴ ۔ ۱۸۵ و تصوف اسلام ص ۴۳ و سیر السلوک الی ملک الملوک از مولانا شیخ قاسم مکی مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ۱۳۲۵ھ ص

(۳) موارد المعارف ص ۱۳۲ و مجمع البرکات (قلمی) از میاں عبداللہ شاہ ۱۲۸۵ھ ص ۱۲

طریقہ

احکام شریعت دو حصوں پر منقسم ہے ۔ اعمال ظاہری کے ساتھ جس حصے کا تعلق ہے اس کا نام فقہ ہے اور اعمال باطنی کے ساتھ جس حصے کا تعلق ہے اس کا نام تصوف ہے ۔ اور اعمال باطنی پر عمل پیرا ہونے کو اصطلاح تصوف میں طریقہ کہتے ہیں ۔ (۱)

طریقہ اویسیہ

روح سے فیض حاصل کرنے کو اصطلاح صوفیہ میں اویسی طریقہ کہتے ہیں ۔ اس طریقہ کے سردار حضرت خواجہ اویس قرنی (م ۳۷ ھ) ہیں ۔ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے فیض حاصل کیا تھا ۔ بناءعلیہ اویسی کی دو طرح سے تعبیر ہوتی ہے ایک یہ کہ کوئی بزرگ براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے فیض حاصل کرے دوم یہ کہ کوئی بزرگ کسی دوسرے بزرگ کی روح سے فیضیاب ہو جائے ۔ دونوں صورتوں میں ایسے بزرگ کو اویسی کہتے ہیں ۔ (۲)

---

(۱) الکشف ص ۱۸۴

(۲) القول الجمیل (قلمی) ورق ۲۴۹ ، نفحات الانس ص ۱۲ و ہمعات از حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اشاعت اول مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۶۴ء ص ۵۶ - ۶۲ و دلائل السلوک

عارف

عارف عرفان سے ہے عرفان خدا شناسی کے ایک خاص مشرب کا نام ہے۔

جس میں صوفی بحر و علم سے بالاتر ہوکر حال وجدان اور کشف مکاشفہ کے ذریعے خدا

کی معرفت حاصل کرتا ہے اس مرتبہ پر فائز صوفی جو عارف باللہ کہلاتا ہے۔ (۱)

عاشق

تصوف کی اصطلاح میں عاشق اس مومن متقی کو کہتے ہیں جو قرب خداوندی

کی تمام منازل یعنی عبادت ، علم ، زہد ، عرفان ، اخلاص ، محبت اور معرفت طے کرکے معشوق

حقیقی تک رسائی حاصل کر چکا ہو۔ (۲)

عالم جبروت

سالکین و عارفین کو معرفت خداوندی حاصل کرنے کے لئے بالترتیب چار مقامات

یعنی ناسوت ، ملکوت ، جبروت اور لاہوت پر پہنچنا پڑتا ہے مقام جبروت میں سلوک

= ص ۲۸۶ تا ۲۹۰ ۔

....

(۱) سر دلبران ص ۲۵۰

(۲) چار رسالے شیخ باہو مطبوعہ اتحاد پریس لاہور ص ۱۰۳

کا تیسرا مرحلہ ہوتا ہے ۔ (۱)

عالم لاہوت

لاہوت دراصل "لا ہو الا ہو" کا مخفف ہے اور مقام فنا سے عبارت ہے ۔ یہ مقام جہات و حدود سے منزہ ہے اور اس مقام پر فائز سالک علی الدوام تجلی ذات کے مشاہدہ میں مشغول ہوتا ہے ۔ (۲)

عالم جبروت

یہ سیر سلوک کا دوسرا مرحلہ ہے اور اس مقام پر سالک عادت پرستی سے نکل کر اخلاص کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے ۔ یعنی فرشتوں کے مقام تک رسائی حاصل کرتا ہے ۔ یہ عالم ملائکہ اور طوحیو ارواح سے عبارت ہے ۔ (۳)

عالم ناسوت

اس سے عالم اجسام و محسوسات مراد ہے ۔ یہ سیر سلوک کا ابتدائی مرحلہ

---

(۱) اصطلاحات الصوفیہ ص۸۹ و سرّ دلبران ص۱۲۶ و ۲۵۶ و مقامات قطبیہ ص۳۱

(۲) مقامات قطبیہ ص۳۱ و سرّ دلبران ص۲۹۷ ۔

(۳) مقامات قطبیہ ص۳۱ و سرّ دلبران ص۲۹۷ و اصطلاحات الصوفیہ ص۸۹ ۔

ہے دائرہ مقام پر عبادت سعادت کے طور پر ہوتی ہے اور اس سے آگے اخلاص کا مقام ہوتا ہے۔ (۱)

عرس

صوفیائے کرام یا مذہبی پیشواؤں کے مزار پر ہر سال یوم وفات کے موقع پر صاحب مزار کی سیرت و کردار اور اسوۂ حسنہ کے بیان کرنے کی غرض سے جو اجتماع منعقد ہوتا ہے اسے عرس کہتے ہیں۔ برصغیر ہندوپاک میں اس قسم کے اجتماعات کا رواج عام ہے۔

علم حصولی اور علم حضوری

جو علم انسان کو بذریعہ اور خلقہ خارجی حاصل ہو اسے علم حصولی کہتے ہیں۔ جیسے منطق، اصول فقہ اور تفسیر وغیرہ۔ اور جو علم بلا ذریعہ خارجی اور حاصل ہو اس کو علم حضوری کہتے ہیں جیسے کہ انسان کو اپنی ذات اور صفات کا علم ہوتا ہے۔ (۲)

---

(۱) مرّ دلبران ص ۲۱۱

(۲) ایضاً ص ۲۶۹

علم لدنی

علم لدنی سے مراد وہ علم ہے جو کسی علم و کسب پر منحصر نہ ہو بلکہ بلا کسب و علم اللہ تعالی محض اپنے لطف و کرم سے اپنے کسی مقبول و منظور بندے کو عنایت فرماتا ہے - اس کو علم وھبی اور علم باطن بھی کہتے ہیں - (۱)

عمد

عمود کی جمع ہے - یہ اولیاء اللہ کی ایک صنف کا نام ہے - عمد کی تعداد چار ہوتی ہے - جو چاروں ارکان پر رہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا نام "محمد" ہوتا ہے - جب غوث فوت ہوتا ہے تو عمد میں سے ایک کو ترقی دے کر اس کی خالی جگہ کو پر کیا جاتا ہے - (۲)

غوث

اصطلاح صوفیہ میں غوث اس مستجاب الدعوات ہستی کے لئے بولا جاتا ہے جو اللہ تعالی سے دعاء و فریاد کرتا ہے - جب تک قطب اپنے مقام پر ہوتا ہے اس کا نام

---

(۱) رشحات (قلمی) ورق ۲۹۸

(۲) مقامات قطبیہ ص۲۹ - ۳۰ و سیر دلبران ص۱۴۹

قطب

قطب سے مراد وہ ولی ہے جس کے سپرد کسی بستی یا علاقے کا انتظام ہو اس کی جمع اقطاب ہے اور ان کی تعداد بارہ بتائی جاتی ہے ۔ ان میں سے سات اقطاب اقالیم اور پانچ اقطاب ولایت کہلاتے ہیں ۔ صوفیائے کرام کے نزدیک ہر دور میں تمام دنیا میں سب سے بڑا قطب ایک ہوتا ہے ۔ جو قطب الاقطاب ، قطب عالم ، قطب ارشاد ، قطب مدار ، قطب کبریٰ ، قطب جہان ، یا قطب جہانگیر کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ عالم سفلی اور عالم علوی میں اس کا تصرف ہوتا ہے اور سارا عالم اس کے فیض سے قائم رہتا ہے قطب الاقطاب براہ راست اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرتا ہے اور اس فیض کو ماتحت اقطاب میں تقسیم کرتا ہے ۔ کسی بڑے شہر میں سکونت رکھتا ہے بادی ہو جاتا ہے اور "عبد اللہ" نام سے موسوم ہوتا ہے ۔ (۱)

قیوم

جو عارف قیومیت کے منصب پر فائز ہو وہ انسان کامل اور بمنزلہ وزیر ہوتا ہے ۔ اور کسی اولوالعزم رسول کی نیابت کا فریضہ انجام دیتا ہے ۔ (۲)

---

(۱) سیر دلبراں ص ۱۲۳ ۔ ۱۲۶ و مقامات قطبیہ ص ۳۰ ۔ ۳۲

(۲) دلائل السلوک ص ۹۸

کرامت

جو خرق عادت اور اولیاء اللہ کے ہاتھ پر ان کی تشریف و تکریم کے لئے ظاہر ہوتے ہیں ان کو کرامات کہتے ہیں ۔ بغیر متقی صالح کے کرامات کا صدور محال ہے اور جہاں تقوی زیادہ ہوگا وہاں کرامت و فضیلت بھی زیادہ ہوگی ۔ (۱)

کشف

کشف لغوی معنی ہے حجاب کا اٹھنا کسی شے سے اور اصطلاح تصوف میں امر غیبی کھلنے کو کہتے ہیں ۔ جس کے ذریعے سالک کو بعض اوقات بہ ذریعہ الہام خداوندی بعض امور مخفیہ کا علم ہوجاتا ہے کشف کے لئے دو شرائط ہیں ایک وہبی یعنی قلب سلیم کا ہونا ایک کسبی یعنی اتباع شریعت ۔ جس شخص میں یہ دونوں شرائط پائی جائیں گی اسے کشف اور القائے رحمانی سے نوازا جائے گا ۔ (۲)

کشف جہانی

یہ کشف کی ایک قسم ہے ۔ جس میں صاحب کشف ایک مقام سے دوسرے مقام تک

---

(۱) العمالی ص ۶۰۵ و تعرف ص ۱۰۵ ـ ۱۲۸ و کشف المحجوب ص ۲۹۶ و عوارف المعارف ص ۲۴۱ ـ ۲۴۲ ـ

(۲) سر دلبران ص ۲۸۶ ـ ۲۸۹ ، التکشف ص ۵۲۶ و عوارف المعارف ص ۲۴۱ ـ ۲۴۲ ـ

پہنچتا ہے ۔ حالات کا تغیر و تبدل اور واردات عیاناً دیکھتا ہے ۔ اس کے برعکس صاحب
کشف وجدانی امر کو عیاناً نہیں دیکھتا مگر ادراک سے معلوم کرتا ہے ۔ جیسے کہ ہوا
نظر نہیں آتی مگر ادراک سے محسوس ہوتی ہے ۔ (۱)

لطائف

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ انسان دس لطائف سے مرکب ہے ۔ جن میں سے
پانچ لطائف یعنی لطیفۂ قلب ، لطیفۂ روح ، لطیفۂ سر ، لطیفۂ خفی اور لطیفۂ اخفیٰ
عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ یعنی نفس اور عناصر اربعہ (خاک ، آب ، ہوا ،
آگ) کا تعلق عالم خلق سے ہے ۔ (۲)

مادرزاد ولی اللہ

جن بزرگوں میں پیدائش ہی سے قرب خداوندی کی کامل استعداد اور ولایت
کے آثار نمایاں ہوں ، ایسا ولی اللہ اصطلاح تصوف میں مادرزاد ولی کہلاتا ہے ۔ حضرت
مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد — وآتیناہ
الحکم صبیاً — میں اس قول کی اصل بھی ہے جو اکثر لوگوں کی زبان پر جاری ہوتا ہے

---

(۱) حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۵۲۳
(۲) ایضاً ص ۵۲۹ و دلائل السلوک ص ۹۰ ، ۹۲

کہ فلاں شخص مادرزاد ولی ہے۔ (۱)

مجاہدہ

نفس کو اس کی عادات سے مجبور کرنے اور اوصاف ذمیمہ کو اوصاف حمیدہ میں تبدیل کرنے کی عملی کوشش کو مجاہدہ کہتے ہیں۔ اصطلاح تصوف میں اس جدوجہد کو "مقابلہ نفس" اور "مخالفت ہوا" بھی کہتے ہیں۔ (۲)

محاسبہ

محاسبہ یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں اپنے احوال کی جانب متوجہ رہے۔ اگر طاعت میں ہے تو شکرگزار رہے اور اگر معصیت میں ہے تو استغفار کرے اور پاس انفاس میں حضور و غفلت کا خیال رکھے۔ اس طریقہ ذکر و توجہ کو وقوف زمانی بھی کہتے ہیں۔ (۳)

محفوظ

اولیاء اللہ کو قول و فعل اور ارادہ میں مخالفت سے بچا لیا جاتا ہے۔ ان

---

(۱) تفسیر بیان القرآن از مولانا تھانوی سورہ مریم آیت ۱۲۔

(۲) سرِ دلبران ص ۲۰۳

(۳) عوارف المعارف ص ۱۵۸ و سرِ دلبران ص ۲۰۳

کے اعضاء سے کوئی کام حق تعالی کی مرضی کے خلاف سرزد نہیں ہوتا ۔ اور یہ بات

حدیث سے ثابت ہے ۔ محفوظیت اولیاء اور عصمت نبوت کا خاصہ ہے ۔ انبیائے کرام

معصوم عن الخطا ہوتے ہیں ۔ (۱)

محمدی المشرب

اقسام ولایت میں سے ایک قسم "ولایت محمدی" ہے ۔ جو لطائف لطیفہ "اخفی

سے عبارت ہے اور جو سالک لطیفہ "اخفی کی ولایت کی راہ سے واصل بحق ہوتا ہے ۔

اسے "محمدی المشرب" کہتے ہیں ۔ (۲)

مراقبہ

رقوب سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں انتظار کرنا اور چونکہ سالک اس حالت

میں فیض الہی کے انتظار میں ہوتا ہے اور اس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اسے

دیکھ رہا ہے سالک کا اس حالت کو ہمیشہ قائم رکھنا مراقبہ کہلاتا ہے اور یہ حالت

ہر نیکی کی اصل ہے ۔ (۳)

---

(۱) التکشف ص ۳۱۳ و رسالہ قشیریہ ص ۵۲۶

(۲) حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۵۲۱

(۳) سر دلبراں ص ۲۶۵ و ۳۰۲ و التکشف ص ۴۸۲ و ۵۰۳ و ۵۱۲ و حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۵۲۲ ۔ و رسالہ قشیریہ ص ۳۰۵ ۔

مرجع خلائق

مرجع خلائق ہونا ولایت و مشیخت کی ایک علامت ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِینَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجعَلُ لَھُمُ الرَّحمٰنُ وُدًّا۔ یعنی بلا شبہ جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اللہ تعالیٰ (اپنی مخلوق کے دلوں میں) ان کے لئے محبت پیدا کردے گا۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو محبوب بناتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر ارشاد فرماتا ہے کہ ہم فلاں شخص سے محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت رکھو۔ پھر جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام آسمان میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو چاہتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو سو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد اہل زمین میں بھی اس شخص کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ حضرت مولانا تھانوی اس حدیث کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین کے لئے ان کے ایمان کے سبب اہل زمین کے دلوں میں مودت و محبت پیدا فرمادیتا ہے۔ یہی ولایت کی ایک کھلی دلیل ہے اور اولیاء کی غیر اولیاء سے شناخت کی ایک علامت کیونکہ بلا سبب و تعلق اور بلا نفع و ضرر دنیوی کے اکثر مخلوق خدا کا کسی کی طرف میلان

ظن اور گمان نیک ہونا اس شخص کے مقبول و منظور ہونے کا بین ثبوت ہے ۔ (1)

مرشد

مرشد سے وہ پیر کامل مراد ہے جو علم روحانی سے پوری واقفیت رکھتا ہو اور ارشاد یعنی صراط مستقیم کی جانب رہنمائی کرنے پر قادر ہو ۔ (2)

مرید

ارادت سے ہے ۔ صوفیہ کرام کے نزدیک مرید وہ ہے جس کا اپنا کوئی ارادہ نہ ہو بلکہ اپنے پیر و مرشد کا تابع ہو ۔ لہذا جو شخص اپنے ارادوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرتا وہ مرید نہیں کہلا سکتا ۔ (3)

مسکین

سلوک و طریقت کی اصطلاح میں مسکین یا فقیر وہ ہے جو مقام لاہوت میں سکونت رکھتا ہے اور اللہ تعالی کے عشق و محبت میں غرق ہوتا ہے ۔ اس مرتبہ عشق کو مسکنہ یا فقر کہتے ہیں ۔ (4)

---

(1) التکشف ص ۲۲۵ و ۲۷۵ و تفسیر بیان القرآن سورہ مریم آیت ۹۶ ۔

(2) سر السلوک ص ۸ و سرِ دلبران ص ۳۰۶

(3) رسالہ قشیریہ ص ۲۲۲

(4) کنہ الاسرار از سلطان العارفین حضرت باہو طبع لاہور ۱۳۰۵ ھ ص ۵۶

مشاہدہ

کسی امر کے استحضار اور خیال کا قلب پر ایسا غالب اور قوی ہوجانا مشاہدہ کہلاتا ہے۔ (۱)

معاینہ

انوار تجلیات ذات باری تعالیٰ کا سالک کے قلب پر چمکنے کا نام معاینہ ہے۔ (۲)

معجزہ

جو خرق عادت امر نبی کی تائید و تکریم میں دلیل و برہان رسالت کے طور پر یا منکرین نبوت کے الزام و تعجیز کے لئے نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو وہ معجزہ کہلاتا ہے۔ (۳)

معرفہ

جب اعمال باطنی کی اصلاح کے بعد سالک کے دل پر جن حقائق کونیہ کا انکشاف ہوتا ہے۔ اس کا نام معرفہ ہے۔ (۴)

---

(۱) الکشف ص ۴۸۹ و سر دلبران ص ۳۴۶ و ۳۰۵

(۲) سر دلبران ص ۳۰۶ ۔

(۳) رسالہ قشیریہ ص ۵۲۰ ـ ۵۲۱ و آداب المریدین مطبوعہ المعارف لاہور ۱۳۹۲ھ ص ۲۱

(۴) الکشف ص ۱۸۴

مکر

جب کسی شخص سے عمل صالح کے خلاف کوئی عجیب و غریب امر ظاہر ہو تو اسے مکر کہتے ہیں اور مکر کا مدلول القائے شیطانی ہوتا ہے ۔ (۱)

نقباء

نقیب کی جمع ہے بمعنی سردار ۔ ان اولیاء کی تعداد بعض صوفیہ کے نزدیک چالیس اور بعض کے نزدیک تین سو ہے ان کا مسکن مغرب ہے اور ان میں سے ہر ایک "حسن" (۴۰) کے نام سے موسوم ہوتا ہے ۔ نقباء لوگوں کی اصلاح اور مشکلات میں ان کی مدد کرنے پر مامور ہوتے ہیں ۔ (۲)

نسیمہ

اشتغال بالذکر سے سالک کے قلب میں جو کیفیت غریبہ لذیذہ پیدا ہو جاتی ہے اور واقعہ سے اس میں جو رسوخ ہو جاتا ہے وہ تصوف کی اصطلاح میں نسیمہ کے نام سے موسوم ہے ۔ یہ ملکہ راسخہ محمودہ سالک کی روح کو جمیع جہات سے احاطہ کر لیتا ہے

---

(۱) العمالی ص ۵۰۹

(۲) اصطلاحات الصوفیہ ص ۶۵ و مقامات قطبیہ ص ۲۹ و سرّ دلبران ص ۱۴۶

نور اس کی صفت لازم بن جاتا ہے - اس کو "نور" اور "شرح صدر" بھی کہتے ہیں - (۱)

نظر بر قدم

سالک چلتے پھرتے وقت نگاہ اپنی پشت پا پر رکھتا ہے تاکہ نظر پریشان و پراگندہ نہ ہونے پائے اور جمعیت خاطر رہے اس طریق و وضع کو نظر بر قدم کہتے ہیں - (۲)

نقباء

نقیب کی جمع ہے - ان اولیاء کی تعداد تین سو بتائی جاتی ہے اور ان میں سے ہر ایک "علی" کے نام سے موسوم ہوتا ہے - نقباء مغرب میں سکونت رکھتے ہیں - (۳)

نگاہ داشت

نگاہ داشت و انتباہ خاطر سے عبارت ہے یعنی دل کو ماسوی اللہ کے خطرات سے دل کو اس طرح محفوظ رکھنا کہ اگر سالک ایک دم میں چند بار کلمہ طیبہ کہے مگر اس دوران ایک بار بھی نظر ادھر ادھر نہ بھٹکے اور نہ دل میں ماسوی اللہ کا گزر ہو - (۴)

---

(۱) التکشف ص ۲۹۱ و ۲۹۷ و سرّ دلبران ص ۲۲۲

(۲) قصة المشائخ ص ۷ و سرّ دلبران ص ۲۰۲

(۳) مقامات تعلیمیہ ص ۲۹ و دلائل السلوک ص ۹۷ و اصطلاحات الصوفیہ ص ۴۸-۴۹ و سرّ دلبران ص ۱۷۲ -

(۴) سرّ دلبران ص ۲۰۲ و قصة المشائخ ص ۹

واردات

طالب حق کے دل میں عالم بالا کی جانب سے حالات ظاہر ہوں

تو واردات کہتے ہیں۔ (۱)

وجد

صوفیہ کی اصطلاح میں بلا ارادہ و کوشش قلب پر کسی حالت محمودہ

محمودہ کا غلبہ وجد کہلاتا ہے۔ (۲)

وصال حق

عشق مجازی سے جدائی واقع ہو جانا اور اپنی خودی کے وہم

سے بیگانہ ہو جانا وصال حق کہلاتا ہے۔ (۳)

وطن اصلی

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ

تعالی نے انسان کی ہیکل جسمانی پیدا کی تو اپنی قدرت کاملہ سے لطائف عالم

امر کو جسم انسانی کے مختلف مواضع سے تعلق و تعشق پیدا فرمایا چنانچہ

---

(۱) حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۵۳۴

(۲) الکشف ص ۲۲۴

(۳) سر دلبراں ص ۳۳۴

لطیفۂ قلب کو زیر پستان چپ بقدر فاصلۂ دو انگشت ، لطیفۂ روح کو
زیر پستان راست بقدر فاصلۂ دو انگشت لطیفۂ سرّ کو بالائے پستان چپ بقدر
فاصلۂ دو انگشت لطیفہ خفی کو بقدر دو انگشت بالائے پستان راست اور
لطیفۂ اخفی کو وسط سینہ میں تعلق بخشا اور ان لطائف کو پیکر انسانی سے
یہ تعلق اتنا بڑھ گیا کہ ان کو اپنی اصلیت بھی بھولی بسری ہوگئی ۔ جب
اللہ تعالی کا فضل و احسان کسی کے شامل حال ہوتا ہے تو وہ کسی پیر
کامل کی خدمت میں جاکر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتا ہے ۔ اور اس
طرح ذکر و فکر اور توجہ پیر سے اس کا دل روشن ہونا شروع ہوتا ہے ۔ اور
جب تمام قلب منور ہو جاتا ہے تو اپنی اصلیت یا وطن اصلی جس کو وہ پیکر
جسمانی میں آکر فراموش کرگیا تھا ، یاد آتا ہے اور اوپر متوجہ ہوکر اپنے
وطن اصلی کی جانب جو فوق العرش ہے ، پرواز کرتا ہے ۔ (۱)

وقوف زمانی

صوفیہ کرام قدس اللہ اسرارہم کے نزدیک وقوف زمانی محاسبہ سے
مطلوب عبارت ہے ۔ حضرت خواجہ بزرگوار فرماتے ہیں کہ محاسبہ یہ ہے کہ جو
گھڑی گزر جاتی ہے سالک اس میں غفلت و حضور کا محاسبہ کرے اور اگر وہ اس
نقصان محسوس کرے تو باز گشت کرے اور از سر نو عمل شروع کرے ۔ (۲)

---

(۱) حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۵۲۹ تا ۵۳۰
(۲) قصۃ المشائخ ص ۱۰ ، سر دلبراں ص ۲۰۲

وقوف عددی

وقوف عددی ذکر قلبی میں رعایت عدد سے عبارت ہے - اور
ذاکر کو چاہئے کہ ایک اس میں تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اکیس مرتبہ ذکر
نفی و اثبات کرے اور طاق عدد کو لازمی سمجھے اور وقوف و حضور قلب سے ذکر
کرے تاکہ اس پر فائدہ مرتب ہو - (۱)

وقوف قلبی

وقوف قلبی دل کے حضور و آگاہی سے عبارت ہے یعنی ذاکر کا
دل حق تعالی کی جانب اس طرح متوجہ اور واقف و آگاہ رہے کہ غیر حق سے
مطلق غافل نہ رہے - (۲)

ولایت

اہل تحقیق صوفیہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ کثرت طاعات اور کثرت
اخلاص کے سبب خداوند تعالی کے قریب ہو جاتا ہے اور خداوند تعالی اپنے فضل
واحسان سے اس کے قریب ہو جاتا ہے تو اس مقام پر بندہ خدا کا انتہائی قرب
حاصل کرتا ہے اور اسی قرب کو اصطلاح میں ولایت کہتے ہیں - (۳)

---

(۱) سرّ دلبراں ص ۲۰۳ ، قصۃ الشائع ص ۱۱
(۲) قصۃ الشائع ص ۱۱ ، سرّ دلبراں ص ۲۰۳
(۳) المعالی ص ۵۲۵ ، کشف المحجوب ص ۲۹۰

هوش دردم

جو سانس نکلے یاد الٰہی میں نکلے اور غفلت سالک کے اندر ہرگز راہ نہ پائے
ہمیشہ ہوشیار و بیدار رہے ۔اس طریق ذکر کو ہوش دردم کہتے ہیں ۔ (۱)

یادداشت

یادداشت دوام آگاہی سے عبارت ہے یعنی سالک ہر دم اور ہر حال میں
بطریق ذوق حق سبحانہ کی جانب متوجہ رہے ۔ (۲)

یاد کرد

یاد کردن بہ تکلف ذکر کرنے سے عبارت ہے ۔اور سالک اسے طریقے سے ذکر [illegible]
لسانی اور ذکر قلبی میں مشغول رہے جس سے غفلت دور ہو اور حق تعالیٰ کی یاد تازہ
رہے ۔اصطلاح تصوف میں ذکر کا یہ طریقہ کو یاد کرد کہلاتا ہے ۔ (۳)

....

---

(۱) قصۃ المشائخ ص۸ و سرّ دلبران ص۲۰۱

(۲) سرّ دلبران ص۲۰۲ و قصۃ المشائخ ص۱۰

(۳) قصۃ المشائخ ص۹ و سرّ دلبران ص۲۰۲

کتابیات

۱) القرآن المجید۔ (۱)

۲) آب کوثر از شیخ محمد اکرام طبع طبع فیروز سنز لاہور ۱۹۶۸ء (اردو)

۳) آزادۂ پٹھان۔ از اللہ بخش یوسفی۔ مطبع محمد علی ایجوکیشنل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۵ء (اردو)

۴) آفتاب ہدایہ رد رفض و بدعت از مولوی محمد کرم الدین طابع مکتبہ رشیدیہ نو حلول مارکیٹ چکوال جہلم ۱۹۶۵ء (اردو)

۵) ابن العربی از مولانا محمد اشرف تھانوی مطبع تھانوی کراچی (اردو)

۶) احمد شاہ (بابائے افغان) از میر غلام محمد غبار طبع کابل ۱۳۲۲ھ (اردو)

۷) اخبار الاخیار از شاہ عبدالحق محدث دہلوی طبع مجتبائی دہلوی ۱۳۰۹ھ (اردو)

۸) اخوند درویزہ از نصراللہ خان نصر طبع پشاور ۱۹۵۱ء (پشتو)

۹) اخوند پنجو از نصراللہ خان نصر طبع پشاور ۱۹۵۱ء (پشتو)

۱۰) ارشاد المریدین از اخوند درویزہ طبع فیض عام دہلی ۱۲۹۹ھ (فارسی)

---

(۱) تبرکاً سب سے پہلے لکھا گیا ہے۔

۱۱) ارشاد الطالبین از آخوند درویزہ طبع فیض عام دہلی ۱۳۰۳ھ (فارسی)

۱۲) اساس المعرفۃ از کمال الدین صدیقی طبع محبوب المطابع حیدرآباد دکن (اردو)

۱۳) اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش از پروفیسر محمد سلیم چشتی طبع

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۱۴۰۲ھ (اردو)

۱۴) اصطلاحات صوفیہ اسرار التصوف از محمد عبدالصمد شاہ خواجہ طبع دربار عالیہ قادری

پرنٹنگ پریس دہلی ۱۳۲۹ھ (اردو)

۱۵) التحریر فی اصول التفسیر از شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک طبع مولوی مسافرخانہ کراچی

(اردو)

۱۶) التصوف الاسلامی فی الادب والاخلاق از مبارک زکی طبع دارالکتاب العربی مصر ۱۳۷۳ھ

(عربی)

۱۷) الجامع لاحکام القرآن الجزء الثالث از لابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی

در احیاء التراث العربی بیروت (عربی)

۱۸) الحق از عبدالحلیم اثر ماہ جون ۱۹۸۲ء (اردو)

۱۹) اللب العمیق (قلمی) از مولانا شیر محمد خان [illegible] آفس لائبریری پشاور (فارسی

عربی)

۲۰) المعجم المفہرس لالفاظ القرآن – از فواد عبدالباقی ۔

۲۱) المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث از فواد عبدالباقی

۲۲) المعالی شرح امالی (قلمی) از میان محمد عمر چمکنی اسلامیہ کالج لائبریری پشاور

۲۳) الشیعۃ والاہل (اردو ترجمہ اسلامی مذہب) از ابو زہرہ مصری

۲۴) انفاس العارفین از شاہ ولی اللہ دہلوی طبع لاہور ۱۲۹۷ھ (فارسی)

۲۵) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام [illegible] (اردو)

۲۶) انوار اصفیاء از شیخ غلام علی ادارہ تصنیف و تالیف لاہور (اردو)

۲۷) اولیائے کرام (د دین ستي) سلسلہ مطبوعات اباسین نمبر ۳ پاکستان پبلیکیشنز کراچی

۱۹۶۲ء (پشتو)

۲۸) اولیائے لاہور از خان بہادر پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیع مطبع جیلانی پرنٹنگ پریس، لاہور

۱۹۶۲ء (اردو)

۲۹) بابر مسلم اور غیر مسلم کی نظر میں از صباح الدین مطبع معارف اعظم گڑھ (اردو)

۳۰) بابرنامہ از ترجمہ تزک بابری مرزا نصیر الدین مطبع حیدر پریس لمیٹڈ کراچی (فارسی)

۳۱) بایزید روشان از قیام الدین خادم مطبع سنٹرل ایشیا لائبریری پشاور یونیورسٹی (پشتو

۳۲) بحرالانوار از عبدالروف نوشہروی طبع پشاور ۱۳۸۴ھ (پشتو)

۳۳) پٹھان از اولف کیرو (اردو ترجمہ از سید محبوب علی) طبع پشاور ۱۹۶۰ء

۳۴) بینات از ڈاکٹر محمد حنیف ماہ ستمبر ۱۹۸۱ء بنوری ٹاؤن کراچی (اردو)

۳۵) پښتانہ د تاریخ پہ رنړا کښے از بہادر شاہ ظفر کاکاخیل طبع پشاور ۱۹۶۵ء (پشتو)

۳۶) پښتانہ شعراء از عبدالحی حبیبی طبع پشاور ۱۹۵۱ء (پشتو)

۳۷) پٹہ خزانہ از محمد ہوتک بن داؤد افغان یونیورسٹی کابل (پشتو)

۳۸) پیر بابا بالڑے از حمید شاہ طبع حاجی عبدالخالق قصہ خوانی پشاور (پشتو)

۳۹) تاریخ افاغنہ از مولوی عبدالصمد افغانی طبع آگرہ سلسلہ مشاہیر افاغنہ (اردو)

۴۰) تاریخ افغانستان از سید جمال الدین افغانی طبع لاہور ۱۳۴۲ھ (اردو)

۴۱) تاریخ پشاور از منشی گوپال داس طبع لاہور (اردو)

۴۲) تاریخ دعوت و عزیمت از سید ابوالحسن علی ندوی طبع اعظم گڑھ مطبع معارف ۱۹۵۷ء (اردو)

۴۳) تاریخ خٹک از محمد سرفراز خٹک حصہ ب پریس پشاور ۱۹۶۵ء (اردو)

۴۴) تاریخ ریاست سوات از محمد آصف خان حصہ اول فیروز سنز لاہور ۱۹۶۷ء (اردو)

۴۵) تاریخ خلاصۃ الاسلام از محمد لطفی جمعہ (اردو ترجمہ ڈاکٹر میر ولی الدین) مسعود پبلشنگ ہاؤس کراچی ۱۹۶۳ء

۴۶) تاریخ فرشتہ از محمد قاسم فرشتہ (ترجمہ مولوی فدا علی طالب) طبع حیدرآباد دکن (اردو)

۴۷) تاریخ فاطمیین مصر (حصہ اول اردو) از ڈاکٹر زاہد علی طبع نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۳ء (اردو)

۴۸) تاریخ مرصع از افضل خان خٹک (تصحیح و تعلیقہ از دوست محمد خان کامل) طبع پشاور ۱۹۷۴ء (پشتو)

۴۹) تاریخ معتزلہ از ڈاکٹر حسن زہدی جاراللہ (اردو ترجمہ از رئیس احمد جعفری) طبع کراچی ۱۹۶۶ء

۵۰) تاریخ مشائخ چشت از خلیق احمد نظامی طبع دہلوی ۱۹۵۳ء (اردو)

۵۱) تاریخ ہند از مولوی سید ہاشمی دارالطبع سرکارعالی (اردو)

۵۲) تاریخ تصوف قبل از اسلام از بشیر احمد ڈار ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور (اردو)

۵۳) تاریخ تصوف از پروفیسر سلیم چشتی طبعاد اکیڈمی محکمہ اوقاف لاہور ۱۹۷۶ء (اردو)

۵۴) تاریخ تصوف از عبدالصمد صارم ازہری ادارہ طبعیہ لاہور ۱۹۶۹ء (اردو)

۵۵) تجدید تصوف و سلوک از عبدالباری (مولانا) نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۲ء (اردو)

۵۶) تحفۃ الابرار از مرزا آفتاب بیگ م ۵ طبع دہلوی ۱۳۲۲ھ (فارسی)

۵۷) تحفۃ الاولیاء از میر احمد شاہ طبع لاہور ۱۳۲۱ھ (فارسی)

۵۸) تحفۃ السالکین (قلمی) از محمد درویش لاہوری اسلامیہ کالج لائبریری (فارسی)

۵۹) تذکرۃ الابرار والاشرار از اخوند درویزہ طبع پشاور ۱۹۶۸ء (فارسی)

۶۰) تذکرہ شیخ رحمکار از سید صباح الدین کاکاخیل طبع لائل پور ۱۹۶۲ء (اردو)

۶۱) تذکرہ صوفیائے سرحد از اعجاز الحق قدوسی طبع لاہور ۱۹۶۶ء (اردو)

۶۲) تذکرہ صوفیائے پنجاب از اعجاز الحق قدوسی طبع کراچی ۱۹۶۲ء (اردو)

۶۳) تذکرہ علماء و مشائخ سرحد از امیر شاہ قادری طبع لاہور ۱۹۷۲ء (اردو)

۶۴) تذکرہ سلطان الاولیاء سرحد از عبدالمالک قریشی کتب خانہ صدیقیہ پشاور شہر (اردو)

۶۵) تذکرہ علمائے ہند از رحمان علی طبع لاہور ۱۹۶۲ء (اردو)

۶۶) تذکرہ علمائے حدیث ہند از ابویحیی امام خان نوشہروی [illegible] بک ایجنسی ۱۹۶۰ء

(اردو)

۶۷) تذکرہ (پٹھانوں کی اصلیت اور تاریخ) از روشن خان طبع کراچی ۱۹۶۲ء (اردو)

۶۸) تفسیر روح المعانی از علامہ محمود آلوسی بغدادی (عربی)

۶۹) تفسیر ماجدی از مولانا عبدالماجد دریابادی (اردو)

۷۰) تقویم تاریخی از عبدالقدوس ہاشمی طبع کراچی ۱۹۶۵ء (اردو)

۷۱) تقویۃ الایمان از سید احمد شہید — عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور ۱۹۶۰ء (اردو)

۷۲) تواریخ حافظ رحمت خانی — پیر معظم شاہ (اردو ترجمہ روشن خان) طبع کراچی ۱۹۷۳ء

۷۳) تیر ہیر شاعران از عبدالحلیم اثر طبع یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ۱۹۶۳ء (پشتو)

۷۴) حالنامہ (قلمی) از بایزید انصاری پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی

۷۵) حالات مشائخ نقشبندیہ از محمد حسن طبع مراد آباد ۱۳۲۲ھ (اردو)

۷۶) حجۃ اللہ البالغۃ از شاہ ولی اللہ سعید اینڈ سنز کراچی (عربی - اردو)

۷۷) حکمت رومی از خلیفہ عبدالحکیم ثقافت اسلامیہ لاہور (اردو)

۷۸) خزینۃ الاصفیاء از مفتی غلام سرور نولکشور لاہور ۱۲۸۱ھ (فارسی)

۷۹) خورشید جہان از شیر محمد گنڈہ پور طبع لاہور ۱۸۹۴ء (فارسی)

۸۰) خیر البیان از بایزید انصاری (تحقیق و تعلیق مولانا عبدالقدوس) پشتو اکیڈیمی پشاور ۱۹۶۷ء (پشتو)

۸۱) خلاصۃ التواریخ از سبحان رائے بٹالوی اردو بورڈ لاہور ۱۹۶۶ء (اردو)

۸۲) دائرہ معارف اسلامیہ جلد اول از مولوی محمد شفیع جامعہ پنجاب (اردو)

۸۳) دائرہ معارف اسلامیہ جلد دوم تا ششم

۸۴) دائرہ معارف اریانا طبع جامعہ پنجاب

۸۵) د افغانستان نومیالی از عبدالرؤف بینوا مشغول اشاعت پشاور (پشتو)

۸۶) دبستان المذاهب از محسن خان کشمیری طبع منشی نولکشور ۱۹۰۲ء (فارسی)

۸۷) دلیل العارفین از خواجه قطب الدین بختیار کاکی طبع لاهور ۱۳۲۰ھ (اردو)

۸۸) دیوان احمد شاه بابا طبع سعیدیه کتب خانه پشاور شهر (پشتو)

۸۹) دیوان حافظ الپوری طبع اسلامی کتب خانه پشاور شهر (پشتو)

۹۰) دیوان عبدالرحمن بابا از امیر حمزه خان شنواری طبع پشتو اکیڈمی پشاور (پشتو)

۹۱) دیوان میرزا خان انصاری از حسین خلیل طبع مکتبه صدائیه پختانه ماڑی پشاور ۱۹۶۹ء (پشتو)

۹۲) د پشتو ژبې ادب و تاریخ از صدیق الله رشتین طبع کابل ۱۹۶۵ء (پشتو)

۹۳) د هډو میان عمر صاحب از نصرالله خان نصر طبع پشاور ۱۹۵۱ء (پشتو)

۹۴) رساله اهل السنة والجماعة از سید سلیمان ندوی طبع مسلم یونیورسٹی پریس اعظم گڑھ (اردو)

۹۵) رساله توبه (قلمی) از شاه محمد غوث امیرشاه قادری پشاور (اردو)

۹۶) رساله کسب و سلوک (قلمی) از شاه محمد غوث امیرشاه قادری پشاور (اردو)

۹۷) رساله قشیریه از امام ابوالقاسم قشیری اردو ترجمه از ڈاکٹر پیر محمد حسن طبع کراچی ۱۹۵۰ء

۹۸) روح اسلام از ڈاکٹر عبدالوحید طبع فیروز سنز لاہور ۱۹۶۲ء (اردو)

۹۹) روحانی رابطه از عبدالحلیم اثر طبع یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ۱۹۶۵ء (پشتو)

۱۰۰) رود کوثر از شیخ محمد اکرام طبع فیروز سنز لاہور ۱۹۶۷ء (اردو)

۱۰۱) روشانی رساله از محمد شیرین طبع پشتو ټولنه کابل افغانستان ۱۹۷۶ء (پشتو)

۱۰۲) د روشانیانو علمی تحفه از قیام الدین خادم منظور ابنما پشاور (پشتو)

۱۰۳) روشان یاد از حبیب الله رفیع طبع پشتو ټولنه کابل افغانستان ۱۹۷۶ء (پشتو)

۱۰۴) روح تصوف از اشرف علی تھانوی طبع دارالاشاعت کراچی ۱۹۷۳ء (اردو)

۱۰۵) رهنمای کابل از محمد ناصر غرغشت طبع کابل پوہنی ۱۳۲۵ھ (پشتو)

۱۰۶) سراج التواریخ از محمود طرزی طبع کابل ۱۳۳۱ھ (فارسی)

۱۰۷) سرِّ دلبراں از شاہ محمد ذوقی طبع کراچی ۱۳۸۸ھ (اردو)

۱۰۸) سرحد اور جدوجہد آزادی از الله بخش یوسفی طبع اردو بورڈ لاہور ۱۹۷۰ء (اردو)

۱۰۹) سفینة الاولیاء از شہزادہ دارالشکوہ طبع لاہور (اردو ترجمه)

۱۱۰) مسلک السلوک محمود شیخ طبع نولکشور لکھنو ۱۸۹۸ء (عربی)

۱۱۱) سلوک سلیمانی از مولانا محمد اشرف خان طبع لاہور ۱۹۶۹ء (اردو)

۱۱۲) سنن ابوداودؒ از ابوداودؒ سلیمان بن الاشعث الازدی السجستانی (عربی)

۱۱۳) سواتنامه (قلمی) خوشحال خان خٹک پشتواکیڈمی پشاور

۱۱۴) سیرت سید احمد شہید سید ابوالحسن ندوی دارالمنزل کراچی ۱۹۷۴ء (اردو)

۱۱۵) شاهنامه احمد شاه ابدالی از حافظ مرزای طبع پشاور ۱۹۲۵ء (پشتو منظوم)

۱۱۶) شاه ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مرتبه خلیق احمد نظامی ۱۹۵۰ء (فارسی)

۱۱۷) شرح عقائد از علامه سعدالدین مسعود بن عمر التفتازانی (عربی)

۱۱۸) شریعت و طریقت از مولانا اشرف علی تھانوی طبع کراچی ۱۳۷۱ھ (اردو)

۱۱۹) شرح اسماء الحسنیٰ از اخوند درویزه مطبع قصه خوانی پشاور ۱۲۹۸ھ (فارسی)

۱۲۰) شفاء العلیل اردو ترجمه للقول الجمیل از شاه ولی اللہ دهلوی طبع کراچی ۱۹۷۴ء

۱۲۱) شمائل ترمذی از ابو عیسیٰ ترمذی (عربی)

۱۲۲) صحیح البخاری از امام ابو عبداللہ بخاری (عربی)

۱۲۳) صراط المستقیم از اسماعیل شہید مطبوعه اسلامیه کالج پشاور

۱۲۴) صراط التوحید از بایزید انصاری طبع اداره اشاعت سرحد ۱۹۵۲ء (عربی)

۱۲۵) صولت افغانی از زرداد خان طبع حیدرآباد دکن ۱۸۷۹ء (اردو)

۱۲۶) طبقات اکبری از نظام الدین بخشی مترجم محمد ایوب قادری
۱۲۷) طبقات الصوفیہ از خواجہ عبداللہ انصاری شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۲ء (اردو)
۱۲۸) ظہیر الدین بابر اور اس کا عہد از ولیم ارسکن - اردو ترجمہ شیخ غلام علی اینڈ سنز
لاہور ۱۹۲۹ء
۱۲۹) علماء و مشائخ سرحد از سید امیر شاہ قادری طبع لاہور ۱۹۶۳ء (اردو)
۱۳۰) علوم القرآن از مولانا شمس الحق افغانی طبع بہاولپور ۱۹۶۹ء (اردو)
۱۳۱) علم ثقافت ہندوستان میں - از عبدالمجید سالک - طبع نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۰ء (اردو)
۱۳۲) عوارف المعارف - از محمد عمر بن شہاب الدین سہروردی (اردو ترجمہ از حافظ محمد
سید رشید احمد) طبع لاہور ۱۹۶۲ء
۱۳۳) غزالی نامہ از جلال ہمائی طبع لاہور ۱۹۶۲ء (فارسی)
۱۳۴) غنیۃ الطالبین از شیخ عبدالقادر جیلانی (اردو ترجمہ شمس بریلوی) طبع مدینہ پبلشنگ
کمپنی کراچی ۱۹۸۰ء
۱۳۵) فتاویٰ درباره "نماز جنازه" گناہگار ۱۳۰۲ھ (فارسی)
۱۳۶) فتح الباری شرح صحیح بخاری از علامہ ابن حجر عسقلانی

۱۲۷) فخرالطالبین (قلمی) بایزید انصاری پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی

۱۲۸) فصوص الحکم از ابن العربی مطبوعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

۱۲۹) فلسفہ شریعت اسلامی از ڈاکٹر صبحی محمصانی اردو ترجمہ

۱۳۰) فیوض یزدانی از شیخ عبدالقادر جیلانی (اردو ترجمہ از مولانا عاشق الہی میرٹھی)

طبع کراچی ۱۹۲۵ھ

۱۳۱) فوائد السالکین از بابا فرید گنج شکر طبع لاہور ۱۳۲۰ھ (فارسی)

۱۳۲) قصیدہ امالی از اخوند درویزہ مطبع قصہ خوانی پشاور ۱۲۹۹ھ (فارسی)

۱۳۳) قطب الارشاد از فقیر اللہ شکارپوری طبع بمبئی ۱۳۲۵ھ (عربی)

۱۳۴) کاکا صاحب از محمد سرفراز خٹک طبع بنوں ۱۹۶۳ء (اردو)

۱۳۵) کاکا صاحب از نصراللہ خان نصر طبع پشاور ۱۹۵۱ء (پشتو)

۱۳۶) کتاب الاسلام از مولانا سید نذیر الحق قادری طبع دہلی ۱۹۲۰ء (اردو)

۱۳۷) کرامات امدادیہ از عبدالغنی صاحب طبع کراچی ۱۳۱۹ھ (اردو)

۱۳۸) کرامات صحابہ از مولانا اشرف علی تھانوی طبع کراچی ۱۹۶۳ء (اردو)

۱۳۹) کشف الظنون حاجی خلیفہ المعروف کاتب چلپی (عربی)

۱۵۰) کشف المحجوب از علی بن عثمان ہجویری طبع لاہور ۱۹۶۸ء (فارسی)

۱۵۱) لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں از محمد دین حکیم طبع لاہور (اردو)

۱۵۲) لباب المعارف العلمیۃ ج ۱ و ۲ از مولانا عبدالرحیم طبع آگرہ ۱۹۱۸ء (اردو)

۱۵۳) مآثر الامراء از شاہ نواز خان ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۸۰ء (اردو)

۱۵۴) ماہنامہ الرشید (دیوبند نمبر) ۱۹۷۹ء (اردو)

۱۵۵) مثنوی از مولانا جلال الدین رومی طبع نولکشور لکھنؤ ۱۹۱۳ء (فارسی)

۱۵۶) مجموعہ نظم ہائے افغانی از مولانا عبدالرحیم اسلامیہ کالج پشاور

۱۵۷) مخزن الاسلام از اخوند درویزہ طبع پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی ۱۹۶۹ء (پشتو)

۱۵۸) مختصر تاریخ افغانستان از عبدالحئی حبیبی طبع کابل (پشتو)

۱۵۹) مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ از چودھری غلام رسول طبع علمی کتب خانہ لاہور ۱۹۷۸ء

(اردو)

۱۶۰) مشکوٰۃ المصابیح از ولی الدین ابوعبداللہ الخطیب التبریزی (عربی)

۱۶۱) منبع البرکات (قلمی) از میاں عبداللہ امین (مملوکہ ذخیرہ میاں صاحب کاکاخیل)

۱۶۲) مسئلہ جبر و قدر مولانا مودودی اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور اشاعت ۱۹۷۴ء (اردو)

۱۶۳) معجزات انبیاء از مولانا شبیر احمد عثمانی (اردو)

۱۶۴) معدن السرور مثنوی بہلولپور از علامہ شمس الحق افغانی طبع پشاور (اردو)

۱۶۵) معرفت از محمد عباس پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۰ء (پشتو)

۱۶۶) معزاللہ کمان کا اردو کلام از سیف الرحمن سید پشتو اکیڈمی مطبوعات کا سلسلہ نمبر ۱۹

(اردو)

۱۶۷) مقالات شبلی ج ۷ طبع اعظم گڑھ ۱۹۳۸ء (اردو)

۱۶۸) مقامات الہامیہ از شیخ عبدالحلیم بن شیخ رحمکار طبع دہلی ۱۳۱۸ھ (فارسی)

۱۶۹) مضمون المؤمنین از بایزید انصاری مطبع ادارہ اشاعت سرحد پشاور ۱۹۵۲ء (عربی)

۱۷۰) مقدمہ تاریخ العلامہ ابن خلدون از علامہ عبدالرحمن بن خلدون المغربی (عربی)

۱۷۱) مکتوبات شیخ عبدالکریم بابا (قلمی) مملوکہ اسلامیہ کالج پشاور

۱۷۲) مکتوبات شیخ نظر اللہ شاہ دکارپوری طبع لاہور (فارسی)

۱۷۳) مکتوبات مجدد الف ثانی (فارسی)

۱۷۴) ملفوظات نقشبندیہ از مسافر بابا شاہ طبع دائرہ امور مذہبی سرکار عالی اورنگ آباد

۱۹۶۲ء (اردو)

۱۷۵) منتخب التواریخ از عبدالقادر بدایونی مطبع آگره دهلی (اردو)

۱۷۶) منصب امامت اسماعیل شهید مطبع پشاور ۱۹۶۰ء (اردو)

۱۷۷) موج کوثر از شیخ محمد اکرم طبع لاهور ۱۹۵۸ء (اردو)

۱۷۸) نتائج الحرمین (قلمی) از محمد امین بدخشی کتب خانه مولانا فضل صمدانی بحانه ماڑی
پشاور (فارسی)

۱۷۹) نزهة الخواطر از عبدالحی بن فخرالدین اداره معارف دکن حیدرآباد ۱۹۵۱ء (عربی)

۱۸۰) نظم الدرر فی سلک السیر از فضل الله مطبع فاروق دهلی ۱۹۲۰ء (عربی)

۱۸۱) نفحات الانس از عبدالرحمن جامی (اردو ترجمه از سید احمد علی چشتی) طبع لاهور
۱۹۵۵ء

۱۸۲) ننگیالی پښتانه از الحاج محمد خان میرهلالی طبع پشاور ۱۳۷۷ھ (پشتو)

۱۸۳) وجود و شهود از امیر حمزه خان شنواری طبع پشاور ۱۹۶۴ء (اردو)

۱۸۴) ورکه خزانه از همیش خلیل حصه دوم طبع پشاور ۱۳۸۰ھ (پشتو)

۱۸۵) هدایة الطالبین از شیخ ابو سعید مجددی دهلوی طبع لاهور ۱۹۱۲ء

۱۸۶) همعات از شاه ولی الله دهلوی طبع حیدرآباد دکن ۱۹۶۴ء (فارسی)

١٨٧) هندوستان پر مغلیه حکومت از مفتی شوکت علی فہمی دین و دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دهلی (اردو)

١٨٨) هندوستان کی حالت (برطانوی تسلط کے بعد) از اودن سڈلی (اردو ترجمه از سید هاشمی فرید آبادی) طبع حیدرآباد دکن ـ

١٨٩) هندوپاک کی اسلامی تاریخ از صاحبزاده عبدالرسول طبع ایم آئی برادرز لاهور ١٩٦٣ء (اردو)

١٩٠) هندوستان پر اسلامی حکومت از مفتی شوکت علی فہمی دین و دنیا پبلشنگ کمپنی دهلی (اردو)

١٩١) یوسفزئی پٹھان از الله بخش یوسفی طبع کراچی ١٩٦٠ء (اردو)

•••••••••

192 Afghanistan by Hamilton, London, 1906

193 An ammount of the Kingdom of Canbul, by Elpinstone, London, 1842

194 A study of Islamic History by K.Ali, Azhar Publication, Lahore.

195 A short History of Akbar and Moughal Administration in India by P.Kahli, S.Chand and Co Dehli, 1949

196 Babar the Tiger by Herold, Doubleday & Co; New York,1961.

197 Ghousul Azam Dastagir by Aziz Urfi, Kaylani Publications, Karachi.

198 History of Afghanistan by Malleson

199 History of Afghanistan by Farier J.P. 1858

200 Holy Biography of Hazrat Khawaja Moin-ud-Din Hassan Chisti, by Beg Mirza Walid-ud-Din, Bombay, 1960.

201 Hindu and Muslims Mysticism by Zachner,R.C. London, 1960.

202 Kingdom of Afghanistan by G.P.Tate, Karachi.

203 Life and Times of Sh. Farid-ud-Din Ganj-i-Shakar by Khaliq Ahmad, Aligarh.

204 Life and Works of Nawab Siddiq Hassan Khan of Bhopal by Dr. Saeedullah Qazi, Lahore, 1973.

205 Muslim Thoughts and its sources by Muzaffar-ud-Din, Sh. M.Ashraf, Lahore, 1953.

206 On the Roshanyya Sect and its founder, Bayazid Ansari by J.Layden, Asiatic Research, Calcutta.

207. Oriental Mysticism by Lamer E.London, 1956

208 Peshawar by Dr. Ahmad Hassan Dani, Peshawar, 1967

209 Settlement of the Peshawar District, 1962.

210 Structure of the Moghal Empire in India by Ibni Hassan, London, Oxfor University Press.

211 Sufism by Arberry A.J; London, 1950.

212 The Pathan, by Sir Olaf Caree, London, 1962.

213 The History of Swat by Ashraf Altaf, Ferozsons, Peshawar, 1962.

214. The Doctrines of the Sufies, by Arbarry A.E. Sh. M. Ashraf, Lahore, 1959.

215 The History of Afghanistans in India by M.Abdul Rahman, Pakistan Publishing House, Lahore.

216 The Indian Musalmans by W.W. Hunder, Premier Book House, Lahore, 1960.

217 The Races of Afghanistan by S.M.H.W. Bellow, C.S.I. Lahore.